159

قاتلانِ حسینؑ کی گرفتاری

مؤلفہ

علامہ سید محمد رضی صاحب قبلہ زنگی پوری

Marfat.com

Marfat.com

وضع الکتاب فتری المجرمین مشفقین مما فیہ ویقولون یاویلتنا مال ھذا الکتاب لا یغادر صغیرۃً ولا کبیرۃً الا احصاھا ووجدوا ما عملوا حاضراً ولا یظلم ربک احدا

رسالہ حسینؑ کی لاثانی قربانی

مصنفہ

علامۃ السید محمد رضی صاحب قبلہ زنگی پوری
(مرحوم)

ناشر الجواد بکڈپو، جوادیہ کالج بنارس

مطبوعہ اکرام حسین الیکٹرک مشین پریس فون نمبر ۴۰۳۸ بنارس

Marfat.com

۲۹۷۶۹۳۱
م سر الہ ق
۱۵۳۷۵

تیسری ایڈیشن ...... اکتوبر سنہ ۱۹۶۸ء ...

تعداد اشاعت .. ایک ہزار ....

مطبع .... اکرام حسین الیکٹرک مشین پریس بنارس

ناشر .... الجواد بک ڈپو جوادیہ عربی کالج بنارس

قیمت مجلد ..... ۳؍ ..... تین روپیہ

" غیر مجلد ..... ۲؍۵۰ پیسے ..... دو روپیہ پچاس پیسے

ملنے کے پتے

(۱) الجواد بک ڈپو جوادیہ عربی کالج بنارس ۱

(۲) احباب پبلشرز اقبال منزل بقعہ عالیہ گولہ گنج لکھنو

(۳) مکتبہ تعمیر ادب بیلہ اخبار انارکلی لاہور (مغربی پاکستان)

Marfat.com

تمہید

اس سال ماہ محرم میں ایک رسالہ میری نظر سے گزرا جسکا نام "مظلوم کربلا کی کہانی خود اُن کی زبانی" ہے۔ مولف رسالہ مفتی محمد خلیل صاحب ہیں۔ جو چند دنوں پیشتر اسلامی ریاست مالیر کوٹلہ میں "مفتی شرع" کے عہدے پر فائز تھے۔ اور بنی اُمیہ کی روحانی بیعت کا حق ادا کرنے میں ہمیشہ سرگرم رہتے تھے۔ سنا گیا ہے کہ چشم و چراغ خاندانِ بنی اُمیہ یزید بن معاویہ سے آپ کو خلوص ہے۔ اور مواعظ میں اس کے نام کے ساتھ "رضی اللہ عنہ" یا "علیہ السلام" کہنا آپ کی عادت مستمرہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ مگر افسوس کہ ریاست مالیر کوٹلہ کی عاقبت اندیش گورنمنٹ نے آپکی تخریبی کارروائیوں کو مصالح حکومت کے خلاف سمجھا۔ اور زیادہ مدت تک آپ کا ایک عہدہ دار ریاست کی حیثیت سے مالیر کوٹلہ میں مقیم رہنا گوارا نہ کیا جس سے آپکے اموی نواز طرزِ عمل کو ذہنی حیثیت سے کچھ کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔ اور فقط آخرت کی آس رہ گئی، دیکھئے مالک یوم الدین کی عدالت سے کس طرح کا منصفانہ فیصلہ صادر ہوتا ہے۔ خدائی فیصلوں کے متعلق "منصفانہ" کا لفظ استعمال کرنا اہلسنت کے اصول و عقائد کے بموجب حق بجانب نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ لوگ حقیقی عدل و انصاف کو خدا کے اوصاف کمالیہ میں شمار ہی نہیں کرتے۔ اور جس قسم کے عدل کی اس سے توقع رکھتے ہیں وہ ظلم و جور و سلب حق کا مرادف ہے۔ لہٰذا اس عقیدہ مسلمہ کی بنا پر آپ کو خدائی فیصلہ سے بھی روشن توقعات وابستہ کرنے کا موقع حاصل نہیں ہے۔ جو کچھ بھی ہو آپ کے حق میں

اہل ایمان کی دعا صدق دل سے تو یہی ہوگی کہ بروز حساب خبر الٰہی "یوم ندعوا کل اناس بامامھم" کے بموجب بنی امیہ کی اخروی امامت کا دور شروع ہو تو آپ جیسے فدویان خاص اپنے آقاؤں کی فوج میں علمبرداری کے ممتاز عہدہ پر فائز کئے جائیں۔ تاکہ خسران دنیا و آخرت کا حسرتناک منظر آنکھوں کے سامنے نہ آئے۔

رسالہ کی بار بار ورق گردانی کر کے ایک ایک بات پر نظر تعمق ڈالی گئی مگر مقصد تحریر اس کے سوا اور کچھ ظاہر نہ ہوسکا کہ شیعوں کے خلاف غیر ضروری بدزبانی اور زہر فشانی کرکے دل کے جلے پھپھولے توڑے جائیں۔ ایسی صورت میں یہ رسالہ اس قابل نہیں ہوسکتا کہ اس کے نقد و تبصرہ میں ارباب فہم اپنے عزیز اوقات کو برباد کریں مگر مخلص و محترم احباب کے شدید اصرار کے سامنے سر تسلیم خم کرکے بادل ناخواستہ قلم اٹھانا پڑا اور ایک ایسا مجموعہ تیار ہوگیا جو ارباب نظر کے سامنے قاتلان حسین کی اصلی مذہبی طبیعت اور دینی حیثیت کو بے نقاب کر دینے کیلئے کافی ہوسکتا ہے۔

مفتی صاحب کے رسالہ کو دیکھکر یہ اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ آپ نے اول سے آخر تک تہذیب و متانت کی ہواؤں سے اپنے خیالات و افکار کو محفوظ رکھنے کی کس قدر سعی بلیغ فرمائی ہے۔ اور جہل مرکب کا یہ کرشمہ نظر انداز کر دینے کے قابل نہیں ہوسکتا کہ آپ نے رافضیوں کی عداوت میں خود رافضی شعار بنجانے کی نادر مثال پیش کی ہے یعنی قاتلان امام کا تذکرہ کرتے ہوئے "علیھم اللعنۃ" کا فقرہ استعمال کرنے میں بہت بےمحابا بنگئے۔ اور اپنے اعمالنامہ میں سب و شتم صحابۂ رسول کے ناقابل عفو جرم کا ایک نیا باب قائم کر دیا ہے۔ کاش آپ کو اس کی خبر ہوتی کہ واقعات کربلا تمام تر صحابہ و تابعین کے ہاتھوں عالم شہود میں آئے تو ایسا رافضیانہ طرز عمل اختیار

اور رحم کی درخواست دشمن شیعوں کے سامنے پیش کرنے پر مجبور ہوگیا افسوس ہزار افسوس نہ ملائکہ کی فوج ہی نے اس کو پناہ دی اور نہ شیعہ جنات نے آپ کی دستگیری کی۔ (الیٰ آخر الملفوظات)

(و) آنحضرت کے حضور لیں شیلی جبرئیل حضرت حسینؓ کا جھولا جھلایا کرتا تھا۔ اور حضرت فاطمہؓ کی چکی پیا کرتا تھا۔ لیکن آنحضرت کے وصال کے بعد حضرت رسولؐ کا پیارا ..... العطش العطش پکار رہا ہے ..... مگر حضرت فاطمہؓ کی چکی پیسنے والا جبرئیل دم بخود ہے۔ سب لے پڑا ہے۔ امامؑ کی مظلومی و بیکسی پر اسے رحم نہیں آتا۔ مظلوم کی درد انگیز آواز پر اس کا دل نہیں پسیجتا۔

(ز) شیعوں کے خدا نے فرشتوں کو اجازت بھی دی تو نہایت تنگ وقت میں مفت کا احسان۔ الخ

(ح) مانا کہ شیعوں کے خدا کی گورنمنٹ میں امام حسینؓ کی مظلومی کی اطلاع دیر سے پہنچی اور محکمہ حرب کا سامان جنگ مہیا کرنے۔ اسلحہ صاف کرنے میں دیر لگ گئی۔ اور مسلح فوج کے میدان میں آنے سے پیشتر ہی امامؑ ان لوگوں کے ہاتھوں کہ جنھیں وہ باوجود عالم ماکان و مایکون ہونے کے مخلص مومن، صادق شیعہ، نیک نیت ہونے کا سارٹیفکٹ عطا فرما چکے تھے بہزار تکلیف بھوکے پیاسے شہید ہو چکے تھے۔ الخ۔

(ط) رسولؐ خدا نے امام حسینؓ کا فدیہ بھی دیدیا۔ لیکن خدا نے فدیہ لیکر بھی امامؑ کو نہ چھوڑا۔ قتل کرا کر تماشہ دیکھ ہی لیا۔

(ی) ہائے افسوس یہ عراقی شیعوں کے نجس منحوس ہاتھ اور پاکدامن مقدس خواتین کے کان۔ اے آسمان تو اس وقت کیوں نہ ٹوٹ پڑا۔ اے زمین

Marfat.com

تو کیوں نہ ضبط ہو گئی۔ ہاں صاحب شیعوں کے خدا ہی کی مرضی تھی تو پھر کسی کے بس کی بات۔

(ٹ) بدمعاش ناہنجار عراقی شیعہ امامؑ کی مستورات کی طرف جھانک رہے ہیں۔

(ل) استغفراللہ ہم حضور کی تماش بینی کا ذکر کیا کریں۔ چھوٹا منہ بڑی بات ہے۔ خود ہی فیصلہ فرمالیجئے کہ ان مظالم کا ذمہ دار کون ہے؟ الخ

تمام رسالہ میں اسی قسم کی بدزبانی، تمسخر و استہزا کا مظاہرہ کیا گیا ہے۔ بہت سے مقامات پر یہ طرز تحریر اس حد تک پہونچ گیا ہے کہ ارباب تہذیب اس کو دیکھنے کی تاب نہیں لا سکتے۔

بسمہ سبحانہ

قال المخاطب :- آخر وہ کون بدبخت شقی القلب سنگدل لوگ تھے کہ جنھوں نے ایسی پاک ہستیوں کے ساتھ ایسے سلوک کئے - اس سوال کا جواب دینے کے لئے دو فریق آگے بڑھتے ہیں - ایک شیعہ صاحبان - دوسرے اہلسنت صاحبان - شیعہ صاحبان یہ تمام مظالم اہلسنت کی طرف منسوب کرتے ہیں - اور اہلسنت یہ تمام کرتوتیں اُن لوگوں کی بتلاتے ہیں جو امام حسینؑ اور اُن کے پدر بزرگوار امیرالمومنین حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ کے پکے شیعہ، محب صادق، سچے خیر خواہ ہونے کے مدعی تھے - اہلبیت سے تنخواہیں لیتے تھے - حضرت امیر کی خلافت میں بڑے بڑے عہدوں پر فائز تھے - الخ

الجواب :- خدا جانے کن ذرائع سے آپ کو اس کا علم ہوا کہ شیعہ صاحبان مظالم کربلا کو اہلسنت کی طرف منسوب کرتے ہیں - ہم نے تو آج تک کسی شیعہ کو نہیں دیکھا کہ وہ قاتلان امامؑ کو سنی کہتا ہو - کاش آپ نے اپنے دعوی پر کوئی معتبر شہادت بھی پیش کی ہوتی - چونکہ آپ نے محض ایک دعوی بے دلیل و شاہد پر اکتفا کی ہے لہذا یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ آپ شیعوں کی جانب سے اس بدگمانی میں حق بجانب نہیں ہیں - اور آپ کے اس خود ساختہ الزام کا مقصد اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ حضرات اہلسنت کے جذبات کو شیعوں کی طرف سے بھڑکایا جائے - اور اس اشتعال انگیزی میں آپ کے جو ذاتی اغراض مضمر ہوں گے اُن کو آپ ہی بہتر جانتے ہوں گے - آپ کے دل کی گہرائیوں میں جو باتیں پوشیدہ ہوں گی اُن کا جائزہ لینا آپ ہی کا کام ہوسکتا ہے -

Marfat.com

اشقیائے کوفہ و شام جن دلگداز مظالم کے ذمہ دار تھے ان کو تسنن تو درکنار اسلام سے بھی کوئی تعلق نہ تھا۔ اگرچہ بظاہر حلقہ بگوش دین اسلام ہونے کے مدعی تھے لیکن درحقیقت اسلام کشی اُن کا اصلی مذہب تھا۔ اور زر پرستی و دنیا طلبی ان کا حقیقی دین و ایمان۔ ان کا ظاہری اسلام کفر و جاہلیت کا ایک بگڑا ہوا مرقع تھا۔ جس سے اخلاقی خصوصیات کا وہ رنگ بھی اڑ چکا تھا جو زمانہ جاہلیت میں سرمایۂ افتخار سمجھا جاتا تھا۔ اور ان کے ارادات و حرکات سے بے دینی و لامذہبی کو بھی شرم آتی تھی۔ اور کفر و الحاد بھی بیزار تھا۔

البتہ بغیر کسی عذر کے یہ ضرور کہا جا سکتا ہے کہ ان اہل شقاوت کو اپنے اسلام کش ارادات میں جو کچھ کامیابی نصیب ہوئی وہ انھیں اصول و ضوابط کی روشنی میں نصیب ہوئی جن کی بنیاد زمانہ رسالتؐ کے بعد ارباب حل و عقد نے ایوان سقیفہ بنی ساعدہ میں ڈالی تھی۔ اور ان کی حوصلہ افزائی اس سلوک و طرز عمل سے ہوئی جو صحابۂ کبار نے اہلبیت رسالت کے ساتھ اختیار فرمایا۔ اس مبارک عہد سے لیکر زمانہ خلافت یزید تک جن عقاید و جذبات کی پرورش سینوں میں ہوتی رہی ان کی نشوونما کی آخری رفتار ان ننگ انسانیت افعال پر ہوئی جو سرزمین نینوا پہ واقع ہوئے۔ صفحات تاریخ کو عبرت کی نگاہ سے دیکھکر مبادی و مقدمات سے نتائج تک پہونچنے کی صلاحیت رکھنے والے دل و دماغ اس حقیقت کو بے عذر تسلیم کر لینے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ خلافت بنو امیہ کو عالم وجود میں لانے۔ اور اس کے اقتدار کو دنیا میں قائم کرنے کے لئے جن اصول و عقاید و خیالات کی اس مبارک عہد میں عام طور سے ترویج کی گئی انھوں نے عوام کے دلوں میں کوئی خوشگوار اثر نہیں پیدا کیا۔

Marfat.com

اسی خیر القرون کی پاک شخصیتوں نے مذکورہ بالا دینی مقصد کے حصول کو پیش نظر رکھکر جو روش اور طرز عمل اختیار کیا انھیں پر بعد کے تمام حوادث و واقعات کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ اہل کوفہ و مصر نے حضرات صحابہ کرام کی سرکردگی میں قتل حضرت عثمان جیسے جرم عظیم کا ارتکاب انھیں نظریات و عقاید کو نظر کے سامنے رکھکر کیا۔ اہل عراق نے انھیں اصول اور طریقوں سے ماتحت جناب امیر علیہ السلام کے ہاتھوں پر بیعت کی اور پھر مختلف مواقع میں انتہائی نازک مشکلات کا سبب بنتے رہے۔ یہانتک کہ خاندان بنی امیہ کی خلافت و امارت تسلیم کرکے اپنے ارادات و حرکات سے یہ ثابت کر دکھایا کہ وہ اصول و نظریات نہ صرف خاندان رسالت بلکہ دین اسلام کے لئے بھی کتنے خطرناک اور تباہ کن تھے۔ اور وہ انسانی دنیا میں کیسے مہلک نتائج پیدا کر سکتے تھے۔

اب رہا دوسرا دعویٰ کہ اہل سنت تمام مظالم کو شیعوں کے ذمہ عاید کرتے ہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ مولوی عبد الشکور صاحب سے بہتر جہانتک مجھے معلوم ہے باعتبار اہلسنت کیجانب سے شیعوں پر مظالم کربلا کا الزام کبھی وارد نہیں کیا گیا۔ ممکن ہے کہ موصوف سے پہلے بھی کسی ناعاقبت اندیش اور فکر و انجام سے خالی دل و دماغ میں پیدا ہوا ہو۔ مگر اس سے انکار نہیں ہوسکتا کہ اس بے بنیاد الزام کو انھیں کی تحریرات نے فروغ دیا۔ اور آپ نے بھی اپنے عواقب سے غافل ہو کر انھیں کے راگ کو دہرا کر دل کے جلے پھپھولے توڑنے کی ہوس کی ہے۔ مولوی صاحب موصوف کی تحریروں کے متعدد شافی و کافی جوابات شیعوں کیطرف سے طبع ہو کر منظر عام پر آچکے ہیں۔ لہذا محض الزامات کی فہرست کو دہرانے میں عمر عزیز کو

Marfat.com

ضائع کرنے سے زیادہ مناسب آپ کے لئے یہی ہوتا کہ اُن جوابات پر نقد و تبصرہ کرتے جس سے آپ کے جوہر کمالات بھی دنیا پر روشن ہوتے۔ اور عوام الناس کو بحث کے ہر پہلو پر غور کر کے حق و باطل کے پرکھنے کا عمدہ موقع مل جاتا۔

انصاف پسند دنیا میرے اس دعوی کی سچائی میں شبہ نہیں کر سکتی کہ جن لوگوں پر واقعات کربلا کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے اُن کے دلوں میں نور اسلام کا اثر مطلق نہ تھا۔ وہ لوگ اسلام کے دامن پر ایسے بدنما داغوں کی حیثیت رکھتے تھے جن کے مہلک اثرات تا قیامت مٹنے والے نہیں ہیں۔ اس لئے یہ سوال پیدا ہی نہیں ہو سکتا کہ اُن کا تعلق درحقیقت اسلام کے کس فرقہ سے تھا۔ اور وہ کس مذہب کے پیرو تھے۔ مگر چونکہ اس زمانہ میں ان افتراق پسند لوگوں کی طرف سے یہ سوال خواہ مخواہ اٹھایا جاتا ہے جن کے مخصوص اغراض کیلئے اتحاد بین المسلمین سے زیادہ سم قاتل کوئی شئے نہیں ہو سکتی۔ لہذا وقت عزیز کی مفت بربادی کا خیال نہ کرتے ہوئے اس کی تفتیش و تنقیح مناسب معلوم ہوتی ہے کہ اشقیائے کوفہ جس قسم کی اسلامیت کی آڑ لیکر دین و ملت کا خون بہا رہے تھے وہ کس فرقہ کے عقاید مسلمہ پر منطبق ہو سکتی ہے۔ جو مطلب پرست حضرات ناواقف دنیا کو یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ قاتلان امام شیعہ تھے۔ اُن کو یہ بات نظرانداز نہ کر دینی چاہیئے کہ کتب تواریخ کے اوراق جن حقائق و واقعات کی صدیوں سے حفاظت کرتے چلے آتے ہیں اُن پر پردہ ڈالنا آسان کام نہیں ہے۔ اور نہ یہ اُن کے اختیار کی بات ہے کہ واقعات سے نتائج کی طرف عقل سلیم کی رفتار حیلہ و فریب کو سنگ راہ بنا کر روک دی جا سکے۔ یہ حقیقت عالم کی نگاہوں سے پوشیدہ نہیں رکھی جا سکتی کہ نہ صرف وہی لوگ جنکی بداعمالیوں نے دشت کربلا کو خاندان رسالت کے مقدس خون

Marfat.com

سے گلرنگ کر دیا۔ اجماع و شوریٰ کے گرویدہ اور بادی قہر و غلبہ کے فریفتہ تھے۔ خلافت نبویہ کو بیعت اہل حل و عقد کا معمولی کرشمہ تصور کرتے تھے۔ بلکہ جن ارکان ملت نے مدینہ طیبہ کو دارالحرب قرار دیا۔ اور مختلف بلاد و امصار کے لوگوں کو دعوت جہاد دیکر حضرت عثمان کے مقدس خون کو مباح قرار دیا۔ اور حادثہ کربلا کے بعد حرم نبوی میں صحابہ کرام کا خون بے دریغ بہایا۔ ان کی عزت و ناموس کو کمال بیدردی سے برباد کیا نیز حرم خداوندی میں ہنگامہ کارزار گرم کر کے خانۂ خدا کی انتہائی بیحرمتی کے مجرم ہوئے وہ بھی صحابۂ کرام کے انھیں اصول و نظریات کو بنیاد اسلام تصور کرتے تھے۔ اور ان تمام شرمناک کرتوت کے باوجود اس کے مدعی تھے کہ وہ سچے مسلمان ہیں اور جو کچھ کر رہے ہیں وہ فسق و فجور، کفر و الحاد نہیں بلکہ بہت بڑی اسلامی خدمت ہے جسکو انجام دینا ان کا دینی فریضہ ہے۔ مجھے اکابر صحابہ کے ایجاد کئے ہوئے اصول و عقائد پر نقد و تبصرہ اس وقت مد نظر نہیں ہے مگر یہ بات کہنے میں ضرور آتی ہے کہ عہد صحابہ میں جو خیالات و جذبات پھیلائے گئے اور جس طرح کی عملی مثالیں پیش کی گئیں انھیں کے یہ تلخ ثمرات حاصل ہوئے کہ دنیا پرست اور لامذہب افراد کو احکام خداوندی کی کھلی مخالفت، شعائر اللہ کی بیدریغ توہین کے باوجود اپنے آپ کو پیرو اسلام ظاہر کرنے کا موقع ہاتھ آگیا۔ محض اس لئے کہ انھوں نے جو کچھ کیا انھیں اصول و عقاید کی حمایت میں کیا۔ اور صد درجہ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ علماء اسلام نے بھی ان ننگ انسانیت افراد کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے کے عوض ان کی حمایت کا بیڑا اٹھالیا ان کی حرکات و سکنات کی نئی سے نئی تاویلیں کرنے لگے۔ ان کے اعمال و افعال کو ملکۂ اجتہاد کا کارنامہ قرار دیکر واقف دنیا کو بہکا

سمجھایا کہ یہ لوگ مجتہد زمانہ تھے۔ ان کے تمام کرتوت قوت اجتہاد کا نتیجہ تھے۔ لہٰذا ان پر مخالفانہ نکتہ چینی ناروا ہوگی۔ اس مقام پر ناظرین کو ملا علی قاری جیسے عالم متبحر کے مندرجہ ذیل ارشاد کو بہ نظر عبرت ملاحظہ کرکے یہ اندازہ کرلینا چاہیئے کہ علمائے اہلسنت نے کس قدر خالص ارادت اور پختہ عقیدت کے ساتھ اجماع وشوریٰ کے طرفداروں کی حمایت وعیب پوشی کا حق ادا کیا ہے۔ اور بدگمان دنیا کے سامنے ان کے عیوب کو بہتر ظاہر کرنے میں کتنی سرگرم کوششیں کی ہیں۔

ملا علی قاری کی طرف سے عمر ابن سعد کی پرزور حمایت یہ صحابی زادہ مجتہد تھا اس کا انجام بخیر ہوگا

قال ابن معین

عمر ابن سعد کیف یکون من قتل الحسین ثقہ۔ انتھی۔ اقول رحم اللہ ....

من انصف والعجب ممن یخرج حدیثہ فی کتبہم مع علمہم بحالہ ثم کلامہ میرک فیہ انہ لم یباشر قتلہ ولعل حضورہ مع العسکر کان بالرای والاجتہاد ربما حسن حالہ وطاب مآلہ ومن للنبی مسلم عن صدور معصیۃ وظہور

۔۔ خلاصہ عبارت یہ ہے کہ ابن معین نے عمر ابن سعد کی بابت کہا کہ قاتل حسینؑ ثقہ (قابل اعتبار) کیونکر ہوسکتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ خدا انصاف پسندوں پر رحم کرے ....

تعجب تو ان لوگوں سے ہے جو عمر ابن سعد کی احادیث اپنی کتابوں میں اس کی حال جاننے کے باوجود درج کرتے ہیں۔ یہاں تک کلام پورا تمام ہوا۔

(اب ملا علی قاری فرماتے ہیں) اس میں یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ عمر ابن سعد نے تو مباشر قتل حسین ہی نہیں۔ اب رہا یہ لشکر کو فوج کوفہ کے ساتھ تھا تو امید ہے کہ اس میں اس کے اجتہاد کو دخل رہا ہوگا اللہ بعد میں اس کا حال درست اور مآل پاکیزہ ہوگیا ہوگا اور آخر ایسا کون ہوسکتا ہے جو کسی گناہ کے

زلة منه فلو فتح هذا الباب اشكل الامر على ذوی الالباب۔
شرح مشکوٰۃ منقول از اشعۃ اللمعات جلد دوم

ہو اور کسی لغزش کے ظاہر ہونے سے محفوظ و سالم رہ گیا ہو۔ (پھر بالخصوص عمر ابن سعد کے بے اعتبار ٹھہرانے کی کیا وجہ) اگر اتنی سی بات اس پر بے اعتمادی کا دروازہ کھول دیا جائے تو صاحبان عقل مشکل میں پڑ جائیں گے۔

دیکھئے یہ وہی عمر ابن سعد ہے جو باعتبار مورخین محض حکومت رے کی طمع میں قاتلان حسینؑ کی فوج کا قائد اعظم اور مطلق العنان امیر الامرا بنکر آیا تھا۔ اور جملہ کاروائیاں اس کی مرضی اور احکام وہدایت کے ماتحت واقع ہوئیں۔ ملا علی قاری اس کی مخلصانہ طرفداری وحمایت فرمارہے ہیں۔ اولاً یہ عذر کیا کہ وہ خود مباشر قتل حسینؑ نہ تھا یہ حادثہ کبریٰ اس کے ہاتھوں سے واقع نہیں ہوا۔ رہا لشکر کے ساتھ اس کا حاضر رہنا تو امید کہ یہ فعل اس کا اجتہاد کی بنا پر واقع ہوا ہوگا۔ ثانیاً یہ توقع ظاہر کیگئی کہ اس کا حال درست اور انجام پاک اور بخیر ہو گیا ہوگا۔ اس کلام میں واقعہ قتل فرزند رسولؐ اور بربادی خاندان رسالت کی عظمت واہمیت کو جس حد تک گھٹا کر ظاہر کیا گیا ہے وہ ارباب نظر سے پوشیدہ نہیں رہ سکتی۔ کاش اسی پر قناعت کی ہوتی۔ مگر ایسا نہیں ہوا۔ بلکہ صاف صاف اس بدترین جرم کو ان معمولی معصیتوں اور ہلکی لغزشوں میں داخل کیا گیا جس سے انسان عام طور پر محفوظ نہیں رہ سکتا۔ لوگوں سے عموماً سرزد ہوا ہی کرتے ہیں۔ لہذا قابل اعتنا نہ ہوں گی۔

عمر ابن سعد کی خطاؤں پر نظر کرنا ارباب عقل کو مشکل میں ڈالدیگا

آخر کلام میں نہایت ایمانداری سے عجیب لیکن مگر حق بات ارشاد فرمائی ہے کہ اگر ایسے ہی

امور کو وجہ الزام بنا کر ایک مرتبہ جرح و قدح کا فتح الباب کر دیا جائے تو ارباب عقل گرفتار مشکلات ہو جائیں گے۔ اس ارشاد نے یہ حقیقت بالکل بے نقاب کر دی کہ عمر بن سعد نے جو کچھ کیا وہ کوئی نئی بات نہ تھی جس میں وہ منفرد و لاثانی رہا ہو۔ بلکہ دیگر اکابر ملت و مقتدایان مذہب بھی ایسی ہی لغزشوں اور معصیتوں (یعنی بغض و عداوت اہلبیت اور ایذا و تذلیل عترت طاہرہ) سے پاکدامن نہ تھے۔ لہذا اگر عمر بن سعد کے خلاف نکتہ چینی اور بے اعتمادی کا دروازہ کھول دیا گیا تو ارباب عقل بڑی مشکل میں پھنس جائیں گے۔ تمام مذہبی روایات نا قابل اعتبار ہو جائیں گی اور مذہب کی خیر نہ رہے گی۔

قاتلان حسین کی مذہبی حالت کا انکشاف تنقیحات ذیل پر منحصر ہے

اس سوال کے حل ہونے کیلئے کہ قاتلان امام کس فرقہ سے ظاہری تعلق رکھتے تھے۔ مندرجہ ذیل امور کی تنقیح لازم ہے۔

(۱) شیعہ امامیہ اور اہلسنت والجماعت کے مابین امامت و خلافت کے معاملہ میں بنیادی و اصولی اختلافات کیا ہیں۔؟

(۲) قرون اولیٰ میں شیعہ امامیہ (بقول اہلسنت روافض) ہی لقب "شیعہ" سے ملقب تھے۔ یا اہلسنت بھی اسی لقب سے یاد کئے جاتے تھے۔؟

(۳) صحابہ کرام اور اہل کوفہ کی اکثریت نے جناب امیرؑ کی بیعت و اطاعت کن اصول کے ماتحت قبول کی تھی۔ اور یہ لوگ دیگر خلفائے راشدین کے باب میں کیا عقیدہ رکھتے تھے۔؟

(۴) قتل عثمان اور واقعہ ہائلہ حرہ۔ اور بے حرمتی خانہ کعبہ کے ایسے شرمناک جرائم کن لوگوں سے واقع ہوئے۔ اور ان کے متعلق اہلسنت کس قسم کا عقیدہ رکھتے ہیں؟

(ز) سبط رسولؐ، شہید مظلوم امام حسینؑ علیہ السلام کی شہادت کبریٰ کے واقعہ میں صحابہ کرام و تابعین کا کیا رویہ رہا۔ اور اُن کی کوئی فرد قاتلان امام کی فوج میں معروف کار تھی یا نہیں۔ اور جو لوگ اہلبیتؑ کی تذلیل و خانہ بربادی کے اصل بانی و ذمہ دار تھے اُن کیطرف سے علمائے اہلسنت کے عقائد و خیالات کیا ہیں۔؟

تنقیح اول:۔ امر اول کی تنقیح کیلئے زیادہ کد و کاوش کی ضرورت نہیں۔ اگرچہ توحید و نبوت وغیرہ اصول دین میں بھی ان دونوں فرقہائے اسلام کے مابین شدید قاطع اختلاف عقاید موجود ہے۔ لیکن بالخصوص مسئلہ امامت و خلافت میں بنیادی اختلاف اس حد تک شہرت پذیر ہو چکے ہیں کہ ان کی تفصیل غیر ضروری ہو گئی ہے۔ پھر بھی چند علمائے اہلسنت کی تحریرات یہاں نقل کیجاتی ہیں۔ جن سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس مسئلہ میں یہ دونوں فرقے کس حد تک متضاد عقاید رکھتے ہیں۔ شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی کی مشہور کتاب "تحفہ اثنا عشریہ" کے مندرجہ ذیل اقتباسات مسئلہ امامت میں شیعہ و سنی کے اصولی اختلافات کو واضح کر دینے کیلئے کافی ہوں گے۔

عقیدہ سوم آنکہ امام را معصوم بودن از خطا در علم اجتہاد ضرور نیست و نہ امتناع صدور گناہ از شرط امامت است آرے در وقت نصب باید کہ مرتکب کبائر و مصر بر صغائر نباشد کہ معنی عدالت ہمیں است مذہب اہلسنت و شیعہ خصوصاً امامیہ و اسماعیلیہ

"تیسرا عقیدہ یہ کہ علم و اجتہاد میں امام کو معصوم ہونا ضروری نہیں ہے۔ اور نہ صدور گناہ کا ممتنع ہونا شرط امامت ہے۔ ہاں یہ البتہ ہونا چاہیئے کہ نصب خلافت کے وقت وہ شخص کبیرہ گناہوں کا مرتکب اور صغائر پہ اصرار کرنے والا نہ ہو۔ عدالت کے یہی معنی ہیں۔ اور اہلسنت کا مذہب یہی ہے شیعہ خصوصاً امامیہ و اسماعیلیہ کہتے ہیں کہ علم و عمل میں خطا

گویند کہ اما عصمت از خطا در علم و از گناہ در عمل بمعنی امتناع صدور کہ خاصہ انبیاست شرط امامت ست۔

و گناہ سے معصوم ہونا اسی معنی سے شرط امامت ہے جو کہ انبیاء کیلئے مخصوص ہے (یعنی امام سے بھی صدور گناہ اسی طرح ممتنع ہونا چاہیے جس طرح انبیاء سے ممتنع ہونا لازم اور شرط نبوت ہے)۔

عقیدۂ چہارم امام را لازم نیست کہ منصوص باشد۔ واجب ست کہ وقت حاجت بر وفق مصلحت آں وقت یکی را از خود رئیس سازند...... و امامیہ گویند کہ نصب امام بر خدا واجب است پس میباید کہ منصوص باشد از جانب خدا۔

چوتھا عقیدہ یہ کہ امام کو خدا کی جانب سے منصوص ہونا لازم نہیں ہے کیونکہ اس کا نصب کرنا مکلفین کے ذمہ واجب ہے کہ بوقت حاجت مصلحت وقت کے موافق اپنی جماعت میں کے ایک شخص کو اپنا رئیس بنالیں...... امامیہ کہتے ہیں کہ امام کا مقرر کرنا خدا پر واجب ہے لہذا ضروری ہے کہ خدا کی جانب سے منصوص ہو۔

عقیدۂ پنجم۔ آنکہ امام را لازم نیست کہ عند اللہ افضل از جمیع اہل عصر خود باشد۔

پانچواں عقیدہ یہ ہے کہ امام کیلئے یہ لازم نہیں ہے کہ خدا کے نزدیک اپنے زمانہ کے تمام لوگوں سے افضل ہو۔

عقیدۂ ششم آنکہ امام بعد از رسول ص بلا فاصلہ ابوبکر صدیق ست و ہمیں ست...... مذہب اکثر اہل اسلام و شیعہ منفرد اند بانکار ایں عقیدہ و قدر مشترک در جمیع فرق شیعہ آنست کہ امام بعد از رسول ص

چھٹا عقیدہ یہ کہ امام بعد رسول ص بلا فاصلہ ابوبکر صدیق ہیں۔ اور اکثر اہل اسلام کا یہی مذہب ہے۔ شیعہ اس عقیدہ کے انکار میں منفرد ہیں۔ اور شیعوں کے تمام فرقے اس رائے میں مشترک ہیں کہ امام بعد رسول ص بلا فاصلہ جناب امیر ہیں۔ اور ابوبکر غاصب

بلا فاصلہ جناب امیرؑ ست وابوبکر غاصب بود بتغلب وحیلہ حضرت امیرؑ را از منصب امامت دفع نمود وخود برآں قائم شد۔	تھے۔ انھوں نے تغلب (زبردستی) وحیلہ سے جناب امیرؑ کو منصب امامت سے ہٹادیا اور خود جم گئے۔

ان تمام اقتباسات سے مندرج ذیل اختلافات عقائد کی تشریح ہوتی ہے۔

(۱) اہلسنت کے نزدیک خطا وعصیان سے امام کو معصوم ہونا ضروری نہیں ہے۔ مگر شیعہ امامیہ کا عقیدہ مسلمہ اس کے خلاف ہے۔ اُن کے نزدیک امام کو علم وعمل میں عصمت مطلقہ کے اس درجہ پر ہونا لازم ہے جو انبیاء کا خاصہ ہے۔ عصمت کے معاملہ میں ان کے نزدیک نبی وامام میں کوئی فرق نہیں ہے۔

(۲) اہلسنت کا عقیدہ یہ ہے کہ امام کو خداوند عالم کی جانب سے منصوص ہونا لازم نہیں ہے۔ بلکہ شاہ صاحب کے متعدد ارشادات میں اس کی تصریح موجود ہے کہ امام کا خدا کی جانب سے منصوص ہونا مفاسد کا سبب ہوگا۔ منصوص نہ ہونا ہی انسب اور مصلحت سے قریب تر صورت ہے۔ اس کے خلاف شیعوں کا عقیدہ یہ ہے کہ بدون نص خداوند عالم کوئی شخص امام نہیں ہوسکتا۔ اور نہ خلق اللہ کو اس کا اختیار ہے۔ کہ کسی شخص کو کسی عنوان سے امام برحق بنا سکے۔

(۳) امام کو خدا کے نزدیک تمام اہل زمانہ سے افضل ہونا اہلسنت لازم نہیں سمجھتے۔ اُن کا عقیدہ یہ ہے کہ افضل کے ہوتے ہوئے اس سے کم درجہ کا شخص بھی اس منصب جلیل پر فائز کیا جاسکتا ہے۔ مگر شیعہ امامیہ کا عقیدہ اس سے مختلف ہے ان کے نزدیک افضلیت مطلقہ شرط امامت ہے۔

(۴) اہلسنت کے تمام فرقے بعد رسولؐ حضرت ابوبکر کو امام بلا فصل مانتے ہیں۔

مگر شیعہ امامیہ کا عقیدہ یہ ہے کہ امام بلا فصل جناب امیرؑ ہیں۔ اور خلافت و امامت کے باب میں حضرات شیخین کے متعلق اس فرقہ کے عقائد وہی ہیں جن کی ترجمانی نشا ہمضا جب کے الفاظ کر رہے ہیں۔ اور وہ عقائد خود جناب امیر المومنینؑ اور عم رسولؐ جناب عباس کے اُن خیالات کی پیروی کرتے ہوئے قائم کئے گئے ہیں۔ جن کی تصریح مسلم کی اس حدیث میں کی گئی ہے۔

قال فلما توفی رسول اللہ صلعم قال ابوبکر انا ولی رسول اللہ فجئتما تطلب میراثک من ابن اخیک ویطلب ھذا میراث امرأتہ من ابیھا فقال ابوبکر قال رسول اللہ صلعم ما نورث ما ترکنا ہ صدقۃ فرأیتماہ کاذبا آثما غادرا خائنا واللہ یعلم انہ لصادق راشد تابع للحق ثم توفی ابوبکر وانا ولی رسول اللہ وولی ابوبکر فرأیتمانی کاذبا آثما غادرا خائنا واللہ یعلم انی لصادق راشد تابع للحق الخ

(صحیح مسلم جلد ثانی مطبوعہ مصر ص؟)

(حضرت عمر جناب امیرؑ و جناب عباسؓ کو مخاطب ہو کر فرماتے ہیں کہ) جب آنحضرتؐ نے وفات پائی تو ابوبکر نے کہا کہ میں رسول کا ولی ہوں پس تم ان کے پاس اپنی میراث مانگنے کیلئے آئے تم (عباس) اپنے بھتیجے کی طرف سے میراث کے دعویدار تھے۔ اور یہ (علی ابن ابیطالب) اپنی بیوی کی میراث ان کے باپ کی طرف سے طلب کر رہے تھے ابوبکر نے جواب دیا کہ رسولؐ نے فرمایا ہے ہم کسی کو وارث نہیں بناتے۔ جو کچھ چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔ اس جواب پر تم نے اُن بزرگ کو جھوٹا، گنہگار، غدار، خائن سمجھ لیا حالانکہ خدا جانتا ہے کہ وہ سچے پاکباز، ہدایت یافتہ، اور تابع حق تھے۔ پھر جب وہ دنیا سے گئے اور میں نے کہا کہ میں رسولؐ اور ابوبکر کا ولی ہوں تو تم لوگوں نے مجھے بھی جھوٹا گنہگار،

[illegible] غدار، خائن ٹھہرایا۔ حالانکہ خدا کو معلوم ہے کہ علی سچا، راست باز، صاحب رشد [illegible]
[illegible] اور تابع حق ہوں۔ [illegible]

ان تمام اختلافات کے واضح ہو جانے کے بعد بھی اگر اس دعوی پر اصرار کیا جائے کہ جن کوفیوں پر قتل امام کا الزام عائد ہوتا ہے وہ شیعہ امامیہ تھے۔ تو یہ بھی ثابت کرنا ہوگا کہ وہ مذکورہ بالا شیعی عقائد و خیالات کے پیرو تھے۔ اور اہلسنت کے عقائد مندرجہ بالا سے ان کو کوئی علاقہ نہ تھا۔ اس کا ثبوت نہ دینے کی صورت میں شیعہ امامیہ کو ملزم ٹھہرانے کی نیت سے اس طعن آمیز دعوے کو دہراتے رہنا ایک ایسا عمل ہوگا جس پر حماقت و بلے والشی بھی خندہ زن ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی۔

تنقیح دوم: ۔ امر دوم کی تنقیح پہلی تنقیح سے وابستہ ہے۔ جبکہ کسی شہادت سے یہ ثابت کرنا ممکن نہیں ہے کہ جاہل کوفہ خاندان رسالت کی تباہی کے مجرم تھے۔ اور ارتکاب جرم سے پیشتر اس خاندان کے بظاہر طرفدار نظر آتے تھے وہ تولا و تبرا میں عقائد شیعہ امامیہ کے پیرو تھے۔ امیر المومنین کو معصوم مطلق و امام بلا فصل تسلیم کرتے تھے۔ نیز حضرات شیخین کی شان میں وہی ناگفتہ بہ جذبات و خیالات رکھتے تھے۔ جو شاہ عبد العزیز کے ارشادات اور حدیث صحیح مسلم میں مذکور ہیں تو لا محالہ یہ ماننا پڑے گا کہ ان کے تشیع کی اصلیت بس اتنی ہی تھی کہ بعد قتل عثمان امیر المومنین کو چوتھا خلیفہ تسلیم کرتے ہوئے آپ کی بیعت و اطاعت انھیں اصول و نظریات کے ماتحت قبول کر لی تھی جو پہلے سے دلوں پر نقش ہو چکے تھے۔ یہ ہرگز ثابت نہیں کیا جا سکتا کہ حضرت عمر کے آباد کردہ شہر کوفہ کے باشندے تبرائی مذہب میں داخل ہو چکے تھے۔ کتب تواریخ شاہد ہیں کہ بعد قتل حضرت عثمان خود صحابہ کرام اور ان کے تابعین

دو جماعتوں میں منقسم ہو گئے تھے۔ ایک جماعت نے اصول اجماع کے ماتحت امیرالمومنینؑ کی بیعت قبول کی۔ وہ "شیعہ علی" کے لقب سے ملقب ہو گئے۔ دوسری جماعت نے آپ کی خلافت تسلیم کرنے سے قطعی انکار کر دیا۔ اس کا لقب "عثمانیہ" مشہور ہوا ان میں سے چند سربرآوردہ اشخاص کے اسماء بنابر تصریح مورخ ابن اثیر یہ ہیں:-

وبايعت الانصار الا نفراً يسيراً منهم حسان بن ثابت وكعب بن مالك ومسلمة بن مخلد وابوسعيد الخدري ومحمد بن مسلمة والنعمان بن بشير وزيد بن ثابت ورافع بن خديج وفضالة بن عبيد وكعب بن عجرة وكانوا عثمانية	"گروہ انصار نے جناب امیرؑ کی بیعت کی مگر چند حضرات اس سے مستثنیٰ رہے ان کے نام یہ ہیں۔ حسان بن ثابت، کعب بن مالک، مسلمہ بن مخلد، ابوسعید خدری۔ محمد بن مسلمہ، نعمان بن بشیر، زید بن ثابت، رافع بن خدیج۔ فضالہ بن عبید، کعب بن عجرہ یہ لوگ عثمانی جماعت بن گئے تھے۔"

(کامل جلد ۳ ص۷۸)

نیز طبقات ابن سعد میں ہے۔ جلد ۶ ص۸۵۔

كان زرار بن حبيش يحب علياً وكان ابو وائل يحب عثمان	"زرار بن حبیش محب علیؑ تھے۔ اور ابووائل عثمان کی محبت رکھتے تھے۔"

پھر اسی کتاب میں مذکور ہے۔ جلد ۶ ص۸۵۔

قال رأيت عبد الرحمن بن ابي ليلى و عبد الله بن حكيم وكان هذا يحب علياً وهذا يحب عثمان۔	"میں نے عبدالرحمٰن ابن ابی لیلیٰ اور عبداللہ بن حکیم کو دیکھا۔ وہ (عبدالرحمان) علیؑ کو دوست رکھتے تھے اور یہ (عبداللہ) عثمان سے محبت رکھتے تھے۔"

Marfat.com

تمام اہل شام انھیں صحابۂ کرام وتابعین عظام کی پیروی کرکے عثمانیہ جماعت بن گئے تھے بمقابلہ اُن کے اکثر اہل کوفہ نے حضرت امیرالمومنینؑ کا ساتھ دیا اور "شیعہ علی" کے لقب سے مشہور ہوئے۔ مگر یہ بات نہ تھی کہ جماعت عثمانیہ کے خیالات رکھنے والے کوفہ میں موجود نہ رہے ہوں۔ بلکہ وہاں بھی عثمانیہ خیالات وجذبات رکھنے والے کثیر تعداد میں موجود تھے۔ تاریخ کامل میں ہے۔ جلد ۳ صـ ۱۲۹۔

ثم مضى حتى مر بالناعطين وكان كلهم عثمانيه۔

۔ جناب امیر کا گذر ناعطین کیطرف سے ہوا۔ یہ لوگ سب کے سب عثمانی تھے۔

مورخ ابن اثیر تاریخ کامل میں لکھتے ہیں۔ جلد ۴۔ صـ ۹۲۔

ونادوا في الجبانة يا لثارات الحسينؑ فسمعها يزيد بن عمير الهمداني فقال يا لثارات عثمان فقال لهم رفاعة بن شداد ما لنا ولعثمان لا اقاتل مع قوم يبغون دم عثمان۔

۔ یعنی جب انصار مختار نے مقام جبانہ میں پہونچکر یالثارات الحسینؑ کی آواز بلند کی تو یزید بن عمیر ہمدانی نے ان کی صدا سنکر یالثارات عثمان کا نعرہ مارا۔ رفاعہ بن شداد نے لوگوں سے کہا کہ ہم کو عثمان سے کیا غرض۔ میں اس قوم کے ساتھ ہو کر نہ لڑوں گا جو خون عثمان کا قصاص چاہتی ہو۔

آیندہ معلوم ہوگا کہ میدان کربلا میں ایسے لوگ موجود تھے جو انصار حسینؑ کے مقابلہ میں جماعت عثمانیہ کے جذبات کا علانیہ اظہار کر رہے تھے۔ اور ان کے طرز عمل سے یہ بات پوشیدہ نہیں رہ گئی تھی کہ وہ خون عثمان کا انتقام لینے کے لئے فرزند رسولؐ کے مقابلہ میں صف آرا ہوئے ہیں۔ پھر ان باتوں سے چشم پوشی کرکے قاتلان حسینؑ پر شیعیت کا الزام لگانا کسی طرح عقلمندی کا مقتضی نہیں ہوتا۔

۱۵۳۷۵

Marfat.com

علمائے اہلسنت کے بیانات، زمان سابق میں اہلسنت ہی "شیعہ علی" کہے جاتے تھے

علمائے اہلسنت نے بکمال فخر و ناز اس کی تصریح فرمائی ہے کہ قرون اولیٰ میں اہلسنت ہی "شیعہ علی" کہے جاتے تھے۔

شاہ عبدالعزیز صاحب "تحفہ اثنا عشریہ" میں لکھتے ہیں :-

بایددانست کہ فرقہ سنیہ و تفضیلیہ اندر زمان سابق بشیعہ ملقب بودند چوں غلاۃ و روافض و زیدیہ و اسماعیلیہ باین لقب خود را ملقب کردند خوفاً من الالتباس، فرقہ سنیہ و تفضیلیہ خود را باہلسنت وجماعت ملقب کردند۔ حالا واضح شد کہ آنچہ در کتب قدیمہ واقع میشود کہ فلاں من الشیعہ او من شیعۃ علی حالانکہ او از رؤسائے اہلسنت وجماعت است راست است۔ تحفہ ص۱۱ ۔

"جاننا چاہیئے کہ فرقہ سنیہ و تفضیلیہ زمان سابق میں "شیعہ" سے ملقب تھے۔ جب غلاۃ و روافض و زیدیہ و اسماعیلیہ نے اپنے لئے یہ لقب اختیار کر لیا تو اشتباہ کے خوف سے فرقہ سنیہ و تفضیلیہ نے اپنا لقب اہلسنت وجماعت قرار دے لیا۔ اس سے واضح ہوا کہ پرانی کتابوں میں جہاں یہ کہا گیا ہے کہ فلاں شخص شیعہ ہے اور فلاں شخص شیعہ علیؑ ہے۔ حالانکہ وہ مذہب اہلسنت کے رؤساء میں سے ہے تو یہ بات بالکل درست ہے۔"

نیز اسی کتاب میں ہے :-

فرقہ شیعہ اولیٰ و شیعہ مخلصین کہ پیشوایان اہلسنت وجماعت اند بر روش جناب مرتضوی بودند۔

"فرقہ شیعہ اولیٰ و شیعہ مخلصین جو کہ اہلسنت کے پیشوا ہیں۔ جناب مرتضیٰؑ کی روش پر چلتے تھے۔"

ایک دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں :-

Marfat.com

شیعہ اولیٰ عبارت اند از جمیع مہاجرین والنصار کہ اکثر آنہا در رکاب سعادت مآب جناب مرتضوی بحروب لغات قیام ورزیدہ اند۔

"شیعہ اولیٰ سے مراد جمیع مہاجرین و انصار ہیں جن میں سے اکثر نے ہمراہ رکاب سعادت مآب جناب مرتضیٰ ع باغیوں سے جدال و قتال کیا۔

پھر اسی کتاب میں لکھتے ہیں :-

اول کسیکہ بشیعہ ملقب شد جماعت از مہاجرین و انصار و تابعین ایشان اند کہ بمشایعت و متابعت حضرت مرتضیٰ ازو در وقتیکہ جناب ایشان خلیفہ شدند۔ صـ۱۸

"پہلے جو لوگ "شیعہ" سے ملقب ہوئے وہ مہاجرین و انصار اور ان کے تابعین تھے۔ جنھوں نے حضرت مرتضیٰ ع کی پیروی اس وقت اختیار کی جبکہ آپ خلیفہ ہوئے۔

علامہ ابن حجر مکی صواعق محرقہ لکھتے ہیں :-

وشیعة اهل البیت هم اهل السنة والجماعة لانهم الذین احبوهم کما امرهم الله ورسوله واما غیرهم فاعداءهم فی الحقیقة۔

"اہلسنت وجماعت ہی شیعہ اہلبیت ہیں کیونکہ یہی لوگ حکم خدا اور رسول ص کے موافق انکی محبت رکھتے ہیں۔ اہلسنت کے سوا دوسرے لوگ درحقیقت محب اہلبیت نہیں۔ بلکہ ان کے دشمن ہیں۔

علامہ ذہبی میزان الاعتدال میں تذکرہ ابان بن تغلب میں لکھتے ہیں :-

ابان بن تغلب الکوفی شیعی لکنه صدوق وقد وثقه احمد وابن معین وابو حاتم وکان غالیا فی التشیع فلقائل ان یقول کیف ساغ توثیق

"خلاصہ عبارت یہ ہے۔ ابان بن تغلب کوفی شیعہ تھا مگر سچا تھا۔ احمد و ابن معین و ابو حاتم نے اس کی توثیق کی ہے۔ اور ابو حاتم کا قول ہے کہ تشیع میں غالی تھا اس مقام پر کہنے والا یہ کہہ سکتا ہے کہ کسی

Marfat.com

فمبتدع وحد الثقة العدالة والاتقان
فكيف يكون عادلا من هو صاحب بدعة
وجوابه ان البدعة على ضربين صغرى
كغلو التشيع او كالتشيع بلا غلو ولا تحرف
فهذا كثير في التابعين وتابعيهم
مع الدين والورع والصدق فلو رد
حديث هؤلاء لذهب جملة من الآثار
النبوية وهذه مفسدة بينة والبدعة
الكبرى كالرفض الكامل والغلو فيه
والحط على ابي بكر وعمر والدعاء
الى ذلك فهذا النوع لا يحتج بهم
ولا كرامة - (جلد اول ص۵)

بدعتی شخص کی توثیق (قابل اعتبار ٹھہرانا) کیونکر
جائز ہوا۔ حالانکہ ثقہ کی تعریف عدالت ہے
اور صاحب بدعت کسطرح عادل ہوگا۔ اس
سوال کا جواب یہ ہے کہ بدعت کی دو قسمیں ہیں ایک
بدعت صغریٰ مثلاً غلو تشیع یا تشیع بلا غلو یہ قسم
بدعت بہت سے تابعین اور ان کے اتباع
میں صاحب دین و ورع و صدق ہونیکے
باوجود پائے جاتے تھے۔ پس اگر ان کی حدیثوں
کو غیر معتبر کر دیا جائے تو آثار نبوت کا بڑا حصہ
ہاتھ سے جاتا رہیگا۔ اور یہ ایک کھلا ہوا مفسدہ
ہے۔ دوسری قسم بدعت کبریٰ ہے مثلاً
رفض کامل اور رافضیت میں غلو اور ابوبکر و
عمر کی قدر و منزلت کو گھٹانا۔ اور اس کیطرف دوسروں کو دعوت دینا
تو اس قسم کی بدعت کرنے والوں کو ہم لائق احتجاج نہیں ٹھہرا سکتے۔
اور نہ ان میں کوئی کرامت سمجھتے۔

عامر بن واثلہ صحابی کا تشیع۔ حافظ ابن عبد البر کتاب استیعاب میں لکھتے ہیں

کان ابو الطفیل عامر بن واثلة یتشیع
فی علی ویفضله ویثنی علی الشیخین ابی بکر
وعمر رضی الله عنهما ویترحم علی عثمان

ابو الطفیل عامر بن واثلہ صحابی علیؓ کے بارے
میں شیعی خیالات رکھتے تھے۔ اور شیخین کے مداح
و ثناخواں تھے۔ اور حضرت عثمان پر ترحم کرتے تھے۔

Marfat.com

امام نسائی کا تشیع :- ابن خلکان نے امام نسائی کے حالات کے ذیل میں لکھا ہے :-

الامام ابو عبد الرحمن بن شعیب النسائی خرج الی دمشق و دخل فسئل عن معاویۃ وما روی عن فضائلہ فقال ما اعرف لہ فضیلۃ الا لا اشبع اللہ بطنہ وکان یتشیع فما زالوا یدفعون فی خصیتہ حتی اخرجوہ من المسجد (وفیات الاعیان)

"امام نسائی داخل دمشق ہوئے تو وہاں کے لوگوں نے ان سے معاویہ کے باب میں اظہار خیال کی فرمائش کی اور وہ حدیثیں پوچھیں جو فضائل معاویہ میں مروی ہیں۔ انھوں نے جواب دیا کہ میں لا اشبع اللہ بطنہ کے سوا اور کچھ نہیں جانتا۔ امام نسائی تشیعی خیالات رکھتے تھے۔ ان کے اس جواب پر لوگوں نے ان کے خصیتین میں ٹھوکر مار کر مسجد سے باہر نکال دیا۔"

(اہلسنت کی یہ سعادت مندی قابل صد آفرین ہے۔ مترجم)

تشیع امام حاکم - حافظ ذہبی "تذکرۃ الحفاظ" میں لکھتے ہیں :-

قال ابن طاھر سئالت ابا اسماعیل — ابن طاہر کہتے ہیں۔ میں نے ابو اسماعیل انصاری سے

لہ ابو اسماعیل انصاری نے امام حاکم جیسی جلیل القدر شخصیت کو "رافضی خبیث" کا لقب محض اس جرم میں دیا کہ وہ دشمنان جناب امیرؑ معاویہ و اولاد معاویہ سے منحرف تھے حالانکہ وہ ائمہ روساء مذہب اہلسنت میں اس قدر بلند پایہ بزرگ تھے کہ ان کے کمالات و مناقب کو لکھنے کیلئے ایک مستقل رسالہ درکار ہوگا۔ اور بنا بر تصریح حافظ ذہبی تعظیم شیخین بہر حال کرتے تھے۔ اس لئے ثابت ہوا کہ جس طرح کسی شخص کا شیعہ علیؑ کہا جانا زمان سابق کی اصطلاح کی بنا پر اس کے شیعہ امامیہ ہونے کا ثبوت نہیں ہے۔ اسی طرح "رافضی" کا لقب بھی علماء اہلسنت کی اصطلاح و عرف خاص میں کسی شخص کے پیرو عقاید شیعہ امامیہ ہونے کا کافی ثبوت نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ احتمال بہر حال رہے گا کہ یہ لقب "رافضی" اسکو معتقد و مرید شیخین ہونیکے باوجود محض اس جرم میں عطا کیا گیا ہو کہ معاویہ و آل معاویہ کیجانب سے اسکے خیالات اچھے نہ تھے۔

Marfat.com

الانصاری عن الحاکم فقال ثقۃ فی الحدیث رافضی خبیث ثم قال ابن طاہر کان شدید التعصب للشیعۃ فی الباطن وکان یظہر التسنن فی التقدیم والخلافۃ وکان منحرفا عن معاویۃ وآلہ متظاہر بذالک ولا یعتذر منہ قلت اما انحرافہ عن خصوم علیؑ فظاہر واما امر الشیخین فمعظم لہما الکا حال فہو شیعی لا رافضی۔ انتہی۔

حاکم کی بابت سوال کیا تو انہوں کہا کہ حدیث میں تو ثقہ ہے مگر رافضی خبیث ہے۔ پھر ابن طاہر کہتے ہیں کہ وہ باطن میں نہایت متعصب شیعہ تھا اور تقدیم شیخین وخلافت کے بارے میں اظہار تسنن کیا کرتا تھا۔ اور معاویہ وآل معاویہ سے کھلم کھلا منحرف تھا۔ اور اپنی اس روش سے کوئی عذر نہیں کرتا تھا۔ (حافظ ذہبی فرماتے ہیں) میں یہ کہتا ہوں کہ اس کا دشمنان علیؑ سے منحرف ہونا تو ظاہر ہے۔ اب رہا شیخین کا معاملہ تو وہ ان حضرات کی تعظیم بہر حال کرتا تھا۔ پس وہ شیعی تھا۔ رافضی نہیں تھا۔

علامہ سیوطی نے کتاب تدریب الراوی میں اور ابن قتیبہ دینوری نے کتاب المعارف میں ایک لمبی فہرست ان لوگوں کی مرتب کی ہے جو آئمہ مذہب اہلسنت اور موثق رواۃ احادیث ہونے کے باوجود شیعہ کے لقب سے ملقب کئے گئے ہیں۔ اس فہرست کو نقل کرنا باعث طوالت تحریر ہوگا۔ لہذا اس سے قطع نظر کر کے اتنا ہی کہنے پر اکتفا کی جاتی ہے کہ اگر ان عظیم الشان شخصیتوں اور جلیل القدر ہستیوں کا تشیع وہی خصوصیات رکھتا ہوتا جو روافض میں پائی جاتی ہیں۔ تو ان کو یہ شرف کب حاصل ہو سکتا کہ وہ صحاح ستہ بالخصوص صحیحین کے رواۃ احادیث میں شامل ہوں۔ حالانکہ اکابر آئمہ اہلسنت نے صاف کہا ہے کہ خوارج کی روایت تو قابل تسلیم ہو سکتی ہے

Marfat.com

لیکن روافض کی بیان کی ہوئی حدیث تو کیا ان کی گواہی کسی دوسرے معاملہ میں بھی قابل اعتبار نہیں ٹھہرائی جا سکتی۔

توثیق خوارج امام ابوداؤد کی زبان سے :-

حافظ جلال الدین السیوطی کتاب تدریب الراوی میں فرماتے ہیں :-

قال ابوداؤد لیس فی اهل الاهواء اصح حدیثاً من الخوارج

امام ابوداؤد کا قول ہے کہ بدعتیوں میں خوارج سے زیادہ صحیح الحدیث کوئی نہیں ہے۔

رافضیوں کی گواہی قبول نہیں کی جا سکتی

امام نووی منہاج شرح مسلم میں لکھتے ہیں :-

قال امامنا الشافعیؓ اقبل شهادة اهل الاهواء الا الخطابیة یعنی الرافضة :-

ہمارے امام شافعی نے فرمایا ہے کہ میں خطابیہ یعنی رافضیوں کے سوا تمام بدعتی لوگوں کی گواہی قبول کر لیتا ہوں۔

علمائے اہلسنت کے نزدیک تشیع و غلو فی التشیع کا معیار کیا ہے

ابن حجر عسقلانی نے مقدمہ فتح الباری شرح بخاری میں تشیع اور غلو در تشیع کا اصل معیار اور مفہوم بیان کیا ہے۔

آپ کا کلام مندرجہ ذیل کیا جاتا ہے۔ اس کو بغور پڑھو معلوم ہو جائیگا کہ زمانہ سابق کا تشیع غلو کے مرتبہ پر پہونچکر بھی اپنے اندر وہ خصوصیات حاصل نہ کر سکا جو شیعہ امامیہ میں پائی جاتی ہیں۔ لہذا اس زمانہ کے لوگوں کا شیعہ غالی کے لقب سے مشہور ہونا بھی اُن کے شیعہ امامیہ ہونے کا ثبوت نہیں ہو سکتا۔

التشیع محبة علیؓ وتقدیمه علی الصحابة — یعنی محبت علیؓ اور آپ کو صحابہ سے مقدم سمجھنا

فمن قدمه علی ابی بکر و عمر فهو غالٍ فی التشیع — تشیع ہے اور جو شخص آپ کو ابوبکر و عمر پر مقدم سمجھے وہ تشیع میں غلو کرنے والا ہے۔

اس کلام سے ظاہر ہوا کہ علمائے فرقہ سنیہ کی اصطلاح میں "تشیع" بس اسی کا نام ہے کہ علیؑ کی محبت دل میں ہو اور حضرت کو ابوبکر و عمر کے سوا دیگر صحابہ پر مقدم سمجھا جائے۔ اور حضرات ابوبکر و عمر پر تقدم کا اعتقاد رکھنا غلو در تشیع کا معیار ہے اور ایسا شخص شیعہ "غالی" کہا جائیگا۔ اگرچہ ان حضرات کے فضائل و مناقب کا صادق دل سے اقرار و اعتراف کرتا ہو۔ اُن کی روحانی بیعت کے دائرہ سے اس کا قدم باہر نکلا ہو۔ پھر انصاف کرو کہ اہل کوفہ کا شیعہ یا شیعہ غالی کہا جانا بھی اس بات کا ثبوت کیونکر ہوسکتا ہے کہ وہ رافضیوں کے عقاید رکھتے تھے۔ اور ان کے اعمال کو رافضیوں کے سامنے طعن والزام کے طور پر پیش کرنا عقل و دانش کو رسوا کرنا ہے یا نہیں۔؟

کیا صحابہ کرام بھی رافضی تھے۔؟

غلو در تشیع کے اس معیار و مفہوم کے مطابق صحابہ کرام کی صف اول میں بھی ایسی مقدس شخصیتیں نظر آئیں گی جو شیعہ غالی تھیں۔

حافظ ابن عبد البر کتاب استیعاب میں لکھتے ہیں:۔

روی عن سلمان وابی ذر والمقداد وخباب وجابر وابی سعید و زید بن ارقم ان علی بن ابیطالب اول من اسلم وفضله هولاء علی غیره۔ (جلد ۲ ص۴۵۷)

حضرات سلمان۔ ابوذر۔ مقداد۔ خباب جابر۔ ابوسعید۔ زید بن ارقم سے مروی ہے کہ اول مسلمین علی بن ابیطالب ہیں۔ ان حضرات نے آپ کو دوسروں سے (جن سے ابوبکر و عمر و عثمان بھی مستثنیٰ نہیں) افضل قرار دیا ہے۔۔

Marfat.com

پھر اگر کسی شخص کا شیعہ یا شیعہ غالی ہونا اوس کے رافضی ہونے کا ثبوت ہو تو یہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ صحابہ کے طبقۂ اعلیٰ کی ممتاز ترین ہستیاں بھی رافضیت کے بدترین جرم میں گرفتار تھیں۔ اور وہ اسی مذکورہ بالا سلوک کی حقدار تھیں جو امام شافعی نے تجویز فرمایا ہے۔ کیا مولوی عبدالشکور صاحب جیسے علمائے فرقہ سنیہ ایمانداری کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس کیلئے تیار ہیں کہ سلمان، ابوذر، مقداد، خباب، جابر، ابوسعید، زید بن ارقم جیسے صحابۂ کبار کو رافضیت کا مجرم قرار دیکر اس حد تک ناقابل اعتبار و اعتماد سمجھیں کہ اون کی شہادتیں معمولی معاملات میں بھی لائق قبول و قابل تسلیم نہ ہوں۔ اگر یہ علمائے دین اس پر آمادہ ہو سکیں تو چشم ما روشن و دل ما شاد۔ کیونکہ اس صورت میں اون کے تسنن بلکہ تدین کی عمارت کا سرنگوں ہو جانا یقینی ہو جائیگا۔ آخر ایسے صحابۂ کبار کے رافضی بے اعتبار ٹھہرائے جانے کے بعد عدالت صحابہ کا شور عالم میں کس منہ سے اور کس زبان سے مچایا جائیگا اور جب عدالت صحابہ رخصت ہوئی تو اجماعی خلافت کے قلعہ کے مسمار ہو جانے میں کیا دیر لگے گی۔ اگر ان صحابۂ کبار کی بابت رافضیت کی نسبت دینا گوارا نہ ہو سکے تو یہ بتانا پڑیگا کہ جب یہ حضرات علیؑ ابن ابیطالب کے شیعہ غالی ہونے کے باوجود رافضی نہ ٹھہرے تو اہل کوفہ کا "شیعہ" کے لقب سے مشہور ہو جانا اون کے رافضی و شیعہ امامیہ ہونے کا ثبوت کس طرح ہوا۔ اور ان کے کرتوت سے فرقہ شیعہ امامیہ کو ملزم ٹھہرانے کی کوشش کہانتک عاقلانہ فعل قرار پا سکتی ہے۔ اگر ایمانداری و حیاداری سے دست برداری نہ کیجائے تو اس الزام کو شیعوں کے سامنے زبان پر لانا بھی مناسب نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ کوفیوں کا تشیع وہی تشیع تو تھا جو زمان سابق میں عام طور سے صحابہ و تابعین کے دلوں میں پیوست ہو چکا تھا۔ اور باوجود اس کے انکے علمبردار اجماع و شوریٰ

Marfat.com

ہونے میں کوئی خلل واقع نہ ہوا۔ فرقۂ سنیہ کے پیشوا اور رہنما تصور کیے جاتے رہے۔ اس اصلیت کے انکشاف کے بعد غور سے دیکھئے ظاہر ہو جائے گا کہ فرزند رسولؐ اور آپ کے رفقا کے مقدس خون کے نہ مٹنے والے دھبے کس کے دامن پر ہیں۔ روافض کے دامن پر یا ان لوگوں کے جو تشیع ظاہری کے بھیس میں اصول تسنن کے سچے پیرو تھے۔

مولوی عبدالشکور صاحب کی آخری فیصلہ کن شہادت کہ قاتلان امامؑ تمامتر عقائد فرقۂ سنیہ رکھتے تھے۔

مولوی عبدالشکور اڈیٹر "النجم" و مولف رسالہ "قاتلان حسینؑ" جن کے دم قدم سے بین المسلمین غیر ضروری مذہبی مباحثات کی چہل پہل قائم ہے۔ ترجمہ اسدالغابہ میں تذکرۂ اسود کے ذیل میں لکھتے ہیں:

"شیعان علیؑ سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے حضرت علیؑ کا ساتھ دیا تھا اور ان کے ساتھ ہو کر ان کے مخالفین سے لڑتے تھے۔ جو تمامتر اہلسنت کے عقائد رکھتے تھے۔ گو یہ لفظ یعنی شیعہ اب زیادہ تر مخالفین اہلسنت پر اطلاق پاتا ہے۔ مگر زمانہ قدیم میں اہلسنت ہی کیلئے یہ لفظ مستعمل ہوتا تھا۔ صـ۱۱ منقول از رسالہ الآل والاصحاب

دوسرے مقام پر حجر ابن عدی کندی صحابی رسولؐ کے حالات کے ذیل میں لکھتے ہیں۔ "شیعان علیؑ سے وہ لوگ مراد ہیں جو حضرت علیؑ کے ساتھ رہتے تھے۔ نہ کہ روافض۔"

مجھے یقین ہے کہ محترم ناظرین ان تحریروں کو پڑھ کر غرق حیرت ہو جائیں گے

Marfat.com

اور یہ دیکھکر ان کے تعجب کی کوئی حد نہ رہے گی کہ وہی بزرگ جو ابھی ابھی قاتلان حسین علیہ السلام ،، کو شیعہ بتا رہے تھے۔ اور اس جرم عظیم کا ملزم شیعوں کو قرار دینے میں قوت زبان وقلم کا تمام تر قدرتی سرمایہ صرف کئے دیتے تھے قدرت خدا سے بیک جنبش دست وقلم معاملہ کو اس طرح الٹ پلٹ کر دیتے ہیں کہ سارا بنا بنایا کھیل بگڑ جاتا ہے۔ اور خود اس شعر کے مصداق مجسم بنجاتے ہیں سه

تہمتیں چند اپنے ذمہ دھر چلے　　کس لئے آئے تھے اور کیا کر چلے

دیکھئے ایک طرف تو مولوی صاحب یہ فرماتے ہیں کہ قاتلان حسینؑ شیعہ تھے دوسری جانب یہ ارشاد ہوتا ہے کہ ،، شیعیان علیؑ سے مراد وہ لوگ ہیں جنھوں نے حضرت علیؑ کا ساتھ دیا تھا جو تمام تر عقاید اہلسنت رکھتے تھے۔ یہ لفظ شیعہ زمانہ قدیم میں اہلسنت ہی کیلئے مستعمل ہوتا تھا ،، محترم ناظرین ان دونوں باتوں کو نظر حق بیں کے سامنے رکھکر مولوی صاحب سے جان عدل وانصاف اور روح دین وایمان کی قسم دیکر یہ سوال کیجئے کہ فاضل مولانا! آپ کی ان دونوں باتوں کو یکجا کر دینے سے منطقی نتیجہ اس کے سوا اور کیا حاصل ہوتا ہے کہ قاتلان حسینؑ تمام تر عقائد اہلسنت رکھتے تھے۔ نہ کہ عقائد روافض پھر یہ کونسا انصاف ہے کہ جس فعل قبیح کو انجام دینے والے وہ لوگ ہوں جنھوں نے حضرت علیؑ کا ساتھ دیا تھا اور تمام تر عقائد اہلسنت رکھتے تھے۔ اسکا الزام شیعہ امامیہ یعنی روافض کے ذمہ لگایا جائے۔ اور ان کو ملزم ٹھہرانے کیلئے قلم، روشنائی، کاغذ اور سب سے بڑھکر عمر عزیز کو یوں مفت برباد کیا جائے۔ حیف۔ صد حیف۔

میری اس گذارش کو دوسرے الفاظ میں یوں بھی ادا کیا جاسکتا ہے کہ امام حسینؑ کے قاتل وہی بدبخت تو تھے جو عہد خلافت جناب امیرؑ میں آپ کے ساتھ ہوتے تھے۔

Marfat.com

اور وہ لوگ جو اُن کے ہم خیال و ہم مشرب تھے ؟ اس حقیقت سے انکار کرنا فاضل اڈیٹر النجم کیلئے اس وجہ سے غیر ممکن ہو گیا ہے کہ آپ نے اپنے مشہور رسالہ "قاتلان حسین" میں جو الزامات بزعم خود فرقۂ شیعہ امامیہ پر عائد کئے ہیں اُن کا ہیولیٰ اسی حقیقت سے تیار کیا ہے۔ اور اسی واقعہ پر اُن تمام الزامات کی عمارت کھڑی کی ہے۔ اب اگر اوس سے انکار کر دیا جائے تو وہ عمارت از خود سرنگوں ہو جائیگی۔ اور شیعہ امامیہ کو اپنی برأت و پاکدامنی کا اظہار کرنے کیلئے جنبش دست و قلم کی احتیاج مطلق نہ رہیگی۔ اور جبکہ واقعہ کی اصلیت مولف رسالہ "قاتلان حسینؑ" کے اقرار کے بموجب یہی ٹھہری کہ جو لوگ جناب علی مرتضیٰ کے ساتھ رہتے تھے وہی بعد میں قتل امام حسینؑ کے مجرم بنے تو اس واقعہ کو مولوی صاحب موصوف کے اس بیان "شیعیان علیؑ سے مراد وہ لوگ ہیں جنھوں نے حضرت علی کا ساتھ دیا تھا۔ اور اُن کے ساتھ ہو کر اُن کے مخالفین سے لڑتے تھے جو تمام تر اہلسنت کے عقائد رکھتے تھے" کے ساتھ یکجا کر کے دیکھنے والے فطری طور پر اس صاف و صریح نتیجہ تک پہنچ جائینگے کہ قاتلان حسینؑ تمام تر اہلسنت کے عقائد رکھتے تھے۔ روافض کے عقائد و جذبات سے ان کو کوئی تعلق نہیں تھا۔ مجھے یقین ہے کہ محترم ناظرین نے ارشاد باری "یخربون بیوتھم بایدیھم" کی اس سے زیادہ عبرت انگیز مثال اور کلام الٰہی کا نتیجہ "نقضت غزلھا من بعد قوۃ انکاثا" کا اس سے بڑھکر حیرت خیز نمونہ کبھی نہ دیکھا ہوگا جو آج فاضل اڈیٹر النجم کے دست و قلم کی کرشمہ سازی و عجائب نگاری سے کاغذ کے مرقع پر

سلہ اپنے ہی ہاتھوں سے اپنے گھر اجاڑنے لگے۔ سلہ مثل اس عورت کے جس نے اپنا کاتا سوت مضبوط ہو جانے کے بعد ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔

Marfat.com

جلوہ ریز ہو رہا ہے محض اس سبب سے کہ دروغ گو را حافظہ نباشد، کاش پیر اصلی جناب مفتی محمد خلیل صاحب اس سے عبرت حاصل کر لیں۔ اور سر زانوئے تامل پر رکھکر غور کریں کہ اس قسم کے خود ساختہ الزامات سے شیعوں کو ملزم ٹھہرانے اور دنیا کو دھوکا دینے کی امید رکھنا اس حد تک اپنے آپ کو دھوکا دینا اور مبتلائے جہل مرکب رکھنا ہے۔ یا نہیں جس پر عقل و دانش شرمندہ اور نافہمی و بے دانشی مصروف خندہ ہوئے بغیر نہ رہے گی۔ دوستانہ مشورہ تو یہی ہو سکتا ہے اب آگے وہ جانیں اور ان کی افتاد طبیعت اور ان کا انداز فطرت۔

تنقیح سوم:-

تنقیح دوم کے بعد درحقیقت یہ سوال کہ۔ قاتلان حسینؑ شیعہ تھے یا سنی ؟ بالکل حل ہو جاتا ہے۔ اور اس بحث میں کتابوں کی ورق گردانی چنداں ضروری نہیں رہ جاتی۔ مگر اس خیال سے کہ تسویر حال ظہور کی آخری حد تک پہونچ جائے تحقیق تنقیح کے سلسلہ کو جاری رکھتے ہوئے ناظرین کو ان فیصلہ کن تاریخی شہادتوں کی جانب متوجہ کرنا چاہتا ہوں جن سے صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ اہل کوفہ کی اکثریت عقائد روافض سے دور کا تعلق بھی نہیں رکھتی تھی۔ وہاں کے سواد اعظم کے رؤسا و عمائد انھیں عقائد و اصول اور رسوم و عادات کے پابند تھے جنکو صحابہ کبار نے خلافت نبویہ اور دیگر امور شرعیہ کے متعلق عالم میں رائج کیا تھا حضرات شیخین کے فضائل و مناقب کے دل و جان سے خریدار تھے اور ان کی سیرتوں کو جزو دین و ایمان سمجھتے تھے۔ ان لوگوں نے جناب علی مرتضیٰ کی بیعت ضرور کی تھی مگر اس بیعت میں وہ تبرائی شان مطلق نہ تھی جو روافض کے ناگفتہ بہ خصوصیات میں داخل ہے۔

تاریخ کی پہلی شہادت | قال نقام حجر — راوی کا بیان ہے کہ حجر بن عدی و عمر بن الحمق و

بن عدی و عمر بن الحمق و عبد اللہ بن
وھب الراسبی قد خلوا علی علیؑ فسألوہ
عن ابی بکر و عمر ما تقول فیھما وقالوا
بیّن لنا قولک فیھما و فی عثمان قال
علی کرم اللہ وجھہ او تفرغتم لھذا
وھذہ مصر قد فتحت و شیعتی
فیھا قد قتلت انی مخرج الیکم کتابا
انبئکم فیہ ما سألتمونی عنہ فاقرؤہ
علی شیعتی فاخرج الیھم کتابا فیہ
.... فلما امضی
تنازع المسلمون فی الامر لعمرو اللہ
ما کان یلقی فی روعی ولا یخطر علی
بالی ان العرب تعدل ھذا الامر
عنی فما راعنی الا اقبال الناس علی
ابی بکر و اجفالھم علیہ فامسکت
یدی و رأیت انی احق بمقام محمدؐ
فی الناس ممن تولی الامور علی فلبثت
بذلک ما شاء اللہ حتی رأیت راجعۃ
من الناس راجعت عن الاسلام

و عبد اللہ بن وہب راسبی جناب امیرؑ کی خدمت
میں حاضر ہوئے اور سوال کیا کہ ابوبکر و عمر کے
متعلق آپ کا کیا قول ہے؟ اُن کے نیز عثمان کے باب
میں اپنا قول ہم سے بیان کیجئے۔ حضرتؑ نے
فرمایا کہ تمھارے لئے بس یہی بات رہ گئی ہے
اور تمام مہمات سے فارغ ہو گئے۔ دیکھیو مصر مفتوح ہو گیا
اور میرے شیعہ وہاں قتل کردیئے گئے، نیز ایک
نوشتہ تمھیں دیتا ہوں جو سوال تم نے کیا ہے
اس کا جواب اس نوشتہ میں ہوگا۔ تم اسے میرے
شیعوں کو پڑھکر سنا دینا۔ پھر آپ نے ایک نوشتہ
اُن کے حوالہ فرمایا جس میں مندرج تھا......
.... جب آنحضرتؐ کی وفات ہوئی تو آپکے
بعد امر خلافت میں مسلمانوں کے مابین نزاع شروع
ہو گئی بخدا میرے دل میں یہ بات آتی ہی نہ تھی کہ
عرب امر خلافت کو مجھ سے ہٹا دیں گے مگر یہ دیکھکر
مجھپر عالم حیرت طاری ہو گیا کہ لوگ بہت جلد ابوبکر
کی طرف متوجہ ہو گئے۔ یہ دیکھکر میں نے بیعت ابی بکر
سے ہاتھ روک لیا۔ اور میں یہ رائے رکھتا تھا
کہ جو شخص متولی امور ہوا ہے (یعنی ابوبکرؓ) رسولؐ کی

يدعون الى محو دين محمد و ملة ابراهيم عليهما السلام فخشيت ان لم انصر الاسلام و اهله ان ارى فى الاسلام

جانشینی کا حق بہ نسبت اس کے مجھکو زیادہ ہے۔ پس اسی حالت میں رہا تا اینکہ میرے سامنے یہ نظر آگیا کہ مرتدین کے گروہ دین اسلام سے پھر گئے ہیں اور

سلہ جناب امیرؑ کے اس ارشاد سے دو باتوں کا انکشاف ہوا۔ اول یہ کہ آپ نے ابو بکر صدیق کی بیعت اس لئے قبول نہیں فرمائی کہ آن کو خلافت کا زیادہ حقدار تصور فرماتے تھے۔ بلکہ اس کا سبب واقعی یہ تھا کہ اسلامی دنیا میں فتنہ ارتداد پیدا ہو گیا تھا۔ اگر اس موقع پر آپ ابو بکر کے خلاف عملی جد و جہد فرماتے تو دین اسلام میں رخنہ پڑ جاتا۔ اور بانی اسلام کی تمام کوششیں برباد ہو جاتیں۔ انصاف سے دیکھو جس بزرگ کے سینہ میں زندگی دین و ملت سے بھرا ہوا دل ہو اور جس کی عرق ریز جد و جہد سے دین اسلام کو نشو و نما نصیب ہوئی ہو اس سے سوا اس کے اور کیا توقع کر سکتے ہو کہ وہ کوئی ایسا طرز عمل اختیار نہ کریگا جو اسلام کی کمزوری اور مفسدین کی کامیابی کا باعث ہو سکے۔ لیکن اس کی اس مصالحانہ روش سے جو کہ محض مصلحت وقت کی بنا پر اختیار کیگئی تھی یہ نتیجہ حاصل نہیں کر سکتے کہ اس نے اپنے مقابل کو مستحق خلافت تصور کر لیا تھا۔ او بیعت و اشتراک عمل کا سبب استحقاق خلافت و امامت کا یہی احساس و اعتراف ہوا تھا۔ جو ہو لوگ خیال خام رکھتے ہوں کہ جناب امیرؑ خلیفہ اول کی خلافت کو حق سمجھتے تھے اسی سبب سے آپنے برضا و رغبت بیعت و اتحاد عمل کی روش اختیار فرمائی تھی۔ وہ حضرت کا یہ ارشاد عقل کی نگاہوں سے دیکھیں اور سمجھیں کہ اجماعی خلافت کے خلاف تلوار نہ کھینچنے کا واقعی سبب یہ نہ تھا کہ آپ اس کو برحق تصور فرماتے تھے۔ بلکہ اس کا سبب یہ تھا کہ اگر اس وقت خلافت کے معاملہ میں لڑائی چھیڑ دی جاتی تو ان جھگڑوں اور لڑائیوں سے ان لوگوں کو قوت پہونچتی جو فتنہ ارتداد میں مبتلا ہو کر دین اسلام کو مٹا دینا چاہتے تھے۔ آپنے اپنی بیعت کے اسی اصلی سبب کو ایک دوسرے موقع پر یوں بیان فرمایا ہے:۔

ان الله عز جل لما قبض رسوله قلنا نحن

جب حضرت رسول خدا نے دنیا سے رحلت فرمائی تو ہم نے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۷ پر)

ثلماً وهدماً تكون المصيبة به عليّ اعظم
من فوت ولاية امركم التي انما هي متاع
ايام قلائل ثم يزول ما كان منها كما
يزول السراب فمشيت عند ذالك الى
ابي بكر فبايعته ونهضت معه في تلك
الاحداث حتى زهق الباطل وكانت
كلمة الله هي العليا وان يرغم الكافرون
فتولى ابوبكر تلك الامور
وقارب واقتصد فصحبته مناصحا وللفتنة

دین محمدؐ و ملت ابراہیم علیہما السلام کو مٹا دینے کی
طرف دعوت عام دیرہے ہیں تو مجھے خوف ہوا
کہ اگر میں نے اسوقت میں اسلام اور مسلمانوں کی امداد
نہ کی تو مجھے اسلام میں رخنہ پڑنے اور اس عمارت
کے منہدم ہوجانے کا منظر دیکھنا پڑے گا۔ اور اسکی
مصیبت میرے لئے اس عمارت و حکومت سے
عظیم تر ہوگی جو کہ متاع چند روزہ اور سراب کی
طرح زائل ہوجانے والی ہے۔ (یہ سوچکر) میں ابوبکر
کے پاس گیا اور بیعت کرکے اُن نئے فتنوں کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۶) اهله واولياءه لاينازعنا
سلطانه احد فابى علينا قومنا فولوا
غيرنا وايم الله لولا مخافة الفرقة
وان يعودوا بالكفر ويبور الدين لغيرنا
فصبرنا على بعض الالم الخ

(استیعاب ابن عبدالبر جلد ۱ صفحہ ۱۸۳)

کہا کہ ہم آپ کے اہلبیت و اولیاء ہیں لہذا آپکی سلطنت
کے معاملہ میں ہم سے کوئی نزاع نہیں کریگا۔ مگر ہماری
قوم ہم سے مخالف ہوگئی اور اس نے غیر کو والی اور خلیفہ
رسولؐ بنا دیا۔ خدا کی قسم اگر قوم میں تفرقہ پڑجانے
کفر کے لوٹ آنے، دین کے تباہ ہوجانے کا ڈر نہ ہوتا
تو ہم اُن کے منصوبوں کو الٹ پلٹ کرکے رہتے
مگر اسی خوف سے ہم نے صبر اختیار کیا۔

امیرالمومنینؑ کے ان صاف اور صریح بیانات کے دیکھنے کے بعد یہ خیال کسی طرح عقلمندی کا تقاضا
نہیں ہوسکتا کہ آپ نے خلیفۂ اول کی خلافت کو برحق تسلیم کرلیا تھا۔ دوم یہ کہ حادثۂ وفات رسولؐ
کے واقع ہوتے ہی صحابیت کی دنیا میں فتنۂ ارتداد پیدا ہوگیا۔ مسلمان الٹے پاؤں کفر و الحاد کیطرف

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۸ پر)

Marfat.com

فيما اطاع الله فيه جاهداً فلما احتضر
بعث الى عمر فولاه فسمعنا واطعنا
وبايعنا وناصحنا فتولى تلك
الامور فكان مرضي السيرة و
ميمون النقيبة ايام حياته الخ
(امامة والسياسة ابن قتيبه مطبوعه مصر ۱۲)

کچھلے دنوں میں نے ان کا ساتھ دیا یہاں تک کہ باطل
مٹ گیا اور خدا کا بول بالا کفار کے علی الرغم ہو کر
رہا پس ابو بکر ہی امور خلافت کے والی و متصرف رہے
اور توفیق ربانی سے ان کو سہولت امور اور
سداد و استقامت نصیب ہوتی رہی اور وہ
افراط و تفریط سے بچتے اور جادۂ عدل و اقتصاد پر چلتے
رہے ہیں۔ میں نے مخلصانہ عنوان سے ان کا ساتھ دیا۔ اور ان باتوں میں ان کا مطیع رہا جن میں انھوں نے خدا کی اطاعت کی جب ان کا وقت آخر آ پہونچا تو عالمِ احتضار میں عمر کو بلوایا اور والی و حاکم بنا دیا۔ ہم نے ان کی بھی بیعت اور اطاعت کی۔ وہ زندگی بھر پسندیدہ سیرت اور نیک نفس رہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۷) کی طرف واپس جانے لگے۔ اور دین اسلام کو مٹا دینے کی فکروں میں پڑ گئے۔ پس اگر اسی طرح جناب امیر کے ساتھ رہنے والوں میں سے ایک جماعت بھی آپ کے بعد نام نہاد تشیع سے منحرف ہو گئی تو وجہ تعجب کیا ہو گی۔ اور ان کی اس بدبختی کو خالص شیعیان علی ابن ابی طالب پر الزام لگانے کا ذریعہ قرار دینا کس طرح حق بجانب تصور کیا جا سکتا ہے۔ اگر افراط تعصب نے قوت عقل کو مغلوب نہ کر لیا ہو تو یہ سمجھنا کچھ دشوار نہیں ہوگا کہ اس قسم کے الزامات کو اختراع کرنا مخالفین اسلام کو اس کا نادر موقع دیتا ہے کہ عہد رسالت کے بعد مرتد ہو جانے والوں کی روش سے سبھی مسلمانوں کے خلاف اعتراضات و الزامات کی بوچھار شروع کر دیں اگر سواد اعظم کے سامنے یہ الزام پیش کیا جائے کہ تمہاری اسلامیت کی حقیقت بس اتنی ہے کہ تم نے بانی اسلام کی وفات کے بعد ہی دین و مذہب کو صفحۂ ہستی سے نیست و نابود کر دینے کی کوششیں شروع کر دیں۔ بانی اسلام ...... کے بعد چند روز بھی دین و ایمان پر ثابت قدم نہ رہ سکے تو اس الزام کا کیا جواب دیا جائے گا۔ اور جو اس الزام کے جواب میں کہا جائے گا وہی جواب مخلص شیعوں کی طرف سے بھی قبول کر لینا چاہئے کیونکہ الزام کی نوعیت ایک ہے لہذا جواب بھی ایک ہی ہوگا۔ ۱۲

Marfat.com

اس تاریخی شہادت سے ظاہر ہوا کہ حجر بن عدی اور عمر بن الحمق وعبداللہ بن وہب الراسبی جیسے صحابہ حضرات شیخین کے باب میں جناب امیرؑ سے اظہار خیال کا مطالبہ کر رہے تھے۔ اس کے دو ہی سبب ہو سکتے ہیں۔ یا تو یہ لوگ خود معتقد و مرید شیخین تھے اور جناب امیرؑ کی جانب سے مطمئن نہ تھے کہ آپ کے خیالات اُن کے عقائد کے مطابق ہوں گے۔ یا حضراتؓ کے خیالات کے متعلق عامۃ الناس کو کچھ شک تھا۔ اور کوئی غلط فہمی پھیل رہی تھی۔ لہذا ان اصحاب کا مقصد یہ تھا کہ آپ شیخین کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار صاف طور سے کر دیں۔ تاکہ ان کی عام اشاعت کر کے عوام کی ہمدردی اور حمایت حاصل کیجائے مورخ ابن قتیبہ دینوری کے سابق بیانات سے ظاہر ہوتا ہے کہ اظہار رائے کا یہ مطالبہ اس وقت کیا گیا تھا جبکہ جناب امیر المومنینؑ جنگ خوارج سے فارغ ہو کر دوبارہ اہل شام پر فوج کشی کی تیاری کرنا چاہتے تھے۔ مقام نخیلہ میں نزول اجلال فرما کر تمام فوج کو یہ حکم عام دیا تھا کہ جنگ اہل شام کیلئے کمربستہ رہے۔ مگر فوج کی اخلاقی حالت اس درجہ خراب ہو چکی تھی کہ اس حکم عام کیطرف سے نہایت بے پروائی کیگئی۔ رفتہ رفتہ تمام سپاہی اپنے اپنے گھروں کو چلائے پچاس افر مخلص جاں نثاروں کے سوا سب نے ساتھ چھوڑ دیا جب حضرت نے اس حالت کا مشاہدہ فرمایا تو نہایت ملول و شکستہ خاطر ہوئے۔ اور ایک دن اہل کوفہ کو جمع کر کے نہایت پر زور خطبہ ارشاد فرمایا جس میں ان لوگوں کی سخت ملامت فرمائی خطبہ ختم ہونے کے بعد ابو ایوب انصاری نے لوگوں سے خطاب کیا۔ اور کہا:۔

ان امیر المومنین اکرمہ اللہ قد	بے شک امیر المومنینؑ نے کلام حق سنا دیا اس
اسمع من کانت لہ اذن واعیۃ	شخص کو جو سننے والا کان اور یاد رکھنے والا دل
وقلب حفیظ ان اللہ قد اکرمکم	رکھتا ہے۔ خدا نے ان کے وسیلہ سے تمہیں

به كرامة ما قبلتموها حق قبولها
حيث نزل بين اظهركم ابن عم رسول
الله وخير المسلمين وافضلهم وسيدهم
بعده يفقهكم في الدين ويدعوكم
الى جهاد المحلين فوالله لكأنكم صم
لا تسمعون وقلوبكم غلف مطبوع
عليها فلا تستجيبون عباد الله اليس
انما عهدكم بالجور والعدوان
امس وقد شمل البلاد وشاع في
الاسلام فذو حق محروم ومشتوم
عرضه ومضروب ظهره وملطوم
وجهه وموطوء بطنه و
ملقى بالعراء فلما جاءكم امير المؤمنين
صدع بالحق ونشر العدل وعمل
بالكتاب فاشكروا نعمة الله عليكم
ولا تتولوا مجرمين ولا تكونوا كالذين
قالوا سمعنا وهم لا يسمعون الخ

(امامة وسياست ص ۱۳۸ مطبوعہ مصر)

کرامت عطا فرمائی مگر تم نے جیسا چاہیے اس کو
قبول نہ کیا۔ تمہارے درمیان وہ شخص وارد ہوا جو
رسولؐ کا بھائی اور تمام مسلمین میں بہتر و برتر
اور رسولؐ کے بعد اُن کا سردار ہے۔ وہ تم کو دینی
باتیں تعلیم کرتا ہے۔ اور (حرام) کو حلال کر لینے
والوں کے ساتھ جہاد کرنے کی دعوت دیتا ہے
پس خدا کی قسم گویا بہرے ہو کہ کچھ سنتے ہی نہیں
اور تمہارے دل پر پردے پڑے ہوئے
ہیں۔ مہر لگی ہوئی ہے۔ جس سے ان کی دعوت
قبول نہیں کرتے۔ بندگان خدا کیا ابھی
یہ کل کی بات نہیں کہ تم ظلم و جور میں بسر کر رہے
تھے؟ اور وہ ظلم و جور تمام بندگان خدا کو
شامل تھا۔ اور اسلام میں عام طور سے پھیلا
ہوا تھا۔ حقدار محروم تھا۔ اس کی آبرو برباد
کی جاتی تھی۔ اس کی پیٹھ پر مار پڑتی تھی اور اس
کے چہرے پر طمانچے لگائے جاتے تھے اور اس کا پیٹ
روندا جاتا تھا۔ اور چٹیل میدان میں پڑا رہتا
تھا۔ پس جب امیر المومنینؑ تمہارے درمیان
تشریف لائے تو آپ نے حق کو عام کر دیا۔ عدل و انصاف کو پھیلا دیا۔ اور

کتاب خدا پر عمل کیا۔ پس خدا کی یہ نعمت جو تم کو ملی ہے اس پر شکر خدا کرو اور
مُنہ پھیر (کفران نعمت کے) مجرم نہ بنو۔ اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو کہتے ہیں
کہ ہم نے سنا۔ مگر درحقیقت وہ سنتے ہی نہیں ۔۔"

ان تمام پرجوش تقریروں کے باوجود کوفیوں کی بے حِسی اور لیست ہمتی بدستور رہی اور کوئی ایسی فوج مرتب نہ ہو سکی جو اہل شام کے مقابلہ میں لائی جا سکتی۔ یہ باتیں مذکورہ بالا وجہوں میں سے آخری وجہ کی موید ہو سکتی ہیں۔ اور اس خیال کی صحت کیلئے قوی قرینہ بن سکتی ہیں کہ ایسے عام بدنظمی و انتشار و اختلاف کے موقع پر صحابہ ذوی الاحترام کا مذکورہ بالا مطالبہ اسی غرض سے تھا کہ اس تدبیر سے عوام کی دلجوئی کر کے ہمدردی و حمایت حاصل کیجائے۔ اور دلدادگان اصول اجماع و شوریٰ کو ان کے واضعین کے متعلق جناب امیرؑ کے خیالات سنا کر اتحاد و اجماع کی راہ پر لگا دیا جائے۔ مندرجہ بالا تحریری بیان میں حضرتؑ کا یہ حکم کہ "اسے لیجا کر میرے شیعوں کے مجمع میں پڑھنا" اسی خیال کی پوری تائید کرتا ہے۔ جو کچھ بھی ہو۔ بہرصورت جناب امیرؑ کے بیان کا وہ حصہ جس میں شیخین کی شان میں اظہار خیال فرمایا ہے صاف ظاہر کر رہا ہے کہ جو لوگ اس کے مخاطب تھے اور جنکو آپ نے "شیعتی" کا لقب عطا فرمایا تھا۔ وہ روافض کیطرح تبرائی مذہب کے پیرو نہ تھے۔ بلکہ فضل خدا سے شیخین کے ارادتمندوں میں داخل تھے۔ اور ان کے مناقب و مدائح کے جان و دل سے خریدار تھے۔ ظاہر ہے کہ اس قسم کے بیانات رافضی کے لئے باعث خنکی چشم ہرگز نہیں ہو سکتے تھے۔ اور اس تدبیر سے ان کے مرض کا علاج ممکن نہیں تھا۔ لہٰذا اگر اہل کوفہ رافضی ہوتے تو اس عام بددلی کے موقع پر ان مناقب و مدائح کی عام اشاعت روش تدبیر و مصلحت بینی کے سراسر خلاف ہوتی۔ الغرض حضرات شیخین کے

Marfat.com

متعلق اظہار خیال کا مطالبہ اور اس کی عام اشاعت کیلئے جناب امیرؑ کا یہ حکم ثابت کر رہا ہے کہ آپ ایک ایسے ماحول میں بسر فرما رہے تھے کہ جہاں مدائح و مناقب شیخین کے نشر و اشاعت کی ضرورت تھی۔ عامۃ الناس کے عقائد و جذبات اسی کا اقتضا کر رہے تھے۔ پھر کیا اس کھلی ہوئی شہادت کے بعد بھی یہ کہتے رہنا کہ اہل کوفہ رافضی مشرب تھے ایک مجنونانہ تخیل پر مبنی سمجھا جائیگا۔

دوسری شہادت:۔ جنگ جمل کے موقع پر طلحہ و زبیر کے مقابلہ میں اہل کوفہ کی تائید و حمایت حاصل کرنے کیلئے جناب امیرالمومنینؑ نے امام حسن علیہ السلام اور عمار یاسر کو بھیجا تھا۔ یہ حضرات مسجد کوفہ میں آئے اور مجمع عام کے روبرو بہت سی موافق و مخالف تقریریں ہوئیں۔ ان کے تذکرہ کے ذیل میں مورخ طبری لکھتے ہیں۔ جلد پنجم ص۱۸۹

وقام الاشتر وذكر الجاهلية وشدتها والاسلام ورخائه وذكر عثمان فقام اليه المقطع بن الهيثم بن فجيع العادي فقال اسكت قبحك الله كلب خلي والنباح فثار الناس فاجلسوه وقام المقطع فقال انا والله لانحتمل بعدها ان يبوء احد بذكر احد من ائمتنا۔

مالک اشتر کھڑے ہوئے اور انھوں نے زمانہ جاہلیت اور اس کی سختیوں اور اسلام اور اسکی خوشحالیوں کا تذکرہ کیا اور (اسی سلسلہ میں) حضرت عثمان کا تذکرہ (کچھ نامناسب) کیا اس پر مقطع بن الھیثم اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا کہ یہ کتا بھونکنے کیلئے چھوڑ دیا گیا ہے۔ اس کلام سے لوگوں میں شورش برپا ہوگئی اور سب نے مالک اشتر کو بٹھا دیا۔ مقطع نے پھر یہ کہا کہ اب اس وقت کے بعد ہم ہرگز یہ برداشت نہیں کرینگے کہ کوئی شخص ہمارے اماموں میں کسی کا بذکر و یوں کرے۔

حضرت عثمان کی مخالفت میں مالک اشتر کی تقریر نے کسطرح عام شورش برپا کردی اور مقطع

Marfat.com

بن الهیثم نے حاضرین کے نمائندہ کی حیثیت سے جو کچھ کہا اس سے یہ اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اہل کوفہ کی مذہبی طبیعت کیا تھی اور وہ کس قسم کے عقائد و جذبات رکھتے تھے۔ ہر شخص بشرطیکہ دشمن عقل و فہم نہ ہو یہ باور کر سکتا ہے کہ جو لوگ حضرات شیخین تو کیا حضرت عثمانؓ کے خلاف بھی کسی نکتہ چینی کو سننا گوارہ نہ کر سکتے ہوں وہ نہایت راسخ العقیدہ سنی رہے ہوں گے ان کے دل و دماغ کو رافضیت کی ہوا بھی نہ لگی ہوگی۔ پھر کس بنا پر یہ تخیل درست ہو سکتا ہے کہ یہی پیروان خلفائے ثلاثہ جنگ جمل وغیرہ کے مواقع میں چند روز حضرت امیرؑ کیا تھ رہنے ہوئے برسوں کے جمے ہوئے عقائد و جذبات سے دست بردار ہو کر رافضیت اور حقیقی تشیع کے دائرہ میں آ گئے ہوں گے اور اس کا امکان بھی تسلیم کر لیا جائے تو محض امکان کا تسلیم کر لینا اس مقام پر کیا فائدہ دے سکتا ہے جبتک اس ممکن کے واقع ہونے کا ثبوت بھی تاریخی بیانات سے پیش نہ کیا جائے۔ آخر اس کے ثبوت کیلئے کون سی معتبر شہادت پیش کیجا سکتی ہے کہ اہل کوفہ نے سنی مشرب کی پیروی سے استعفا دیکر وہ تشیع اختیار کر لیا تھا جو رافضیت کا دوسرا نام ہے؟ ہاں اگر یہ کہا جائے تو ایک حد تک درست ہو سکتا ہے کہ یہ لوگ طلحہ و زبیر یا معاویہ کے مقابلہ میں شیعہ تھے۔ اور حضرات شیخین کے مقابلہ میں کٹر سنی۔ اور طلحہ و زبیر وغیرہما کے مقابلہ میں بھی ان کا تشیع اس شرط سے باور کیا جا سکتا ہے کہ محض حق شناسی کی بنا پر جناب امیرؑ کا ساتھ دینا ثابت ہو جائے۔ حالانکہ اس کا ثبوت نہایت دشوار ہے کیونکہ اوراق تاریخ میں ایسی شہادتیں موجود ہیں جن سے بے عذر یہ باور کر لیا جا سکتا ہے کہ امیر المومنینؑ کے گرد وپیش زیادہ تر انھیں سیم و زر کے بندوں کا مجمع تھا جو محض دنیوی فوائد کی طمع میں آپ کے ساتھ ہو گئے۔ جب یہ رنگ دیکھا کہ ایک طرف امیر شام کے مقاصد کی تائید کرنے والوں پر مال و زر کی بارش ہو رہی ہے اور دوسری جانب رسولؐ عربی کا حقیقی

Marfat.com

جانشین آپکی سیرعدل و تقوی کی نہایت سختی سے پیروی کر رہا ہے اور مال خدا کو اپنا اقتدار جمانے کا ذریعہ قرار دینا نہیں چاہتا۔ تو رفتہ رفتہ عمائد و اشراف سے تشیع کا ظاہری و عارضی رنگ اڑنے لگا۔ اور اسی اصلی رنگ کی جھلک نظر آنے لگی جو مرور زمانہ سے اُن کے خمیر میں پیوست ہو چکا تھا۔ ظاہری حمایت و طرفداری کی روش بدلنے لگی اور بہت جلد یہ حقیقت کھل گئی کہ ہزاروں لاکھوں خودغرض و مطلب پرست اشخاص کے زمرہ میں خالص شیعہ کتنے تھے؟ میرے اس کلام کی تائید کے لئے ابن قتیبہ دینوری کا بیان کافی ہے کہ جنگ خوارج کے بعد جب اہل کوفہ کو جنگ اہل شام کیلئے آمادہ کرنے کی غرض سے پر جوش تقریریں ہو رہی تھیں اسی اثناء میں امیرالمومنینؑ کے چند اصحاب باوفا نے اُٹھکر یہ کہا :۔

یا امیرالمومنین اعط هولاء هذه الاموال وفضل هولاء الاشراف من العرب وقریش ممن تخوف خلافه علی الناس وفراقه وانما قالوا له هذا الذی کان معاویة یصنعه بمن اتاه وانما عامة الناس همهم الدنیا ولها یسعون وفیها یکدحون فاعط هولاء الاشراف فاذا استقام لك ما ترید عدت الی احسن ما کنت علیه من القسم فقال علیؑ اتامرونی ان اطلب النصر بالجور فیمن ولیت

امیرالمومنینؑ! آپ یہ اموال ان لوگوں کو عطا کر دیجئے اور عرب و قریش کے ان سرداروں کو جنکی طرف سے مخالفت اور جدائی کا خوف ہو سکتا ہے بسنت طبقہ کے افراد سے ممتاز و افضل قرار دیجئے یہ بات ان لوگوں نے کہی اس کی بنا یہ تھی کہ امیر معاویہ اپنے پاس آنے والوں کے ساتھ ایسا ہی سلوک کرتے تھے اور کھلی بات ہے کہ عوام ناس کی مراد بس دنیا ہوتی ہے اسی کیلئے کوششیں کرتے اور مشقتیں جھیلتے ہیں لیکن ان اشراف عرب کو زیادہ مال و زر عطا فرمائیے جب آپ کو اپنے مقاصد میں کامیابی ہو جائیگی تو پھر تقسیم کا وہی بہتر سے بہتر طریقہ اختیار

علیه من الاسلام فواللہ لاافعل ذالک مالاح فی السماء نجم واللہ لوکان لی مالی لسویت بینھم فکیف وانما ھی اموالھم ۔ (امامت والسیاستہ ص۱۲۹)

کر لیجیگا جو ابتک رہا ہے ۔ امیر المومنینؑ نے فرمایا کیا تم مجھے یہ صلاح دیتے ہو کہ میں لوگوں کی امداد رعایا پر ظلم و جور کر کے حاصل کروں ۔ خدا کی قسم میں تو ایسا طریقہ کبھی اختیار نہیں کر سکتا جب تک کہ آسمان پر ایک ستارہ بھی چمکتا ہے ۔ بخدا اگر میرا ذاتی مال ہوتا تو اس کو بھی ان لوگوں کے درمیان مساوات ہی کے طریقہ پر تقسیم کرتا ۔ پھر ان اموال میں عدل و مساوات کے خلاف کیونکر کر سکتا ہوں ۔ جو کہ انھیں کی ملکیت ہے ۔

تیسری شہادت: ۔ عن شعیب عن سیف عن محمد وطلحۃ قال ماجاءت وفود اھل البصرۃ الی الکوفۃ ورجع القعقاع من عند ام المومنین وطلحۃ والزبیر بمثل رایھم جمع علی الناس ثم قام علی الغرائر فحمد اللہ عزوجل واثنی علیہ وصلی علی النبی صلعم وذکر الجاھلیۃ وشقاھا والاسلام والسعادۃ وانعام اللہ علی الامۃ بالجماعۃ بالخلیفۃ بعد رسول اللہ صلعم ثم الذی یلیہ ثم الذی یلیہ الخ ۔ (طبری جلد ۵ ص۱۹۴)

یعنی محمد و طلحہ کا بیان ہے کہ جب اہل بصرہ کے وفود کوفہ کیطرف آئے اور قعقاع ام المومنین عائشہ اور طلحہ و زبیر کے پاس سے واپس آئے تو علی ابن ابیطالبؑ نے لوگوں کو جمع کر کے ایک خطبہ ارشاد فرمایا جس میں خدا کی حمد و ثنا اور رسولؐ پر درود و سلام بھیجنے کے بعد جاہلیت اور اسکی بدبختیوں اور اسلام اور اس کی سعادتوں کو بیان فرمایا اور اس انعام خداوندی کا تذکرہ کیا کہ بعد رسولؐ ان کے خلیفہ (حضرت ابوبکر) پھر یکے بعد دیگرے دوسرے خلفاء (عمر و عثمان) کے ذریعہ سے امت کو جماعت و شیرازہ بندی عطا فرمائی ۔

Marfat.com

اس خطبہ میں جناب امیرؑ نے اپنے اصحاب و انصار کے سامنے نہایت صریح الفاظ میں فرمایا کہ خلفائے ثلثہ کے ذریعہ سے اس نے مسلمانوں کو جماعت و شیرازہ بندی کی نعمت عطا فرمائی۔ اس کلام کا خلفائے ثلثہ کی مدح و ثنا اور ان کی خلافتوں کی عظمت و اہمیت کے تذکرہ پر شامل ہونا ظاہر ہے۔ لہذا باور کرنا پڑے گا کہ یہ تقریر اسی مجمع کے سامنے کیگئی ہوگی جو حضرات خلفائے ثلثہ سے خلوص و عقیدت رکھتا تھا۔ اور یہ الفاظ آپ کے دہن مبارک سے نکلے ہوں گے جو حضرات خلفاء کی انتہائی مدح و ثنا کیلئے بالکل موافق تھی۔ اس کے بعد بھی اگر اصحاب و انصار امیرالمومنینؑ کی اکثریت پر تشیع کا دھوکا ہو تو اس کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ نظر عقل کا قصور ہے۔

چوتھی شہادت :۔ مورخ طبری کا بیان ہے کہ امیرالمومنینؑ کے مندرج بالا خطبہ کے بعد علیا ابن الہیثم و عدی بن حاتم و مالک اشتر وغیرہم نے ایک بزم شوریٰ قائم کی جس میں وہ لوگ شریک ہوئے جنھوں نے قتل عثمان میں حصہ لیا تھا۔ ان کے قاتلوں کے افعال کو رضامندی و استحسان کی نظر سے دیکھتے تھے۔ اس اجتماع کا سبب یہ تھا کہ حضرتؑ نے آخر خطبہ میں ارشاد فرمایا تھا کہ "میں کل بصرہ کیجانب کوچ کروں گا تم لوگ بھی ساتھ چلنے کیلئے تیار رہو مگر قاتلان عثمان یا ان لوگوں کی امداد کرنے والے میرے ساتھ نہ چلیں" اس ارشاد سے لوگوں کے دلوں میں اپنے مستقبل کیطرف سے بے اطمینانی پیدا ہو گئی تھی اون کو یہ خوف تھا کہ اگر امیرالمومنینؑ اور طلحہ و زبیر کے درمیان صلح ٹھہری تو ان لوگوں کا انجام اچھا ہوگا کیونکہ قرارداد صلح لامحالہ یہی ہوگی کہ قاتلان عثمان اپنے کیفر کردار کو پہونچا دئے جائیں غرض اس بزم شوریٰ میں غور کا رنے اپنے مستقبل پر غور کرنا شروع کیا۔ متعدد مقررین نے اپنی اپنی رایوں کا اظہار کیا منجملہ ان کے مالک اشتر نے اپنی رائے کا اظہار مندرجہ ذیل الفاظ میں کیا:۔

Marfat.com

اما طلحة والزبير فقد عرفنا امرهما واما علیؓ فلم نعرف امره حتی کان الیوم ورائ الناس فینا والله واحد وان یصلحوا وعلیؓ فعلی دمائنا فهلموا فلنتواثب علی علیؓ فنلحقه بعثمان الخ۔ (طبری جلد ۵ صفحہ ۱۹۵)

(یعنی طلحہ وزبیر کی روش تو ہم کو معلوم ہو گئی ہے مگر علیؓ کا خیال آج تک ہم پر ظاہر نہ ہوا۔ بخدا تمام لوگوں کی رائے ہماری بابت ایک ہی ہے اگر علیؓ وطلحہ وزبیر کے درمیان صلح ٹھہری تو ہمارے خون ہی پر ٹھہرے گی (یعنی صلح میں یہی طے پائے گا کہ ہم سے قتل عثمان کا انتقام لیا جائے) اس لئے آؤ علیؓ پر ٹوٹ پڑیں اور اُن کو بھی عثمان سے ملحق کر دیں۔"

اس تقریر[1] کے الفاظ صاف ظاہر کر رہے ہیں کہ وہ کوفی سردار جو بیعت کرنے میں سب سے آگے تھے اُن کے تشیع اور دین و ایمان کی حقیقت بس اسی قدر تھی کہ قتل امیر المومنینؓ کا شدید محض اس بنا پر درپے تھے کہ آپ نے قاتلان عثمان کو ہمراہ رکاب بصرہ جانے سے روکدیا۔ تو کیا اس سے یہ اصلیت ظاہر نہیں ہوتی کہ کوفی سرداروں نے رافضی عقائد و نظریات کے ماتحت حضرت علیؓ کی خلافت تسلیم نہیں کی تھی۔ بلکہ اس نصب العین کے ماتحت تسلیم کی تھی کہ اگر کوئی فتنہ کھڑا ہو تو اس کے شعلوں سے بچنے کا ذریعہ ہاتھ آجائے۔ جب بعد میں امیر المومنینؓ کا رویہ جنگ جمل کے موقع پر اُن کی نگاہوں میں مشتبہ نظر آیا تو آپ کے قتل کے منصوبے باندھنے لگے۔ کیا یہ تاریخی شہادت اہم حضرات کے روبرو دیے باور کرنے کیلئے کافی وجوہ پیش نہیں

---

[1] میرا کلام اس موقع پر الزام کی حیثیت رکھتا ہے۔ یعنی چونکہ اصحاب جناب امیرؓ کے متعلق خود اہلسنت کے بڑے بڑے مورخین اسی قسم کے واقعات بیان کر رہے ہیں تو ان کو یہ حق نہیں ہو سکتا کہ ایسے اشخاص کو شیعہ رافضی کہیں۔ ورنہ مالک اشتر جیسے منتخب اصحاب کی بابت شیعوں کا عقیدہ بھی ہے کہ تبرائی مذہب کے پیرو تھے۔ مگر ان کی تعداد بہت کم تھی۔ ۱۲

Marfat.com

کرلی کہ جناب امیرؑ کے گرد ایسے ہی لوگوں کا مجمع تھا جو خلافتوں کا بنانا بگاڑنا اپنے ہاتھوں کا معمولی کرشمہ تصور کرتے تھے نہ کہ قدرت کی نظر انتخاب کا وہ مخصوص کارنامہ جس میں انسانی اختیار وارادہ کو مطلق دخل نہیں ہو سکتا؟ کیا اہلسنت کا عقیدہ اہل کوفہ کے اس تخیل سے کچھ اختلاف رکھتا ہے۔ اور کیا ایوان سقیفہ بنی ساعدہ کی خلافت کانفرنس کے دن سے آج تک یہی نظریہ اُن کا بنیادی مذہب نہیں ہے۔؟

پانچویں شہادت:- مورخ طبری لکھتے ہیں:- (جلد ۶ ص ۳۱)

عن الزهری قال قال صعصعة بن صوحان یوم صفین حین رأی الناس یتبارون الا اسمعوا واعقلوا تعلمن والله لئن ظهر علیؑ لیکونن مثل ابی بکر وعمر وان ظهر معاویة لا یقر لقائل بقول حق۔

خلاصہ اس کلام کا یہ ہے کہ صعصعہ بن صوحان نے بروز صفین اہل کوفہ سے خطاب کیا اور کہا کہ سنو اور سمجھو۔ اگر علیؑ ابن ابیطالب کو غلبہ حاصل ہوا تو وہ مثل ونظیر ابوبکر و عمر کے ثابت ہوں گے اور اگر معاویہ غالب ہوئے تو وہ کسی حق گو کی کوئی بات نہ مانیں گے۔"

دیکھو صعصعہ[1] بن صوحان اصحاب و انصار امیر المومنینؑ کے زمرہ میں بلند پایہ و ممتاز شخصیت رکھتے تھے۔ وہ کوفیوں سے خطاب فرما رہے ہیں کہ سن رکھو اگر علیؑ کو غلبہ حاصل ہوا تو وہ رفتار و کردار میں ابوبکر و عمر کے مثل و نظیر ثابت ہوں گے۔ ہر صاحب ہوش و حواس یہ مان لینے پر مجبور ہوگا کہ مثل و نظیر ابوبکر و عمر ہونے اور ان حضرات کی روش اور سیرت

---

[1] حافظ ابن عبد البر لکھتے ہیں کہ:- کان مسلماً علی عهد رسول الله لم یلقه ولم یره... کان سیداً من سادات قومه عبد القیس وکان فصیحاً خطیباً عاقلاً لبیباً دیناً فاضلاً
(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۹ پر)

Marfat.com

پر چلنے کا مژدہ ایسے ہی لوگوں کو سنایا گیا ہوگا جو ان بزرگانِ دین سے خلوصِ عقیدت اور حسنِ ظن رکھتے اور ان کی سیرتوں کو شرعی حیثیت دیتے ہوئے اس کی تمنا رکھتے ہوں گے کہ ان کے آئندہ حکمران بھی انھیں سیرتوں پر مثلِ احکامِ خدا و رسولؐ کاربند رہیں۔ اور یہ وعدہ انہوں نے اسی غرض سے کیا گیا ہوگا کہ حضرات شیخین کی سیرتوں پر عمل کیے جانے کی جو ہمت افزا خوشخبری ہے اس سے اُن کی مردہ ہمتوں میں جان پڑ جائیگی۔ اور اعانت و حمایت امیرالمومنینؑ کے معاملہ میں جو عام سرد مہری و پست ہمتی ظاہر ہو رہی ہے اس کا ازالہ ہو جائیگا۔ ضرورت تھی یہ عرض کرنے کی بجز اس کے کہ شیعہ امامیہ کی جماعت حضرات شیخین کی نیازمند و عقیدت مند تو ضرور ہے مگر اس کی نیازمندی و عقیدت مندی کی نوعیت مذکورہ بالا خوش اعتقادی سے بہت کچھ مختلف ہے۔ اس کے نزدیک شیخین کی سیرت کو کوئی شرعی حیثیت اور دینی اہمیت حاصل نہیں سمجھی جس پر عمل کرنے کی اپنے حکمرانوں سے تمنا رکھتی ہو اور نہ اسکی امید ہو سکتی کہ سیرۃ نبوی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۸) بلاشبہ ابعد نبی اصحاب علی رضی اللہ عنہ یعنی جو بدلت میں مسلمان ہو چکے تھے مگر شرف صحبت رسولؐ حاصل نہ ہو سکا ...... اپنی قوم عبدالقیس کے سرداروں میں تھے فصیح خطیب عاقل چرب زبان دیندار فاضل بلیغ تھے۔ اصحاب علیؑ میں شمار کیے جاتے تھے۔ ان فضائل و مناقب کے ایسا لکھتے ہیں:-

وہذا ہو القائل لعمر بن الخطاب حین قسم
المال الذی بعث الیہ ابوموسیٰ وکان
الف الف درہم وفضلت منہ فضلۃ فاختلفوا
علیہ حیث اینہا فقام خطیبا فحمد اللہ
واثنی علیہ وقال ایہا الناس

یعنی ایک مرتبہ یہ اتفاق ہوا کہ ابوموسیٰ کا بھیجا ہوا مال
جس کی مقدار ایک لاکھ درہم تھی حضرت عمر نے مسلمانوں
میں تقسیم کیا۔ اس میں سے کچھ بچ گیا جس کی بابت
اختلاف شروع ہو گیا کہ کیا ہو ... یہ صعصعہ خطیب تھے
تو انہی نے شروع کر دی اور بعد حمد و ثنا ارشاد کیا

(بقیہ صفحہ ۵۰ پر)

Marfat.com

حقیقی حالت میں حکمرانی کے طریقوں میں جتنا ہو سکے بعد کے مثیل و نظیر ثابت ہوں بلکہ ایسے حکمراں جو سیرت شیخین کے پابند اور رفتار و کردار میں اون کے مثیل و نظیر ہوں۔ اس فرقہ کے عقائد کے بموجب خلیفہ برحق تسلیم ہی نہیں کئے جا سکتے۔

مختصر یہ کہ صعصعہ بن صوحان کا کلام اس حقیقت کو واضح کر دینے کیلئے کافی ہے کہ اہل کوفہ حضرات شیخین کے مخلص پیرو تھے۔ رافضی مذہب ہرگز نہ تھے۔ اگر ایسا ہوتا تو سیرت شیخین مثیل و نظیر شیخین ہونے کا تذکرہ سنتے ہی چراغ پا ہو جاتے۔ اور ایسی کھری کھری سنانے لگتے کہ خدا کی پناہ۔

(بقیہ صفحہ ۴۹)

فقد لقیت بکم فضلة بعد حقوق الناس فما تقولون فیها فقام صعصعة بن صوحان وهو غلام شاب فقال یا امیر المومنین انما تشاور الناس فیما لم ینزل الله فیه قرآنا واما ما انزل الله به القرآن ووضعه مواضعه فضعه فی مواضعه التی وضعه الله تعالی فیها فقال صدقت انت منی وانا منک فقسمه بین المسلمین۔

لوگو! مسلمانوں کے حقوق کو پورا کر دینے کے بعد کچھ مال بچ گیا ہے اس کی بابت کیا کہتے ہو؟ صعصعہ کھڑے ہوئے اور کہا کہ امیر المومنین مشورہ لوگوں سے فقط ان امور میں کیا کیجئے جن کا کوئی حکم قرآن میں نہ ہو۔ رہا وہ امر کہ جس کا حکم قرآن میں موجود ہے اور خدا نے اسکی جگہیں معین کر دی ہیں اسکی بابت سنو کہ آپ انہیں مواضع میں اس کو رکھئے جو خدا نے اس کے لئے معین کر دی ہیں۔ یہ کلام سنکر حضرت عمر نے کہا تم سچ کہتے ہو۔ تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں۔ پھر وہ مال کو بھی مسلمانوں کے درمیان تقسیم کر دیا۔ اس روایت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ خلافت مآب کو احکام قرآنی پر کتنا عبور تھا۔ اور معمولی سی معمولی معاملہ میں بھی حکم قرآنی کے مطابق عمل کرنے میں دائرہ علم کے محدود ہونے کی وجہ سے کتنی مشکلات پیش آیا کرتی تھیں جو بغیر طویل و عریض خطبہ خوانی کے حل نہ ہو سکتی تھیں۔

Marfat.com

بحث شہادت بیعت امیر المومنینؑ کن اصول کے ماتحت واقع ہوئی

(۱) فاما اهل مصر فانهم كانوا يشتهون
عليا واما اهل البصرة فانهم كانوا يشتهون طلحة
واما اهل الكوفة فانهم كانوا يشتهون الزبير
وخرجوا وهم على الخروج جميع وفي الناس شتى لا
تشك كل فرقة الا ان الفلج معها وان امرها سيتم
دون الآخرين الخ (طبری جلد ۵ صفحہ ۱۵۲)

(۲) قالوا بقيت المدينة بعد قتل عثمان
خمسة ايام واميرها الغافقي بن حرب
يلتمسون من يجيبهم الى القيام بالامر
لا يجدونه يأتي المصريون عليا فيختبئ
منهم ويلوذ بحيطان المدينة فاذا لقوه
باعدهم وتبرأ منهم ومن مقالتهم مرة
بعد مرة ويطلب الكوفيون الزبير
فلا يجدونه فارسلوا اليه حيث هو رسلا
فباعدهم وتبرأ من مقالتهم ويطلب
البصريون طلحة فاذا لقيهم باعدهم

(۱) محصل عبارت یہ ہے کہ اہل مصر کی خواہش تھی کہ علیؑ کو خلیفہ بنائیں۔ اور اہل بصرہ طلحہ کو چاہتے تھے اور کوفیوں کا میلان خاطر زبیر کی جانب تھا۔ یہ لوگ حضرت عثمان کے خلاف خروج کرنے میں تو متفق تھے مگر اشخاص کے متعلق یکدل نہ تھے۔ ہر گروہ کی خواہش جداگانہ تھی۔ اور ہر فریق اس بات پر یقین کرتا تھا کہ کامیابی اسی کا ساتھ دیگی۔ اور اسی کا مقصود پورا ہوگا۔ دوسرے گروہ اپنے مقاصد میں ناکام رہ جائینگے۔"

(۲) لوگوں کا بیان ہے کہ شہر مدینہ پر قتل حضرت عثمان کے بعد پانچ دن تک غافقی بن حرب کی حکومت رہی۔ قاتلان عثمان ایسے شخص کی تلاش میں رہے جو خلافت و امارت کی ذمہ داری اپنے سر لے مگر کوئی ایسا شخص ان کو ملتا نہ تھا۔ اہل مصر علی ابن ابی طالب کی تلاش میں رہتے تھے تو وہ مدینہ کے باغوں میں روپوش ہو جاتے تھے۔ اور اگر ان سے ملاقات بھی ہوئی تو ان لوگوں سے اور ان کی باتوں سے بیزاری ظاہر کرتے تھے۔ کوفی لوگ زبیر کی تلاش میں تھے مگر ان کو نہ پاتے تھے۔ آخر ان لوگوں نے دوست

وتبرأ من مقالتهم مرة بعد مرة وكانوا مجتمعين على قتل عثمان مختلفين فيمن يهوون الخ (طبری جلد ۵ صفحہ ۱۵۵)

اپنا پیام ان تک پہونچایا تو[انہوں] نے بھی ان لوگوں سے دور رہنا [پسند] کیا اور ان کی باتوں سے بیزاری [ظاہر] کی۔ اسی طرح اہل بصرہ طلحہ کی تلاش میں تھے۔ جب وہ مل جاتے تھے تو ان لوگوں سے دور رہنا ہی پسند کرتے تھے۔ اور بار بار ان کی باتوں سے بیزاری کا اظہار کرتے تھے۔ یہ تمام جماعتیں قتل عثمان کے بارے میں تو اتفاق و ہمنوائی رکھتی تھیں۔ مگر ان کے جانشین کے معاملہ میں ہر ایک کی خواہش جداگانہ تھی۔"

جب ہر طرف سے مایوسی ہوئی تو اہل مصر و کوفہ نے خلافت قائم کرنے کے لئے جو [...] اختیار کی وہ طبری کے مندرجہ ذیل بیانات سے معلوم ہوگی۔

(۱) قالا لما كان يوم الخميس على رأس خمسة أيام من مقتل عثمان جمعوا أهل المدينة فوجدوا سعداً والزبير خارجين ووجدوا طلحة في حائط له ووجدوا بني أمية قد هربوا إلا من لم يطق الهرب .... فلما اجتمع لهم أهل المدينة قال لهم أهل مصر أنتم أهل الشورى وأنتم تعقدون الإمامة وأمركم

(۲) ان دونوں شخصوں کا بیان ہے کہ قتل عثمان [کے] پانچویں دن جو کہ روز پنجشنبہ تھا۔ قاتلان عثمان [نے] مدینہ والوں کو جمع کیا۔ سعد اور زبیر مجمع سے خارج رہے اور طلحہ بھی اپنے باغ ہی میں رہے اور بنی امیہ بھی بھاگ گئے تھے۔ سوا ان لوگوں کے جو بھاگنے سے مجبور تھے...... جب اہل مدینہ مجتمع ہوئے ان سے اہل مصر نے کہا کہ تم صاحبان شوریٰ ہو [امامت] کا منعقد کرنا تمہارا ہی کام رہا ہے۔ اور تمہارا ام[ر]

...بن على الامة فانظروا رجلاً تنصبونه
...منكم نتبع فقال الجمهور على بن ابى طالب
...به راضون - (طبری جلد ۵ صفحہ ۱۵۶)

امت پر نافذ ہے۔ پس کسی شخص کا انتخاب
کر لو اور اسے امیر و خلیفہ بناؤ۔ ہم اس کی پیروی
کریں گے۔ تمہارے تابع رہیں گے جمہور اہل مدینہ نے بالاتفاق

کہا کہ ہم علیؑ بن ابی طالب کو پسند کرتے ہیں اور ان کی خلافت پر راضی ہیں۔"

...ان قالوا فقالوا لهم دونكم يا اهل
المدينة فقد اجلناكم يومين فوالله
لئن لم تفرغوا لنقتلن غدا عليا
وطلحة والزبير واناسا كثيرا
فغشى الناس عليا فقالوا نبايعك فقد
ترى ما نزل بالاسلام وما ابتلينا
به من ذوى القربى فقال علىؑ دعونى
والتمسوا غيرى (طبری صفحہ ۱۵۶)

(۲) قاتلان عثمان نے اہل مدینہ سے خطاب کیا کہ
ہم تم لوگوں کو دو دن کی مہلت دیتے ہیں اور
قسم کھاتے ہیں کہ اگر انتخاب خلیفہ کا جلد نہ کیا
تو ہم کل علیؑ و طلحہ و زبیر اور بہت سے
دوسرے اشخاص کو قتل کر دیں گے۔ یہ سنکر
اہل مدینہ علیؑ کے پاس آئے اور کہا کہ ہم لوگ
آپ کے ہاتھوں پر بیعت کریں گے۔ آپ
دیکھتے ہیں کہ اسلام پر کیسی سخت آفت آئی
ہے اور ہم اپنے ذوی القربیٰ کے ہاتھوں کس مصیبت میں مبتلا ہو گئے ہیں
علیؑ بن ابی طالب نے جواب دیا کہ مجھے چھوڑ دو۔ کسی دوسرے شخص کو
تلاش کر لو۔"

(۳) ابن قتیبہ نے کتاب الامامۃ والسیاسۃ میں لکھا ہے :-

فقام الناس فاتوا عليا فى داره فقالوا
نبايعك فمد يدك لا بد من
امير فانت احق بها فقال ليس ذاك...

یعنی قاتلان عثمان حضرت علیؑ کی خدمت میں
آئے اور عرض کی کہ ہم آپ کی بیعت کریں گے
ہاتھ بڑھائیے۔ ایک امیر کا ہونا ضروری ہے

Marfat.com

إليكم إنما هو لأهل الشورى وأهل البدر
فمن رضي به أهل الشورى وأهل البدر
فهو الخليفة فنجتمع وننظر في هذا
الأمر وأبى أن يبايعهم وانصرفوا
عنه وكلم بعضهم بعضا فقالوا يمضي
قتل عثمان في الآفاق والبلاد فيسمعون
قتله ولا يسمعون أنه بويع لأحد بعده
فيثور كل رجل منهم في ناحية فلا نأمن
من أن يكون في ذلك الفساد فارجعوا
إلى علي ولا تتركوه حتى يبايع فيسير
مع قتل عثمان بيعة علي فيطمئن الناس
ويسكنون فرجعوا إلى علي وترددوا
الأشتر النخعي فقال لعلي ابسط يدك
نبايعك فقال له مثل ما قال لهم فقال
الأشتر والله لتمدن يدك
لنبايعك أو لتعصرن عليك عينيها
ثالثة ولم يزل به يكلمه ويخوفه
الفتنة ويذكر أنه ليس أحد يشبهه
فمد يده فبايعه الأشتر ومن معه الخ
(طبری جلد ۵ صفحہ ...)

آپ سب سے زیادہ اس منصب کے حقدار ہیں
حضرتؑ نے فرمایا کہ یہ تمہارا کام نہیں ہے
اہل شوریٰ واہل بدر کا کام ہے جس شخص پر
لوگ راضی ہو جائیں وہی خلیفہ ہوگا۔ لہذا
سب کو جمع ہو کے اس معاملہ میں غور کرنا
یہ فرما کر آپ نے بیعت لینے سے انکار کر دیا۔
لوگ واپس ہوئے۔ اور آپس میں یہ گفتگو
لگے کہ قتل عثمان کی خبر بلاد وامصار میں ہو چکی
لوگ اس خبر کو سنیں گے اور یہ نہ سنیں گے
عثمان کسی شخص کی بیعت کر لی گئی تو اس صورت
میں اطراف وجوانب کے لوگوں میں شورش
ہو جانے کا خطرہ ہے۔ ہر طرف سے ایک شخص اٹھ کھڑا
ہوگا۔ لہذا ہم اس صورت میں فتنہ وفساد
ہو جانے کی طرف سے مطمئن نہیں ہیں۔ پس
کے پاس واپس چلو۔ اور ان کو بیعت لینے
رضامند کئے بغیر نہ چھوڑو۔ اس سے یہ فائدہ
ہوگا کہ خبر قتل عثمان کے ساتھ ساتھ یہ خبر بھی
ہو جائیگی کہ علیؑ کے ہاتھوں پر بیعت واقع ہو
لہذا لوگ مطمئن وساکن رہیں گے۔ کوئی خلفشار

Marfat.com

نہ پھیلے گا) پس وہ لوگ علی ابن ابیطالب کے پاس پھر آئے اور اشتر نخعی نے آپ سے کہا کہ اپنا ہاتھ بڑھایئے کہ ہم بیعت کریں۔ آپ نے اشتر سے بھی وہی باتیں کیں جو اس سے پہلے دوسروں سے فرما چکے تھے۔ اشتر نے جواب دیا کہ اس وقت بیعت قبول کر لیجئے ورنہ ابد میں یہ غنیمت موقع ہاتھ سے نکل جائیگا) اور اس تیسری دفعہ بھی آپ فشار میں مبتلا ہو گئے غرض اشتر کی تقریر جاری رہی۔ بیعت نہ ہو جانے کی حالت میں جس سے فتنہ و فساد کے اُٹھ کھڑے ہونے کا خطرہ تھا۔ اس سے حضرتؑ کو ڈراتے رہے اور یہ کہتے رہے کہ آپ جیسا مستحق خلافت کوئی دوسرا موجود نہیں ہے۔ تا آنکہ حضرتؑ نے دست مبارک بڑھایا اور اشتر نے مع اپنے رفقاء کے بیعت کر لی۔"

ان بیانات سے مندرجہ ذیل امور ظاہر ہوتے ہیں:۔

(۱) اہل کوفہ کا رجحان حضرت زبیر کی طرف تھا اور یہ سوچ کر گھروں سے نکلے تھے کہ حضرت عثمان کو قتل کر کے زبیر کو خلیفہ بنائیں گے۔ ان کو یقین تھا کہ اپنے اس منصوبے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

(۲) اہل کوفہ و مصر وغیرہم کو یہ خوف تھا کہ اگر خبر قتل عثمان اطراف و اکناف میں پھیل گئی تو اس سے فتنہ و فساد بپا ہو جائیگا۔ طوائف الملوکی شروع ہو جائیگی۔ لہذا یہ سوچ رہے تھے کہ اگر خبر قتل عثمان کے ساتھ ساتھ یہ خبر بھی لوگوں تک پہنچ جائیگی کہ کسی شخص کے ہاتھوں پر بیعت کر لی گئی تو مطمئن ہو جائیں گے کوئی خلفشار نہ پھیلے گا۔ لہذا ان لوگوں نے امیر المومنینؑ پر قبول بیعت و خلافت کے لئے بہت زور دیا۔ اور ترغیب و ترہیب

Marfat.com

کے مختلف ذرائع اختیار کئے۔

(۲) اہل مدینہ سے یہ کہنا کہ "تم اہل شوریٰ ہو۔ تمہیں امامت کا بندوبست کرتے رہے ہو۔ تمہارا امر امت پر نافذ ہے۔ لہٰذا کسی شخص پر نظر انتخاب ڈالو اور اس کو امام بنا دو ہم اس معاملہ میں تمہارے تابع رہیں گے" یہ صاف ظاہر کر رہا ہے کہ نصب امام کے مسئلہ میں قاتلان عثمان جن میں اہل کوفہ سب سے آگے تھے کس قسم کے عقائد و خیالات رکھتے تھے۔ ان کا نظریہ یہی تھا کہ امامت کا بندوبست مدینہ کے اہل حل و عقد کے ہاتھوں میں رہے۔ ان کو یہ حق حاصل ہے کہ جس کو چاہیں منتخب کر کے خلیفہ و امام بنا دیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ انھوں نے بالاتفاق حضرت علیؓ کی امامت پر اپنی رضامندی ظاہر کی اور انہی کو ذریعہ ہم نے ان کی پیروی کرتے ہوئے حضرتؓ کو امام و خلیفہ تسلیم کر لیا۔

(۳) اہل مدینہ کو نصب امام کے لئے یہ دھمکی دے کر رضامند کیا گیا کہ اگر تم نے دو دن کے اندر کسی کا انتخاب و تقرر نہ کر دیا تو ہم علیؓ و طلحہ و زبیر اور ان کے ساتھ بہت سے اشخاص کا خاتمہ کر دینگے۔

اگر عقل میں فتور نہ ہو تو ان تاریخی بیانات میں یہ بات ذکر لینے کے کافی وجوہ موجود ہیں کہ اہل کوفہ نے انھیں عقائد و نظریات کی روشنی میں امیرالمومنینؑ کی بیعت قبول کی تھی جو فرقہ اہل سنت سے خصوصیت رکھتے ہیں۔ مذہب رافض کے مسلمہ عقائد ان کے سراسر خلاف ہیں۔ پھر کوئی ایسا شخص جو عقل و فہم سے واسطہ رکھتا ہو یہ کہنے کی جرأت کیونکر کر سکتا ہے کہ مدینہ کے اہل حل و عقد کو نصب امام کا مختار کل سمجھنے والے اور ان کی پیروی کرتے ہوئے اسی نظریہ کی روشنی میں امیرالمومنینؑ کی بیعت کرنے والے

Marfat.com

آپ کے چار سالہ دورِ حکومت و خلافت میں رافضی متصرب ہوگئے تھے اور ساری قوم نے تولّا و تبرا کے مسئلہ میں وہی رنگ اختیار کر لیا تھا جو سبائیوں کی فطرت میں داخل ہو چکا ہے؟ ہاں یہ کہنا بالکل درست ہوگا کہ وہ لوگ اس قسم کا تشیع ضرور رکھتے تھے جو بعض سنّی کا مذہب ہے اور اکابر علماء اہلسنت خود اس کا اعتراف کر چکے ہیں جیسا کہ اوپر گزرا۔

مسئلہ تولیت و فیصلہ کن شہادت سہم ذوی القربیٰ کے بارہ میں اہل عراق سے جناب امیر علیہ السلام کا تقیہ

روی الطحاوی عن محمد بن خزیمۃ عن یوسف عن سندی عن عبد اللہ بن المبارک عن محمد بن اسحاق قال سألت ابا جعفر یعنی محمد بن علی قال ارأیت علی بن ابی طالب حیث ولی العراق کیف صنع فی سہم ذوی القربیٰ قال سلک بہ واللہ سبیل ابی بکر وعمر فقلت فکیف انتم تقولون ما تقولون قال اما واللہ ما کان اہلہ یصدرون الا عن رایہ قلت فما منعہ قال کرہ واللہ ان یدعی علیہ بخلاف سیرۃ ابی بکر وعمر۔

طحاوی نے روایت کی ہے محمد بن خزیمہ یوسف بن سندی سے وہ عبداللہ بن المبارک سے اور وہ محمد بن اسحاق سے راوی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں نے ابو جعفر یعنی محمد بن علی (علیہما السلام) سے پوچھا کہ جب علیؑ بن ابی طالب عراق کے والی ہوئے تو انہوں نے سہم ذوی القربیٰ (جس کو خلاف نص قرآنی شیخین نے ذوی القربیٰ کو محروم کر دیا تھا) کے معاملہ میں کیا روش اختیار کی؟ ابو جعفرؑ نے فرمایا کہ آپ ابو بکر و عمر کی راہ پر چلتے رہے۔ میں نے کہا کہ پھر آپ لوگ جو شیخین کے متعلق کہا کرتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا کہ اہلبیت امیر المومنینؑ آپ کی رائے کے خلاف نہیں چلتے (یعنی ہم سہم ذوی القربیٰ کے متعلق شیخین کے عمل کو جس نظر سے دیکھتے ہیں اور اس کے بارے میں جو رائے رکھتے ہیں وہ حضرت امیر المومنینؑ ہی کی رائے

کے موافق ہے۔ آپ کی رائے یہی تھی) میں نے کہا کہ کون سی بات مانع ہوئی جو حضرت امیر المومنین نے اپنی رائے کے مطابق عمل نہ کیا؟ فرمایا کہ حضرت نے اس بات کو پسند نہ کیا کہ آپ کے اوپر مخالفت ابی بکر و عمر کا الزام لگایا جائے۔"

یہ روایت ثابت کرتی ہے کہ اہل عراق کی اکثریت سیرت ابو بکر و عمر کی اس حد تک دلدادہ تھی کہ اور آپ کو اس درجہ کی شرعی حیثیت اور دینی اہمیت دیرہی تھی کہ جناب امیر علیہ السلام مخالفت سیرت شیخین کے الزام سے بچنے کیلئے ایک ایسے امر میں تبدیلی و تغیر نہ کر سکے جو آپ کی رائے میں نصوص قرآنی اور احکام شریعت کے خلاف جاری کیا گیا تھا۔ اگر آپ کی رعایا میں رافضیوں کے عقائد و خیالات بھی پائے ہوتے تو حضرات شیخین کا طریقہ کار ان کے نزدیک اس قدر محبوب و مقبول کیوں ہوتا۔ جناب امیر الزام مخالفت شیخین سے کیوں جھجکتے۔ اور لوگوں کی شورش پسندی اور ناراضی کے خوف نے آپ کو اپنے ضمیر اور اپنی رائے کے خلاف کسی سیرت ابو بکر و عمر کو باقی رکھنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟

آٹھویں شہادت اہل عراق خارجی ہو جانے کے بعد بھی ولایت شیخین پر فریفتہ تھے

قال قد ثنا المستورد بن علفة نقال اکتب یا ابن اخی قلت نعم فدعا لی برق و دواۃ وقال اکتب من عبد اللہ المستورد امیر المومنین الی سماک بن عبید اما بعد فقد نقمنا

مورخ طبری لکھتے ہیں۔ جلد ششم ص۱۹ مطبوعہ مصر۔ راوی کہتا ہے کہ مجھے (رئیس خوارج) مستورد بن علفہ نے طلب کیا اور کہا کہ اے فرزند برادر! تم لکھنا جانتے ہو؟ میں نے کہا ہاں جانتا ہوں۔ تب اس نے ایک جھلی اور دوات منگوائی اور کہا کہ لکھو یہ خط بندۂ خدا مستورد امیر المومنین کی جانب سے سماک بن عبید کی طرف ہے۔ اما بعد ہم نے اپنی قوم پر فیصلوں میں ظلم کرنے

علی توصنا الجور فی الاحکام وتعطیل الحدود والاستیثار بالفئ وانا ندعو الی کتاب اللہ عز وجل وسنۃ نبیہ صلعم وولایۃ ابی بکر وعمر رضوان اللہ علیہما والبراءۃ من عثمان وعلی لاحداثہما فی الدین وترکہما حکم الکتاب۔

حدود شرعیہ کو معطل کر دینے اور مال غنیمت کو اپنے لئے مخصوص کر لینے کا الزام لگاتا ہے اور ہم تم کو بلاتے ہیں کتاب خدا و سنت رسول اور ولایت ابوبکر و عمر کی جانب اور عثمان و علی سے تبرا و بیزاری کی طرف اس لئے کہ ان دونوں نے دین میں بدعتیں کیں اور حکم کتاب خدا کو چھوڑ دیا"

دیکھو اور آنکھیں کھول کر دیکھو! فرقہ خوارج کا ایک رئیس جس کے ہاتھوں پر اس فرقہ کے افراد بیعت کر چکے ہیں اور جو اپنے آپ کو امیر المومنین سمجھتا ہے۔ ایک دعوت نامہ میں کتاب خدا و سنت نبی کے ساتھ ساتھ ولایت ابوبکر و عمر کی طرف بھی لوگوں کو علانیہ دعوت دیتا ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ اہل عراق کے دلوں میں رگ رگ میں محبت و ولایت شیخین اس درجہ پیوست ہو چکی تھی کہ مذہب تسنن سے باہر ہو کر مسلک خوارج قبول کر لینے کے بعد بھی اس کا سکہ اسی طرح جما رہا جیسے پہلے تھا۔ خانہ بربادی دین و ایمان کے مرتکب ہوئے حضرت عثمان و حضرت علی ابن ابی طالب سے بیزار ہو گئے۔ مگر ولایت شیخین کو دین و ایمان سمجھنے میں فرق نہ آیا۔ پھر کیا تم اس کے بعد بھی یہ باور نہ کرو گے کہ زمانہ سابق میں امیر المومنین کا ساتھ دینے والے جو شیعہ کے لقب سے مشہور ہوئے در اصل اہلسنت کے عقائد رکھتے تھے۔ اور خارجیت کی شاخ اسی اصل شجرہ سنی سے باسانی پھوٹ نکلی تھی۔ ان کے تشیع میں فرقہ امامیہ کے تشیع کا رنگ مطلق نہ تھا۔ ورنہ کوئی وجہ نہ تھی کہ ارباب ملت سنیہ خوارج کی روایتوں کو نہایت صحیح و موثق ٹھہراتے ہوئے بسر و چشم قبول کر لیتے مگر شیعہ امامیہ کی شہادت معمولی امور میں بھی قبول کرنے پر رضامند نہ ہوتے۔ تم اس سے پہلے دیکھ چکے کہ امام ابوداؤد کو روایات خوارج کی صحت

Marfat.com

میں کوئی شبہ نہیں ہوتا۔ مگر امام شافعی روافض کی گواہی پر کان دھرنا نہیں چاہتے پھر کیا وجہ کہ اگر فرقۂ خوارج کو اہلسنت سے کوئی سابقہ رشتہ نہ رہا ہوتا بلکہ خارجی مذہب ہو جانے سے پہلے اُن کے عقائد روافض سے ملتے جلتے رہے ہوتے تو اُن کے ساتھ علمائے اہلسنت کیجانب سے اس قدر رواداری کیوں برتی جاتی۔؟ اور اُن کو سچائی اور راست گفتاری کی سند کیوں عطا کی جاتی جبکہ روافض کو نہایت تنگ نظری کے ساتھ محروم رکھا گیا ہے۔ مذہب اہلسنت کی طرف سے فرقۂ خوارج کے ساتھ انتہائی رواداری کا برتاؤ اس کے سوا اور کس بنا پر کیا گیا ہے کہ خارجیت قبول کر لینے کے بعد بھی رنگ تسنن اُن سے اُڑنے نہیں پایا تھا۔ بلکہ عداوت اہلبیت کے معاملہ میں یہ دونوں ایک دوسرے سے بغلگیر نظر آتے ہیں۔ اور یہی چیز اُن دونوں کے درمیان مابہ الاشتراک کی حیثیت رکھتی تھی۔ اور خارجیت درحقیقت تسنن ہی کی ایک بگڑی ہوئی تصویر تھی۔

تنقیح چہارم: امر چہارم کی تنقیح اس مقام پر اس غرض سے ضروری ہے کہ محترم ناظرین بآسانی یہ باور کر سکیں کہ جس فرقہ اور ملت کے افراد واقعات کربلا کے قبل و بعد ایسے ہولناک جرائم کی عادت رکھتے ہوں گے انہیں کے ہاتھوں سے کربلا کے حوادث بھی واقع ہوئے ہوں گے۔ کیونکہ جرم کی کی توقع جرم کی عادت رکھنے والے افراد ہی سے کیجا سکتی ہے نہ کسی امن پسند و خوش کردار جماعت سے۔ لہذا ایسے تاریخی شواہد یہاں پیش کئے جاتے ہیں جن کے دیکھنے سے اس امر میں شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہ سکتی کہ حضرت عثمان کے مقدس خون کو مباح قرار دینے والے اور اس کو حوصلہ سوا بے دقعت و کم وزن تصور کرنے والے الفضلا تعالیٰ مہاجرین و انصار اور اُن کے وہ تابعین ہی تھے جو مذہب تسنن کا سنگ بنیاد رکھنے والے تھے۔ جنکی ذہنی و عملی قوتوں نے اصول تسنن کو عالم میں فروغ دیا اور جن کے

کسی قول و فعل کے خلاف نکتہ چینی کرنا عقائد اہلسنت کے رو سے کفر و الحاد کا مترادف قرار پاتا ہے۔ اور فرقہ سنیہ کا مذہبی نظریہ جن کے بارے میں یہ ہے کہ کسی قول و فعل سے خواہ اس کی نوعیت کچھ بھی ہو اُن کی عدالت میں خلل نہیں پڑ سکتا۔ ان کے افعال و جرائم کا شریعت مصطفویہ کے کسی قانون کی گرفت میں آنا تو درکنار۔ بارگاہ خداوندی سے اجر پانے کا استحقاق حاصل کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ کیونکہ وہ عادل تھے اور بہرحال عادل تھے۔ اگر میرے اس کلام کے سچ ہونے میں کسی بندہ خدا کو شک ہو تو اسے شیخ عبدالوہاب شعرانی کا یہ صاف ستھرا بیان بغور پڑھ لینا چاہئے۔

اہلسنت کے نزدیک تمام صحابہ عادل و ماجور ہیں خواہ مبتلائے فتن ہوئے ہوں یا نہیں

المبحث الرابع والاربعون فی بیان وجوب الکف عما شجر بین الصحابۃ ووجوب اعتقاد انھم ماجورون وذالک لانھم کلھم عدول باتفاق اھل السنۃ سواء لابس الفتن او لم یلابسھا کفتنۃ عثمان وصفین ووقعۃ الجمل انتھی۔

(کتاب الیواقیت والجواھر)

چوالیسویں بحث اس بیان میں ہے کہ صحابہ کے مابین جو اختلاف کی صورتیں پیدا ہوئیں ان کے متعلق زبان بند رکھنا واجب ہے۔ اور یہ اعتقاد رکھنا بھی واجب ہے کہ وہ حضرات اجر سے نوازے جائیں گے۔ اور یہ اس لئے کہ سب کے سب باتفاق اہلسنت عادل تھے۔ خواہ مبتلائے فتن ہوئے ہوں یا نہ ہوئے ہوں۔ مثلاً فتنہ عثمان اور فتنہ صفین و واقعہ جمل۔

نیز ملا علی قاری شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں:

مذھب جمھور العلماء الی ان الصحابۃ

جمہور علمائے اہلسنت کا مذہب یہ ہے

کلهم عدول قبل فتنہ عثمان و علی | کل صحابہ عادل تھے۔ فتنہ عثمان و علیؑ سے پہلے
وکذا بعدھا۔ | بھی اور بعد بھی۔

دیکھو قلعہ عدالت صحابہ کی بنیاد کتنی مضبوط اور مستحکم واقع ہوئی ہے کہ سینا فتن کی تو پیں اس میں رخنہ اندازی سے عاجز نظر آتی ہیں۔ اور اس عدالت کی بارگاہ خداوندی میں اتنی عزت و وقعت ہے کہ فتنوں میں مبتلا ہونا اس کے نزدیک استحقاق اجر و ثواب میں کمی و خسارہ کا سبب نہیں ہوتا۔ بلکہ ہر فتنہ ایک ثواب جدید کا حق پیدا کر دیتا ہے۔ اور یہ بے اعتدالی میں عدالت قرار پا کر حسنات میں معتدبہ اضافہ کر لیتی ہے۔ حق تو یہ ہے کہ بزرگان دین سے خوش اعتقادی حضرات اہلسنت ہی کا حق ہے۔ بہر حال ناظرین ہمارے معروضات پر سرسری نظر کرتے ہوئے واقعات ذیل کو بھی ملاحظہ فرمائیں۔

ام المومنین حفصہ کی گھر فشانی صحابہ نے نصرت عثمان سے منہ موڑ لیا لہذا اس آیت کے مصداق ٹھہرے جو کفار مکہ کے بارے میں نازل ہوئی تھی

علامہ جلال الدین سیوطی رسالہ "رفع الاسی فی ضرب المثل" میں لکھتے ہیں۔

منقول از تشیید المطاعن جلد دوم صفحہ ۱۴۰

عن ام المومنین حفصۃ بنت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت فی المدینۃ، واہلھا لما قتل عثمان رضی اللہ عنہ وتخلفوا عن نصرتہ | یعنی ام المومنین حفصہ نے مدینہ و اہل مدینہ کے متعلق اس وقت جبکہ عثمان قتل ہو چکے ..... اور ان لوگوں نے اُن کی کچھ امداد نہ کی۔ اور (اس بیوفائی کے صلہ میں) جو صحیح میں اُن پر کہ زوال

وجرى عليهم فى وقعة أحد ما جرى. ضرب
الله مثلا قرية كانت آمنة مطمئنة
يأتيها رزقها رغدا من كل مكان فكفرت
بأنعم الله فأذاقها الله لباس الجوع
والخوف بما كانوا يصنعون
أخرجه ابن أبي حاتم فى تفسيره
فتمثلت أم المؤمنين لأهل المدينة
بهذه الآية وأكثرهم صحابة والآية
نازلة فى كفار مكة بلا اشتباه بدليل
قوله عقيبها ولقد جاءهم رسول
منهم فكذبوه. الآية انتهى

تھیں جو واقعہ جمل میں گذر چکیں۔ یہ آیت پڑھی۔
ضرب اللہ مثلا الخ۔ جس کا مضمون یہ ہے کہ خدا نے
یہ مثال بیان فرمائی کہ ایک بستی تھی جو امن و اطمینان
کی حالت میں گزر رہی تھی۔ ہر جگہ سے اس کی
روزی بافراغت اس کے پاس آجاتی تھی۔
پھر اس نے نعمات الٰہیہ کی ناشکرگذاری اختیار
کرلی۔ لہٰذا خدا نے بھوک اور ڈر کا اس کو
مزہ چکھا دیا۔ بدلہ میں ان اعمال کے جو وہ
کیا کرتے تھے۔ ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر
میں اس روایت کو وارد کیا ہے۔ ام المومنین
نے اس آیت سے اہل مدینہ کی مثال بیان کی
حالانکہ اکثر ان میں صحابہ تھے۔ اور یہ آیت کفار مکہ کی بابت نازل ہوئی
ہے۔ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ خداوند عالم کا یہ ارشاد جو آیت
مذکورہ کے بعد واقع ہے۔ ولقد جاءھم رسول منھم فکذبوہ الخ اسکی دلیل
ہے کہ وہ آیت کفار مکہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔"

ام المومنین کے اس بصیرت افروز کلام سے ظاہر ہوگیا کہ اہل مدینہ جن میں اکثر
صحابۂ عالی وقار تھے وہاں حضرت عثمان کی امداد سے دست بردار رہے۔ اور اس بیوفائی
کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس آیۂ مبارکہ کے مصداق ٹھہرے جو بے شک مخصوصاً کفار مکہ کی شان میں
نازل ہوئی تھی۔ سبحان اللہ! کون بتائے کہ ام المومنین کے [illegible]

Marfat.com

رافضیت کا سایہ کیونکر پڑ گیا - جو کفار مکہ کی شان میں نازل شدہ آیت کو صحابہ کرام کے حسب خیال ٹھہرانے لگیں -

سفاکان مصر و کوفہ کی یورش میں صحابہ کا اشارہ - اپنے امام کے عیوب کا پروپیگنڈا اور خوبیوں کا اخفا

کنز العمال ملا متقی میں مروی ہے:-
(کتاب الفضائل - باب فضائل عثمان)

عن اسماعیل بن ابی خالد قال لما نزل اهل مصر الجحفة یعاتبون عثمان - صعد عثمان المنبر فقال جزاکم الله یا اصحاب محمد عنی شرا اذعتم السیئة وکتمتم الحسنة واغریتم بی غوغاء الناس ایکم یاتی هولاء القوم فیسألهم ما الذی نقموا علی و ما الذی یریدون ثلاث مرات فلم یجبه احد فقام علی فقال انا - الخ

"اسماعیل بن خالد راوی ہے کہ جب اہل مصر مقام جحفہ پر آ پہنچے - اور عثمان کے خلاف ناراضی و عتاب کا اظہار کرنے لگے تو حضرت عثمان نے ممبر پر جا کر فرمایا - اے صحابۂ رسول! خدا تمہیں بری جزا دے تم نے میری برائیوں کا پروپیگنڈا کیا - اور خوبیاں چھپائیں - اور میرے خلاف شریر لوگوں کو بھڑکایا - اب تم میں کون ہے جو ان سے جا کر پوچھے کہ میرے خلاف کون سے الزامات لگائے گئے ہیں - اور کیا چاہتے ہیں - حضرت عثمان نے یہ ارشاد تین بار دہرایا - مگر کسی نے جواب نہ دیا - تب علی بن ابی طالب اٹھے - اور فرمایا کہ میں جاؤں گا - " الخ

صحابہ پر حضرت عثمان کی بددعا واقعۂ حرہ میں اس بددعا کا اثر ظاہر ہوا -

اسی کتاب کنز العمال میں ہے

عن مجاهد قال اشرف عثمان على الذین حصروہ فقال یا ایھا الناس لا تقتلونی فانی وال واخ مسلم فواللہ ان اردت الاصلاح ما استطعت اصبت او اخطأت وانکم ان تقتلونی لا تصلون جمیعا ابدا ولا تغزون جمیعا ابدا ولا یقسم فیئکم بینکم فلما ابوا قال اللھم احصھم عددا واقتلھم بددا ولا تبق منھم احدا قال مجاھد فقتل اللہ منھم من قتل فی الفتنۃ و بعث یزید الی اھل المدینۃ عشرین الفا واباحوا المدینۃ ثلاثا یصنعون ما شاء والمدا ھنتھم۔ انتہی (ابن سعد)

یعنی مجاہد راوی ہے کہ حضرت عثمان نے اپنے مکان کی چھت سے محاصرہ کرنے والوں کو خطاب کیا اور فرمایا! مجھے قتل نہ کرو۔ کیونکہ میں تمہارا والی اور حاکم، اور ایک مسلمان بھائی ہوں مجھے قتل کرکے کچھ نہ پاؤ گے۔ پھر تمھیں یکجا ہو کے نماز ادا کرنا اور قرآن پڑھنا کبھی نصیب نہ ہوگا۔ اور نہ کبھی تمہارا مال غنیمت تمہارے درمیان تقسیم ہو سکے گا۔ (بھلا ان خونخواروں کے دل میں اتنا درد کہاں؟ بھلا اسلامی حمیت کب تھی جو حضرت عثمان کی عاجزانہ منت و سماجت اور ہمدردانہ نصیحت کچھ بھی اثر ڈال سکتی) جب انھوں نے حضرت عثمان کی باتیں نہ سنیں تو آپ نے فرمایا کہ پروردگارا ان لوگوں کو ایک ایک کرکے گِن اپنا اور جدا جدا ہلاک کر دینا۔ اور ایک متنفس کو بھی باقی نہ چھوڑنا۔ مجاہد کا بیان ہے کہ (اس بددعا کا یہ اثر ہوا کہ) ان میں سے فتنوں میں جو قتل ہوئے وہ ہوئے ربانی کی ہلاکت ... ان ہوا کہ) یزید نے اہل مدینہ کی طرف بیس ہزار جوانوں پر مشتمل ایک ٹڈی دل فوج بھیجی جس نے تین دن تک قتل و غارت کے لئے مدینہ کو مباح کر دیا۔ سپاہی جو چاہتے تھے وہ کرتے تھے۔ یہ سب مصیبتیں اہل مدینہ کی مکاری و نفاق کا نتیجہ تھیں۔

Marfat.com

حضرت عثمان کا جواب حضرات [illegible]
[illegible]

[illegible]

لما تكلم الناس على عثمان بن عفان صعد المنبر فحمد الله واثنى عليه ثم قال اما بعد فان لكل شيء آفة ولكل امة علة وعلة هذه الملة عيابون طعانون يرونكم ما تحبون ويسترون ما تكرهون اما والله يا معشر المهاجرين والانصار لقد عبتم علي اشياء ونقمتم امورا قد اقررتم لابن الخطاب مثلها ولكنه وقمكم وقمعكم ولم يجترئ احد يملأ بصره منه ولا يشير بطرفه اليه

[illegible]

[illegible] حضرت عثمان [illegible] خدا کی [illegible] ہر شے کی آفت ہوتی ہے اور ہر امر کی مصیبت ہے [illegible] عیب جوئی کی عادت رکھنے والی قوم تو تمہاری محبوب باتوں کو تمہارے سامنے ظاہر کرتی ہے اور جن باتوں کو تم پسند نہیں کرتے [illegible] اے گروہ مہاجرین و انصار تم نے مجھ پر بہت سی چیزوں اور امور کے متعلق الزامات لگائے جیسے عمر ابن الخطاب کے زمانہ میں بھی واقع ہوا کرتے تھے اور تم ان کے بارے میں عمر کے سامنے سر تسلیم خم رکھتے رہے ہو۔ اس کا سبب بس یہی تھا کہ انہوں نے تمہاری سرکوبی خوب کر دی تھی اس لئے کسی میں دم نہ تھا کہ ان کی طرف آنکھ بھر کر دیکھتا۔ یا ان کی جانب آنکھوں سے اشارہ بھی کر سکتا۔

مہاجرین پر حضرت عثمان کی زندگی دو بھر ہو رہی تھی۔

قال الحجاج ابن عباس فقال عثمان لمعاوية ما ترى فان هولاء المهاجرين قد استعجلوا القدر ولابد لهم مما في انفسهم (امامت وسیاست ص۲۹)

"ابن عباس کے چلے جانے کے بعد حضرت عثمان نے معاویہ سے کہا کہ آخر تیری کیا رائے ہے۔ مہاجرین تو یہ چاہتے ہیں کہ میری بابت قضا و قدر کہیں جلد جاری ہو جائے اور جو کچھ اُن کے دلوں میں ہے وہ ضرور کر کے رہیں گے۔"

جناب عثمان کے خلاف صحابہ کا شکایت نامہ یا ایک مفصل فرد جرم

قال وذكروا انه اجتمع ناس من اصحاب رسول الله صلعم كتبوا كتابا ذكروا فيه ما خالف فيه عثمان من سنة رسول الله وسنة صاحبيه وما كان من هبة خمس افريقية لمروان وفيه حق الله ورسوله ومنهم ذو القربى واليتامى والمساكين وما كان تطاوله في البنيان حتى عد سبع دور بناها بالمدينة دار النائلة ودار ا

"خلاصہ عبارت یہ ہے کہ اصحاب رسول کی ایک جماعت نے جمع ہو کر ایک شکایت نامہ تحریر کیا اور اس میں وہ تمام امور قلمبند کیے جن میں عثمان نے سنت رسول اور سنت ابوبکر و عمر کے خلاف عمل کیا تھا۔ اور اس شکایت نامہ میں مندرجہ ذیل الزامات بھی مندرج تھے۔ (۱) افریقہ کا مال خمس مروان کو عطا کر دیا۔ حالانکہ اس میں خدا اور رسول اور دیگر مستحقین کے حقوق شامل تھے۔ (۲) تعمیر عمارت کا حد سے بڑھا ہوا شوق۔ (۱) لوگوں نے مدینہ میں سات مکانات

Marfat.com

لعائشة وغيرها من اهله وبناته
وبنيان مروان القصور بذي خشب
وعمارة الاموال بها من الخمس الواجب
لله ولرسوله وما كان من افتنانه
العمل والولايات في اهله وبني عمه
من بني امية احداث وغلمة لا
صحبة لهم من الرسول ولا تجربة لهم
بالامور (امامت وسیاست ص۳۰)

شمار کرائے تھے۔ کوئی نائلہ کے لئے مخصوص تعمیر
کرایا گیا تھا۔ اور کوئی عائشہ کیلئے اسیطرح
دوسری بیویوں اور بیٹیوں کیلئے عمارتیں
علیحدہ علیحدہ تھیں۔ (۳) مروان نے مقام
ذی خشب میں قصور و محلات تعمیر کرائے
اور اُن کو ایسے اموال خمس سے بھر دیا جن
میں خدا ورسول کا حق واجب شامل تھا۔
(۴) حکومت کے عہدے اپنے رشتہ داروں
اور کنبے والوں پر تقسیم کئے جاتے ہیں۔ اور پھر وہ ایسے نو عمر لوگوں
پر جن کو نہ صحبت رسولؐ نصیب ہوئی اور نہ انتظام امور حکومت
کا کوئی تجربہ رکھتے ہیں۔"

طلحہ کی سرگرمی۔ حضرت عثمان پر پانی بند کر دیا

فاقام اهل الكوفة واهل مصر
بباب عثمان ليلا ونهارا وطلحة يحرض
الفريقين جميعا على عثمان ثم ان
طلحة قال لهم ان عثمان لا يبالي
ما حصرتموه وهو يدخل عليه
الطعام والشراب فامنعوه الماء ان

تو اہل کوفہ واہل مصر عثمان کے دروازہ پر رات
دن پہرہ بٹھائے ہوئے تھے اور طلحہ دونوں
فریقوں کو عثمان کے خلاف بھڑکا رہے تھے پھر طلحہ نے
اُن سے کہا کہ عثمان کو تمہارے محاصرہ کی کچھ پروا
نہیں ہے۔ کیونکہ کھانا اور پانی اُن تک برابر
پہنچ رہا ہے۔ لہذا منع کردو کہ پانی اُن تک

Marfat.com

یدخل علیه - (الامامۃ والسیاسۃ ص۳۵) پہونچنے ہی نہ پائے -"

پانی بند کرانے پر طلحہ کے رو برو حضرت عثمان کا احتجاج اور اُس کا جواب باصواب

وذکروا ان عثمان لما منع الماء اصعد علی القصر واستوی فی اعلاہ ثم نادی این طلحۃ فاتاہ فقال یا طلحۃ اما تعلم ان بئر رومۃ کانت لفلان الیھودی لا یسقی احدا من الناس منھا قطرۃ الا بثمن فاشتریتھا باربعین الفا فجعلت رشائی فیھا کرشاء رجل من المسلمین لم استاثر علیھم قال نعم قال فھل تعلم ان احدا یمنع ان یشرب منھا الیوم غیری لم ذالک قال لانک بدلت وغیرت قال فھل تعلم ان رسول اللہ قال من اشتری ھذا البیت وزاد فی المسجد فلہ بہ الجنۃ فاشتریت بعشرین الفا وادخلتہ فی المسجد قال طلحۃ نعم قال فھل تعلم الیوم

"راویوں کا بیان ہے کہ عثمان پر جب پانی بند کردیا گیا تو وہ اپنے قصر کے بالائی حصہ پر جلوہ افروز ہوئے اور طلحہ کو پکارا۔ جب وہ سامنے آگئے تو فرمایا کہ اے طلحہ! کیا تمھیں نہیں معلوم کہ چاہ رومہ فلاں یہودی کی ملکیت تھا۔ وہ بغیر دام وصول کئے کسی کو پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں دیتا تھا میں نے اس کنوئیں کو چالیس ہزار پر خرید کرلیا اور اس پر اپنا کوئی مخصوص حق مالکانہ قائم نہیں کیا بلکہ اس سے پانی لینے میں اپنی حیثیت دوسرے مسلمانوں کے برابر ہی رکھی جس طرح سب سیراب ہوتے تھے میں بھی ہوتا تھا۔ طلحہ نے جواب دیا ہاں مجھے اس کا علم ہے۔ تب عثمان نے کہا کہ آخر میرے سوا کوئی اور بھی ہے جس پر اس کنوئیں کا پانی بند کردیا گیا ہو اس ظلم صریح کا سبب کیا ہے؟ طلحہ نے جواب دیا اس لئے کہ تم نے دین بدلا اور بگاڑا۔ (دیکھیے کیسی علانیہ لت ہے کہ خود حضرت عثمان کا خرید کردہ

احداً یمنع فیہ من الصلوٰۃ غیری قال لا قال لما قال لانک غیرت وبدلت ثم انصرف عثمان ولعبث الی علی یخبرہ انہ منع من الماء ولیستغیث بہ فبعث الیہ علیؑ ثلاث قرب مملوۃ ماء فما کادت تصل الیہ فقال طلحۃ ما انت وھذا وکان بینھما فی ذالک کلام شدید (امامۃ وسیاسۃ ص۳۶)

کنوئیں سے پانی کے جام نوش کئے جاتے ہیں اور اصل مالک ایک ایک قطرہ کیلئے محروم کر دیا گیا ہے۔ ناظرین کو یہ دیکھکر تعجب ہونا چاہئے کہ بیدردی و سفاکی کا نام عدالت رکھ لیا گیا ہے کیونکہ یہ اس دنیا کی لعنت سے تعلق رکھتا ہے جہاں ظالم و مظلوم قاتل و مقتول دونوں پیارے ہوتے ہیں) پھر حضرت عثمان نے فرمایا کہ تمہیں رسولؐ کا یہ ارشاد معلوم ہے کہ جو اس گھر کو خرید کر مسجد نبی میں شامل کر دے گا اس کو جنت حاصل ہو گی۔ میں نے اسی ارشاد نبوی کے بموجب اس گھر کو بیس ہزار قیمت دیکر خرید لیا اور داخل مسجد کر دیا۔؟ طلحہ نے کہا ہاں جانتا ہوں۔ عثمان نے کہا! پھر یہ بتا سکتے ہو کہ میرے سوا کوئی اور بھی ایسا ہے جس کو اس مسجد میں نماز پڑھنے سے روکدیا گیا ہو؟ طلحہ نے کہا نہیں۔ تب عثمان نے کہا کہ آخر مجھ پر یہ ستم کیوں کیا جا رہا ہے؟ طلحہ نے جواب دیا اس لئے کہ تم نے دین میں تبدل و تغیر واقع کیا۔ (جب اس احتجاج کا کوئی اثر نہ ہوا تو) جناب عثمان واپس ہوئے اور حضرت علیؑ کے پاس پیغام بھیجا اور فریاد کی کہ مجھ پر پانی بند ہے۔ (امداد کیجئے) حضرت علیؑ نے تین مشکیں پانی کی بھجوائیں جس کے پہونچنے میں روک ٹوک کی گئی۔ طلحہ نے حضرت علیؑ سے کہا کہ آپ کو اس شخص (عثمان سے) کیا سروکار ہے۔ اس بارے میں دونوں شخصوں (طلحہ و حضرت علیؑ) کے درمیان سخت گفتگو ہو گئی۔"

سعد بن ابی وقاص کا خط عمرو بن عاص کے نام۔ قاتلان عثمان کون تھے؟

ل ثم كتب عمرو بن العاص الى سعد
ن ابى وقاص يسأله عن قتل عثمان و
ن قتله ومن تولى كبره فكتب اليه سعد
نك سألتنى من قتل عثمان وانى اخبر
نه قتل بسيف سلته عائشة وصقله
لحة وسمه ابن ابى طالب وسكت
الزبير واشار بيده وامسكنا نحن
ولو شئنا دفعناه عنه ولكن عثمان
غير وتغير واحسن واساء فان
كنا احسنا فقد احسنا وان كنا
اسأنا فنستغفر الله۔

۔ عمرو عاص نے سعد بن ابی وقاص کو خط لکھا اور اس میں قتل عثمان اور قاتلوں کی بابت سوالات کئے۔ سعد ابن ابی وقاص نے جواب میں لکھا کہ تم نے مجھ سے قتل عثمان کی بابت سوال کیا ہے لہذا میں تمہیں بتاتا ہوں کہ عثمان اس تلوار سے قتل کئے گئے جسکو عائشہ نے نیام سے کھینچا تھا۔ اور طلحہ نے اس پر صیقل کی تھی علی ابن طالب نے اس کو زہر میں بجھایا تھا۔ زبیر خاموش تو رہے مگر ہاتھ سے اشارہ کر دیا ہم نے بھی امداد عثمان سے ہاتھ کھینچ لیا تھا۔ اگر چاہتے تو اس آفت کو ان سے ٹال دیتے مگر ہم نے اس لئے مدافعت گوارہ نہ کی کہ) انھوں نے دین میں رد و بدل واقع کی تھی۔ خود بھی متغیر ہو گئے تھے۔ (یعنی ان کی نفسانی کیفیت بہ نسبت پہلے کے بدل گئی تھی۔) انھوں نے اچھے کام بھی کئے اور برے بھی۔ پس اگر ہم نے اچھا کام کیا تو خوب کیا۔ اور اگر برا کیا تو خدا سے توبہ و استغفار کرتے ہیں۔ (جب جرم و گناہ کا یقین ہی نہیں توبہ کیسی؟ مترجم)

Marfat.com

اقرار جرم اور زود پشیمانی

واتاھما عبداللہ بن خلف فقال لھما انہ لیس احد من اھل الحجاز کان منہ فی عثمان شئی الا وقد بلغ اھل العراق وقد کان منکما الی عثمان من التخلیب والتالیف ما لاید فعہ جحود ولا ینفعکما فیہ عذر واحسن الناس فیکما قولا من ازال عنکما القتل والزمکما الخذل ...... فقال طلحۃ ننکر القتل ونقر بالخذل ولا ینفع الاقرار بالذنب الامع الندم علیہ ولقد ندمنا علی ما کان منا۔ (امامۃ وسیاسۃ ص ۵۶)

"عبداللہ بن خلف طلحہ و زبیر کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ اہل حجاز میں سے کوئی ایسا شخص نہیں ہے جس نے عثمان کے معاملہ میں کوئی بات کی ہو اور اہل عراق تک اس کی خبر نہ پہونچی ہو تم دونوں شخصوں نے تو وہ فریب کی باتیں کیں۔ اور عوام کو عثمان کے خلاف جمع کر دینے میں وہ کام کیا جو کسی انکار سے دفع نہیں کیا جا سکتا۔ اور نہ اس کے متعلق تمہارے لئے کوئی عذر نافع ہو سکتا ہے (لوگوں کی زبانوں پر تمہارے کارنامے آچکے ہیں) تمہاری بابت سب سے بہتر قول رکھنے والا وہ شخص ہے جو تم سے جرم قتل کو دفع کرتا ہو۔ اور فقط امداد نہ کرنے ہی کا الزام لگاتا ہو (ورنہ لوگ تو یہی کہتے ہیں کہ عثمان کے قاتل تم ہو) طلحہ نے جواب دیا کہ ہم قتل سے تو انکار کرتے ہیں۔ مگر اس کے معترف ہیں کہ امداد نہیں کی اور کسی گناہ کا اقرار جب تک اس کے ساتھ ندامت بھی نہ ہو فائدہ مند نہیں ہو سکتا۔ ہم اپنے گذشتہ افعال پر نادم ہو چکے ہیں۔"

طلحہ کا عتاب اپنے فرزند دلبند پر۔ صاحبزادے اپنے باپ کو قاتل عثمان کہتے تھے۔

واقبل غلام من جھینۃ الی محمد بن طلحۃ

قبیلہ جہینہ میں سے ایک نوجوان نے محمد بن طلحہ

Marfat.com

فقال حدثني عن قتلة عثمان فقال نعم دم عثمان
على ثلاث اثلاث ثلث على صاحب الهودج و ثلث
على صاحب الجمل الاحمر و ثلث على علي بن ابي طالب
فضحك الجهني ولحق بعلي بن ابي طالب و
بلغ طلحة قول ابنه محمد وكان محمد من عباد
الناس فقال يا محمد اتزعم على ابي
قاتل عثمان كذالك تشهد على ابيك
كن كعبد الله بن الزبير فوالله ما
انت بخير منه ولا ابوك بدون
ابيه كف عن قولك والا فارجع فان
نصرتك نصرة رجل واحد وفسادك
فساد عامة فقال محمد ما قلت الا
حقا ولن اعود۔

(امامة وسياسة ص۵۹)

کے پاس آکر پوچھا کہ قاتلان عثمان کون ہیں۔
محمد نے جواب دیا خون عثمان کے تین حصے ہیں ایک
تہائی صاحب ہودج (یعنی ام المومنین عائشہ) کی گردن
پر ہے۔ اور ایک تہائی اس شخص پر ہے جو سرخ
اونٹ پر سوار ہے۔ اور ایک تہائی علی بن ابی طالب
پر ہے۔ اس جواب پر وہ جہنی نوجوان ہنس پڑا
اور حضرت علی سے جا کر مل گیا۔ جب طلحہ کو اس کی اطلاع
ہوئی تو محمد سے کہا کہ تم یہ کہتے ہو کہ میں عثمان کا
قاتل ہوں۔ باپ کے خلاف اس قسم کی گواہی دیتے
رہو گے۔ عبد اللہ بن زبیر کی چلن سیکھو۔ (وہ تمہارا
ناخلف نہیں ہے) بخدا نہ تم عبد اللہ سے بڑھ چڑھ کر ہو
اور نہ تمہارا باپ عبد اللہ کے باپ سے رتبہ میں کم ہے
(پھر تمہارا یہ رویہ کیوں ہے؟) یا تو اپنی زبان بند
کر دو یا ہمارے پاس سے چلے جاؤ۔ کیونکہ تمہاری
امداد فقط ایک شخص کی امداد ہو گی۔ اور تمہارا فساد عامۃ الناس کا فساد ہو گا (یعنی تمہاری
نالائقی عامۃ الناس کے خیالات کو ہماری طرف سے خراب کر دے گی) محمد نے کہا میں نے
حق کے سوا اور تو کچھ کہا نہیں۔ اچھا آئندہ ہرگز نہ کہوں گا۔"

صحابہ کے باہمی خفیہ مراسلات، اگر شوق جہاد ہے تو مدینہ آکر جہاد کرو

مورخ طبری نے واقدی سے نقل کیا ہے۔ جلد پنجم ۵ ص ۹۶

لما كانت سنة ۳۴ھ كتب اصحاب رسول الله صلعم بعضهم الى بعض ان اقدموا فان كنتم تريدون الجهاد فعندنا الجهاد وكثر الناس على عثمان ونالوا منه اقبح ما نيل من احد اصحاب رسول الله يرون ويسمعون ليس فيهم احد ينهي ولا يذب الا نفير۔ الخ

یعنی ۳۴ھ میں اصحاب رسولؐ نے آپس میں خط وکتابت کی کہ اگر تم جہاد کا ارادہ رکھتے ہو تو یہاں آؤ جہاد ہمارے پاس ہی موجود ہے۔ (جہاد اسلام و مسلمین میں بندین ولا مذہب لوگوں سے لڑنے کا نام ہے) عثمان کے خلاف لوگوں کی یورش بہت ہوگئی اور وہ آپ کی شان میں ایسی بری سے بری باتیں کہنے لگے جو کسی کے متعلق کہی جا سکتی تھیں ان تمام حرکات کو اصحاب رسولؐ (ٹھنڈے دل سے) دیکھتے اور سنتے رہے۔ اور ان میں چند نفر کے سوا کوئی ایسا نہ تھا جو کسی کو ٹوکتا اور اس طوفان بے تمیزی کو دفع کرتا۔"

اصحاب نبیؐ کا عتاب نامہ حضرت عثمان کے نام۔ اگر تم نے توبہ نہ کی تو ہم قسم کھاتے ہیں کہ تمہارا خاتمہ بخیر کرکے رہیں گے۔

كتب اهل المدينة الى عثمان يدعونه الى التوبة ويحتجون ويقسمون بالله لا يمسكون عنه ابدا حتى يقتلوه او تعطيهم ما يلزمه من حق الله الخ

طبری جلد پنجم ص ۱۱۶

"یعنی اہل مدینہ نے حضرت عثمان کے پاس ایک عتاب نامہ بھیجا جس میں اُن کے افعال کے خلاف احتجاج کیا اور لکھا کہ تم توبہ کر لو ورنہ ہم خدا کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ ہم تمہاری مخالفت نہ چھوڑیں گے قتل کرکے دم لیں گے۔ یا حق خدا جو تمہارے ذمہ ہے اس کو ہمارے حوالہ کر دو۔ (سبحان اللہ گویا حقوق خدا کے ٹھیکہ دار یہی لوگ تھے)"

Marfat.com

عمرو بن بدیل صحابی قاتلان عثمان کے سپہ سالار تھے۔ ✝✝
عدالت صحابہ کا شاندار مظاہرہ

وکان اھل مصر الذین ساروا الی عثمان ستمائة رجل علی اربعة الویة لها رؤس اربعة مع کل رجل منهم لواء وکان جماع امرهم جمیعا .... عمرو بن بدیل بن ورقاء الخزاعی وکان من اصحاب النبی صلعم۔ (طبری جلد پنجم ص۱۱۶)

"اہل مصر کی فوج جس نے حضرت عثمان پر چڑھائی کی تھی چھ سو سپاہیوں پر مشتمل تھی۔ اس کے ساتھ چار جھنڈے تھے اور چار افسر ہر افسر ایک جھنڈا لئے ہوئے تھا۔ اور سب کے امیر الامراء (کمانڈر ان چیف) عمرو بن بدیل بن ورقاء الخزاعی تھے۔ آپ آنحضرت کے صحابی تھے۔"

ان صحابی جلیل کی جلالت وعظمت معلوم کرنے کیلئے محدث ابن عبدالبر کا یہ بیان کافی ہے۔ برحاشیہ اصابہ ص۲۶۸۔

عبد الله بن بدیل بن ورقاء بن عبد العزی الخزاعی اسلم مع ابیه قبل الفتح وشهد حنینا و الطائف وکان سید خزاعة و خزاعة عیبة رسول الله ...... وکان له قدر وجلالة قتل هو واخوه عبد الرحمن بن بدیل

"یعنی عبداللہ بن بدیل خزاعی نے فتح مکہ سے پہلے اپنے والد کے ساتھ اسلام قبول کیا اور غزوۂ حنین وطائف میں شریک ہوئے یہ قبیلہ خزاعہ کے سردار تھے۔ اور اس قبیلہ کے لوگ آنحضرت کے خواص مقربین میں سے تھے...... قوم میں ان کی قدر وجلالت مسلم تھی۔ یہ اور انکے بھائی عبدالرحمٰن بن بدیل جنگ صفین میں

Marfat.com

بصفین وکان یومئذٍ علی رجالۃ علیؑ وکان من وجوہ الصحابۃ و ھو الذی صالح اصبھان مع عبداللہ بن عامر وکان علی مقدمتہ وذالک فی زمن عثمان فی سنۃ تسع و عشرین من الھجرۃ۔

امیر المومنین کی پیدل فوج کے افسر تھے اور اسی لڑائی میں شہید ہوئے۔ عبداللہ بن بدیل معزز وذی اثر صحابیوں میں سے تھے۔ عہد خلافت عثمان سنہ ۲۹ھ میں عبداللہ بن عامر کی فوج میں مقدمۃ الجیش کے افسر تھے۔ اور صلح اصبہان میں انہوں نے حصہ لیا تھا۔"

جبلہ بن عمرو الساعدی صحابی اپنے امام کو جواب سلام کے قابل بھی نہ جانتے تھے حضرت خلیفہ ثالث سے بدکلامی کی ابتدا کرنے والے آپ ہی تھے۔

ابو جعفر طبری لکھتے ہیں:۔ جلد پنجم صفحہ ۱۱۴

کان اول من اجترأ علی عثمان بالمنطق السیٔ جبلۃ بن عمرو الساعدی مر بہ عثمان وھو جالس فی ندی قومہ وفی ید جبلۃ جامعۃ فلما مر عثمان سلم فرد القوم فقال جبلۃ لم تردون علی رجل فعل کذا وکذا ثم اقبل علی عثمان فقال واللہ لاطرحن ھذہ الجامعۃ فی عنقک اولتترکن بطانتک ھذہ قال عثمان ای بطانۃ فواللہ انی

سب سے پہلے جس نے حضرت عثمان سے بدکلامی کی جرأت کی وہ جبلہ بن عمرو الساعدی تھے۔ ایک مرتبہ حضرت عثمان ان کے پاس سے گذرے وہ قوم کی مجلس میں بیٹھے تھے۔ اور اُن کے ہاتھ میں ایک حلقہ آہنی تھا۔ عثمان نے سلام کیا تو قوم نے اُن کے سلام کا جواب دیا۔ جبلہ بن عمرو نے قوم سے خطاب کیا کہ تم لوگ ایسے شخص کو جواب سلام کیوں دیتے ہو جس کے ایسے کرتوت ہیں۔ پھر عثمان کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا کہ تم اپنے خصوصی دوستوں کا ساتھ چھوڑ دو

Marfat.com

لا تخير الناس فقال مروان تخيرته
ومعاوية تخيرته وعبد الله بن عامر
بن كريز تخيرته وعبد الله بن سعد
تخيرته منهم من نزل القرآن بذمه
واباح رسول الله دمه -

ورنہ یہ حلقہ آہنی تمہاری گردن میں ڈالدونگا
عثمان نے کہا کون کو دوست مراد ہیں میں تو اپنا
مخصوص دوست کسی کو نہیں بناتا؟ عمار بن عمر بولے!
تم عزیزان پر خاص نظر عنایت بہت رکھتے ہو۔ معاویہ کو رفیق خاص
بنالیا ہے - عبداللہ بن عامر اور عبداللہ بن سعد
بھی تمہارے مخصوص احباب ہیں - ان میں بعض ایسے لوگ بھی ہیں جن کی مذمت
میں کلام الٰہی نازل ہوا - اور رسولؐ نے ان کا خون مباح کر دیا تھا -"

جہجاہ غفاری کا ظالمانہ یا عادلانہ سلوک

قال انا انظر الى عثمان يخطب على
عصا النبيؐ التي كان يخطب عليها
ابوبكر وعمر فقال له جهجاه الغفاري
قم يا نعثل فانزل عن هذا المنبر واخذ
العصا فكسرها على ركبته اليمنى فدخلت
شظية منها فيها فبقي الجرح حتى
اصابته الاكلة فرأيتها تدود فنزل
عثمان وحملوه وامر بالعصا فشدوها
فكانت مضببة فما خرج بعد ذالك
اليوم الا خرجة او خرجتين

"راوی کا بیان ہے کہ میری آنکھوں کے سامنے یہ واقعہ
پیش آیا حضرت عثمان اسی عصا پر تکیہ کر کے خطبہ
پڑھ رہے تھے جس پر ٹیک کر آنحضرت اور ابوبکر و
عمر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے - اسی درمیان
میں جہجاہ غفاری نے اُن سے کہا کہ اے نعثل!
اُٹھ اور منبر سے نیچے آ - یہ کہکر وہ عصا ہاتھ سے
پکڑ لیا اور حضرت عثمان کے داہنے زانو پر اس
زور سے مارا کہ ٹوٹ گیا - اور اس کا ایک ٹکڑا زانو
کے گوشت میں داخل ہوگیا جس کا گھاؤ باقی رہ
گیا یہانتک کہ زخم میں خرابی پیدا ہوگئی - اور میں نے

Marfat.com

حتیٰ حصر فقتل۔ (طبری جلد ۵ صفحہ ۱۱۲) دیکھا کہ کپڑے پڑ گئے تھے۔ حضرت عثمان منبر سے اتر آئے اور دولت سرا میں لائے گئے۔ اس دن کے بعد ایک یا دو بار کے سوا آپ کو گھر سے باہر نکلنا نصیب نہ ہوا تا اینکہ محصور ہوئے اور قتل کر دیئے گئے۔"

قصر خلافت میں آگ لگا دی گئی۔ عبداللہ بن بدیل خزاعی ورفاعہ بن رافع انصاری وعمر بن حزم انصاری کی مساعی جمیلہ

فلما رأوا ذالک ثاروا الی بابه فاحرقوه وخرج علیهم مروان بن الحکم من دار عثمان فی عصابة وخرج سعید بن العاص فی عصابة وخرج مغیرة بن الاخنس بن شریق الثقفی حلیف بنی زهرة فی عصابة فاقتتلوا قتالاً شدیداً ..... فحمل المغیرة بن الاخنس الثقفی علی القوم وهو یقول مرتجزاً قد علمت جاریة عطبول لها وشاح ولها حجول انی بنصل السیف خنشلیل فحمل علیه عبد الله بن بدیل بن ورقاء

جب لوگوں نے یہ ماجرا دیکھا تو عثمان کے دروازہ کیجانب لوٹ پڑے اور اس میں آگ لگا دی۔ تب مروان بن حکم سعید بن العاص مغیرہ بن الاخنس ایک ایک جتھا اپنے ہمراہ لئے عثمان کے گھر سے باہر نکل پڑے اور سخت لڑائی ہونے لگی۔ مغیرہ بن الاخنس رجز خوانی کرتے ہوئے بلوائیوں کی جماعت پر حملہ آور ہوئے عبداللہ بن بدیل بن ورقا الخزاعی نے رجز کا جواب دیتے ہوئے ان پر حملہ کیا اور قتل کر دیا۔ رفاعہ بن رافع انصاری نے مروان پر حملہ کیا اور پچھاڑ دیا۔ اور یہ سمجھ کر اس سے ہٹ گئے کہ مار گیا۔ (مگر جسکی رسی دراز ہو اسے کون مارے)

Marfat.com

الخزاعی وھو یقول .... جنگ برابر جاری رہی۔

ان تنث بالسیف کما اقول فانبت لقی لتماحیتہ لحول (بصول)

بمشرفی حدہ مصقول

فضربہ عبد اللہ فقتلہ وحمل رفاعہ بن رافع الانصاری ثم الزرقی علی مروان بن الحکم فضربہ فصرعہ فنزع عنہ وھو یری انہ قد قتلہ ...... فلم یزل الناس یقتتلون حتی فتح عمرو بن حزم الانصاری باب دارہ وھو الی جنب دار عثمان بن عفان ثم نادی الناس فاقبلوا علیھم من دارہ فقاتلوھم فی جوف الدار۔ (طبری جلد پنجم ص۱۲۵)

تا اینکہ عمرو بن حزم انصاری نے یہ تدبیر کی کہ اپنے مکان کا وہ دروازہ جو عثمان کے گھر کے پہلو میں واقع تھا محاصرہ کرنے والوں کے لئے کھول دیا اور ان کو پکارا۔ وہ لوگ خانہ عثمان میں گھس گئے۔ اور گھر کے اندر جنگ ہونے لگی۔"

طبری کے اس بیان سے ظاہر ہوا کہ مسلمانوں کی جو فوج حضرت عثمان کے گھر کا محاصرہ کئے ہوئے تھی اور جس نے بالآخر آپ کے بیت الشرف میں آگ لگا دی اس میں تین مقدس و عادل صحابہ عبداللہ بن بدیل خزاعی، رفاعہ بن رافع انصاری۔ عمرو بن حزم انصاری شامل اور جنگی خدمات انجام دے رہے تھے۔ اور بالخصوص موخر الذکر بزرگ نے

لہ عبداللہ بن بدیل کے فضائل ومناقب کا تذکرہ پہلے گزرا۔ اب دو صحابیوں کے بلند مراتب کا اندازہ کرنے کے لئے علمائے اسلام کی تحریریں یہاں پیش کیجاتی ہیں۔

رفاعہ بن رافع (۱) اخرج لہ البخاری وغیرہ وھو من اھل بدر کما ثبت فی البخاری وشھد ھو وابوہ العقبۃ وبقیۃ المشاھد وروی عن النبی وعن ابی بکر الصدیق

ان سے بخاری وغیرہ نے روایت کی ہے یہ ان صحابیوں میں ہیں جو جنگ بدر میں شریک تھے۔ یہ اور ان کے والد عقبہ اور باقی غزوات میں بھی شریک ہوتے رہے۔ آنحضرت اور ابو بکر صدیق (بقیہ حاشیہ ص۸۰ پر)

Marfat.com

خلیفہ زماں کے ہمسایہ کی حیثیت سے یہ حق جوار ادا کیا کہ اپنے مکان کا دروازہ جو قصر عثمانی کے پہلو میں واقع تھا بلوائیوں کے لئے کھول دیا اور اُن کو آواز دی کہ اسی دروازہ سے گذر کر قصر خلافت میں داخل ہو جائیں۔ ایسا ہی ہوا کہ حملہ آور فوج اسی دروازہ سے حضرت عثمان اور اُن کے اصحاب و رشتہ داروں پر ٹوٹ پڑی۔ اگر اس واقعہ پر نظر کی جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ خون خلیفہ مظلوم بہت کچھ اسی صحابی مقدس کی گردن پر ہے۔ مگر کچھ اس درجہ مضبوط دیگر زور دار واقع ہوئی ہے کہ نہ یار عدالت اسے جھکا سکتا ہے اور نہ خلیفہ زماں کا خون ناحق۔ بڑے خوش نصیب ہیں وہ اہل اسلام جنھیں ایسے ایسے عدالت پیشہ اور حق شناس ہمسایہ صحابہ کبار کی پیروی کا شرف حاصل ہے۔

وعن عبادة بن الصامت رضی اللہ عنہ ابناہ عبید ومعاذ وابن اخیہ یحیی بن خلاد وابنہ علی بن یحیی وزعم ضرار بن صرد باسنادہ الی عبد اللہ بن ابی رافع انہ شہد صفین اخرجہ الطبرانی و روی ابو عمر قصۃ فیہا انہ شہد الجمل وقال ابن قانع مات سنۃ احدی او اثنتین واربعین۔ (اصابہ جلد اول ص...)

(۲) یکنی ابا معاذ شہد بدرا واحدا وسائر المشاہد مع رسول اللہ وشہدھا معہ اخواہ خلاد ومالک ابنا رافع

اور عبادہ بن صامت سے روایت کرتے ہیں ان سے ان کے دونوں بیٹے عبید و معاذ نیز ان کے بھتیجے یحیی ابن خلاد اور یحیی کے فرزند علی بن یحیی نے روایت کی ہے۔ ضرار بن صرد عبداللہ بن ابی رافع سے راوی ہے کہ یہ صفین میں حضرت امیر المومنین کے ساتھ تھے۔ طبرانی نے اس روایت کو نقل کیا ہے۔ اور ابو عمر نے ایک قصہ نقل کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جنگ جمل میں حضرت علی کے ساتھ تھے ۴۱ھ یا ۴۲ھ میں وفات پائی۔

(۲) ابو معاذ ان کی کنیت تھی۔ بدر و احد اور تمام غزوات میں آنحضرت کے ساتھ تھے۔ اُن کے ساتھ اُن کے دونوں بھائی (بقیہ ص... پر ملاحظہ ہو۔)

Marfat.com

اور خوش اعتقادی کا اظہار کرتے ہوئے سب کو ماجور و مغفور بھی سمجھتے ہیں۔ ظالم و مظلوم، قاتل و مقتول ان کی نگاہوں میں سب جنتی ہیں۔ اور اس نظریہ نے ثابت کر دیا ہے کہ یہ ماجرا کچھ بھی عجیب نہیں کہ " وہی ذبح بھی کرے ہے وہی لے ثواب الٹا۔"

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۰) شهد وانا و شهد بدرا .... شهد رفاعة بن رافع مع علی الجمل وصفين. (استیعاب برحاشیہ اصابہ جلد ا ص ۵۰۲)

عمرو بن حزم الانصاری | یکنی ابا الضحاک

لم یشهد بدرا فیما یقولون اول مشاهده الخندق واستعمله رسول الله صلی الله علیه وسلم علی اهل نجران .... وهو ابن سبع عشرة سنة لیفقههم فی الدین ویعلم القرآن ویاخذ صدقاتهم ...... وکتب له کتابا فیه الفرائض والسنن و الصدقات والدیات ومات بالمدینة سنة احدی وخمسین. (استیعاب جلد ۲ ص ۴۵۱)

غزاۃ و مالک بھی شریک جنگ بدر تھے۔ انھوں نے حضرت علیؑ کے ساتھ صفین و جمل کی لڑائیوں میں حصہ لیا۔

ان کی کنیت ابو الضحاک تھی۔ جنگ بدر میں شریک نہ تھے۔ سب سے پہلے انھوں نے جنگ خندق میں شرکت کی۔ حضرت رسول خداؐ نے اُن کو اہل نجران پر عامل و حاکم مقرر فرمایا تھا۔ تاکہ اُن کو دین کے اصول و فروع اور قرآن کی تعلیم دیں اور اُن سے اموال صدقات وصول کرتے رہیں۔ حضرتؐ نے اُن کو خط تحریر فرمایا تھا جس میں تمام فرائض و سنن اور صدقات و دیات کے احکام شرعیہ درج فرمائے تھے۔ ان کو یہ شرف عظیم فقط سترہ برس کی عمر میں حاصل ہوا تھا۔ سنہ ۵۱ھ میں مدینہ میں فوت ہوئے۔

ناظرین ان صحابی کی جلالت قدر کا اندازہ اسی سے فرما سکتے ہیں کہ فقط سترہ سال کی عمر میں ان کا علم و فضل [illegible] تک پختہ ہو چکا تھا اور اخلاقی حالت اس درجہ قابل اعتماد خیر و صلاح کا ثبوت بن چکی تھی کہ آنحضرتؐ نے اُن کو اہل نجران پر عامل مقرر فرمایا۔ اور تعلیم احکام شرعیہ و تعلیم قرآن اور اموال خمس و زکوٰۃ کی تحصیل کے ایسے عظیم الشان فرائض کو ان سے متعلق فرمایا۔ (بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۲)

Marfat.com

عمرو بن الحمق صحابی کا عمل خیر

واما عمرو بن الحمق فوثب علی عثمان فجلس علی صدرہ وبہ رمق فطعنہ تسع طعنات قال عمرو فاما ثلاث منھن فانی طعنتھن ایاہ للہ واما ست فانی طعنتھن ایاہ لما کان فی صدری علیہ (طبری جلد ۵ صـ ۱۳۲)

عمرو بن حمق حضرت عثمان کیطرف جھپٹے اور سینہ پر جا بیٹھے اس وقت ان بزرگوار میں ایک رمق باقی تھی۔ اس حالت میں بھی عمرو بن نے نو ضربیں لگائیں۔ (بعد میں انھوں نے کہا) میں نے تین ضربیں تو خدا کی خوشنودی کیلئے لگائی تھیں اور باقی چھ اپنے دل کا بخار نکالنے کے لئے۔"

صحابہ کا اجماع امام وقت کے خون ناحق پر۔ خلافت مآب کا خط معاویہ کے نام اور اہل مدینہ پر کفر کا فتویٰ۔ معاویہ نے بھی ولی نعمت سے وفا نہ کی

فلما رأی عثمان ما قد نزل بہ وما قد انبعث علیہ من الناس کتب الی معاویۃ بن ابی سفیان وھو بالشام "بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اما بعد

یعنی جب جناب عثمان نے ان باتوں کو دیکھا جو لوگوں کے ہاتھوں سے آن پڑی تھیں۔ تو معاویہ بن ابی سفیان کو لکھا "بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اما

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۱) میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ اس شرف میں کوئی صحابی ان کا مقابل نہیں ... سترہ سال کی عمر میں ان کے علم وفضل و دیانت وامانت پر آنحضرتؐ نے جس قدر اعتماد فرمایا اور عہدہ تعلیم سپرد کر دیا۔ اس سے وہ ہستیاں بھی محروم نظر آئینگی جو کم سے کم پچاس سال کا بل ... آنکھوں سے مشاہدہ کر چکی تھیں۔ کہاں وہ مرد کہن سال جو نہ سورہ البقر یاد کر سکے اور نہ سالہا ... کبھی امور دین کی تولیت اون سے متعلق کیگئی۔ اور کہاں یہ سترہ سال کا نوجوان۔ ۱۲

Marfat.com

وان اهل المدینة قد کفروا واخلفوا الطاعة ونکثوا البیعة فابعث الی من قبلك من مقاتلة اهل الشام علی کل صعب وذلول فلما جاء معاویة الکتاب تربص به وکره اظهار مخالفة اصحاب رسول اللہ صلعم وقد علم اجتماعھم (طبری جلد پنجم ص۱۱۵)

اہل مدینہ نے کفر اختیار کر لیا ہے میری اطاعت سے منحرف ہو گئے ہیں۔ بیعت توڑ دی ہے لہذا شامی بہادروں کو میری امداد کیلئے جلد روانہ کرو۔ جب یہ خط معاویہ کے پاس پہونچا تو اس نے امداد کیلئے فوج بھیجنے میں توقف کیا۔ (اور خاموشی اختیار کر لی۔ جواب خط کچھ نہیں دیا) کیونکہ اس کو معلوم ہو چکا تھا کہ حضرت عثمان کے خلاف بغاوت پر اصحاب رسولؐ کا اتفاق واجتماع ہو چکا ہے لہذا اصحاب رسولؐ سے مخالفت کرنا پسند نہیں کیا۔"

معاویہ اور دیگر امرائے دولت عثمانیہ کی بیوفائی

ملل ونحل میں بذیل حالات حضرت عثمان مذکور ہے :

وکان امراء جنوده معاویة بن ابی سفیان عامل الشام وسعید بن العاص عامل الکوفة وبعده الولید بن عقبة وعبد اللہ بن عامر عامل البصرة وعبد اللہ بن ابی سرح عامل مصر کلھم خذلوه ورفضوه حتی قدر علیه وقتل مظلوما فی داره

"یعنی دولت عثمانیہ کے تمام امراء نے خلیفہ وقت کا ساتھ چھوڑ دیا تھا۔ اور امداد سے منہ موڑ لیا تھا۔ یہانتک کہ مظلومیت کے عالم میں اپنے محل کے اندر قتل کر دئے گئے۔"

Marfat.com

حضرت عثمان کے خلاف عمرو بن عاص کی ریشہ دوانی

ابن عبد البر نے کتاب استیعاب میں لکھا ہے:

وکان عمرو بن العاص منذ عزله عن مصر يعمل حيلة بالتأليب والطعن على عثمان۔ (جلد اول صفحہ ۲۴۰)

حضرت عثمان نے جب سے عمرو عاص کو حکومت مصر سے معزول کر دیا تھا۔ لوگوں کو بغاوت پر آمادہ کرنے کی تدبیریں کر رہے تھے۔ اور حضرت پر طعن و تشنیع کیا کرتے تھے۔"

نیز تذکرہ عبد اللہ بن سرح کے ذیل میں لکھتے ہیں:۔

فلما ولاه اياها عثمان وعزل عنها عمرو بن العاص جعل عمرو بن العاص يطعن على عثمان ويؤلب عليه ويسعى في فساد امره فلما بلغه قتل عثمان وكان معتزلا بفلسطين قال اني اذا نكأت قرحة ادميتها۔ انتهى۔

جب عثمان نے عبد اللہ ابن ابی سرح کو مصر کا گورنر مقرر کیا اور عمرو عاص کو معزول کر دیا تو یہ شخص اُن بزرگ پر طعن و تشنیع کرنے لگا اور لوگوں کو اُن کے خلاف بھڑکانے اور فتنہ و فساد برپا کرنے میں کوشش کرنے لگا۔ جب اس کو خبر قتل عثمان معلوم ہوئی .... اس وقت وہ فلسطین میں عزلت گزین تھا۔ یہ خبر سنکر بول (اٹھا کہ میں جب لگاؤ لگاتا ہوں اُس سے خون بہا کے چھوڑتا ہوں۔ یہ زبان عرب کی مثل ہے۔ مطلب اسکا یہ ہے کہ میں جب کسی کے پیچھے پڑتا ہوں تو انجام کو پہونچا کے دم لیتا ہوں۔)

محمد بن حذیفہ صحابی کی حضرت عثمان کیخلاف شدید فتنہ پردازی آغوش تربیت میں برسوں پرورش پانیکا حق خوب ادا کیا

حافظ ابن عبد البر کتاب استیعاب میں لکھتے ہیں:۔

كان محمد بن ابي حذيفة اشد الناس تأليبا على عثمان ..... وكان عثمان قد كفل محمد بن ابي حذيفة بعد موت ابيه ابي حذيفة ولم يزل في كفالته ونفقته سنين فلما قاموا على عثمان كان محمد بن ابي حذيفة احد من اعان عليه والب وحرض اهل مصر فلما قتل عثمان هرب الى الشام فوجده رشدين مولى معاوية فقتله - (جلد اول ص۲۶۱)

محمد بن حذیفہ عثمان کے خلاف لوگوں کو ابھارنے اور جمع کرنے میں سب سے زیادہ سخت تھے حضرت عثمان نے ان کے باپ ابوحذیفہ کے مرجانے کے بعد برسوں اُن کی کفالت کی تھی - اور انہیں کی روٹیوں پر زندگی بسر کرتے تھے - (لیکن یہ انقلاب زمانہ دیکھیے کہ جب حضرت عثمان کے خلاف لوگوں نے سر اُٹھایا تو اُنھوں نے حق نمک خواری یوں ادا کیا کہ) ان کے خلاف باغیوں کی امداد کی اور اہل مصر کو ابھارا اور ورغلایا - (یہ باغباں نے جب یہ آشیانہ ایک ری جن پہ تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے) جب وہ قتل ہو چکے تو یہ شام کی جانب بھاگ گئے - وہاں رشیدہ غلام معاویہ نے اُن کو پا لیا اور قتل کر دیا ۔"

حذیفہ یمانی کی مخالفانہ روش مگر ایک خاص انداز سے جسے تقیہ کہتے ہیں

علامہ ذہبی تہذیب التہذیب میں رقمطراز ہیں: (منقول از تشیید المطاعن جلد دوم ص۱۱۹)

قال كنا مع حذيفة فقال له عثمان يا ابا عبد الله ما هذا الذي يبلغني عنك قال ما قلته فقال عثمان انت اصدقهم وابرهم فلما خرج قلت يا ابا عبد الله الم تقل ما قلته قال بلى ولكن اشتري

راوی کہتا ہے کہ میں ایک مرتبہ حذیفہ کے ساتھ تھا کہ حضرت عثمان (بھی آ گئے) اور ان سے کہنے لگے یا ابو عبداللہ یہ کیا باتیں تمہاری طرف سے میرے کانوں تک پہنچ رہی ہیں - حذیفہ نے جواب دیا کہ میں نے وہ باتیں نہیں کہی ہیں - عثمان بولے

دینی بذوضیعۃ مخافۃ ان یذھب کلہ — کہ تم سب میں نہایت سچے اور پاکباز انسان ہو جب

حضرت عثمان چلے گئے تو میں نے حذیفہ سے پوچھا۔ کیا تم نے یہ باتیں نہیں کہی تھیں؟

کہنے لگے کہ ہاں کہیں تھیں مگر (کیا کروں) میں تو اپنا دین اس کے بعض حصے کے عوض

خریدتا ہوں۔ اس خوف سے کہ کہیں سب نہ چلا جائے (آنکھیں کھول کر دیکھو رافضی اسی

کو تقیہ کہتے ہیں۔ اب تمھیں اختیار ہے کہ یا تم بھی جواز تقیہ کے قائل ہو جاؤ۔ یا اس

کا نام نفاق رکھو اور حذیفہ جیسے صحابی کو منافق ٹھہراؤ۔ " مترجم)

عبداللہ ابن مسعود مخالفین عثمان کی صف میں

عبداللہ ابن مسعود جیسے جلیل القدر صحابی کا شمار بھی انھیں لوگوں

میں ہے جو امام وقت کے خلاف نکتہ چینی میں مصروف رہتے تھے جس کا انجام یہ ہوا کہ مستحق تعزیر ٹھہرائے گئے علمائے اسلام نے بھی ان کے خلاف اور حضرت عثمان کے حق میں اپنا فیصلہ سنایا۔ بہرحال یہ ظاہر ہے کہ جب ایسے ایسے طبقۂ اعلیٰ کے صحابی حکومت کے خلاف ہو نگے اور عام طور پر نکتہ چینی میں منہمک نظر آئیں گے۔ تو عام خلفشار کیوں نہ پھیلیگا۔ اور حکومت کا تختہ کیوں نہ الٹ دیا جائیگا۔ بالآخر جو کچھ واقع ہوا اس کی ذمہ داری صحابۂ کبار ہی پر عائد ہوتی ہے۔ اور خلیفۂ مظلوم کا خون ناحق انھیں کی گردنوں پر ہے۔ جو کچھ بھی ہو مجھے تو صرف یہی دکھانا ہے کہ عبداللہ بن مسعود امام وقت کے خلاف اعتراضات و الزامات کی بھرمار کئے ہوئے تھے۔ اور اس غرض کے حصول کے لئے علامہ ابن حجر مکی کا یہ دو ارشاد کافی ہے:۔

(۱) ان حبسہ عطاء ابن مسعود وھجرہ لہ فلما بلغہ عنہ ما یوجب ذالک القاء لا تھمۃ الولایۃ۔

(۱) حضرت عثمان نے عبداللہ ابن مسعود کا وظیفہ جو بند کر دیا تو اس کا سبب یہ ہوا تھا کہ ابن مسعود کیطرف سے کچھ باتیں عثمان کے کانوں تک پہنچی تھیں

Marfat.com

جو اسی کی متقاضی تھیں تاکہ حکومت و ولایت کا رعب و داب دل پر بٹھادیا جائے"

۲) اما ابن مسعود فکان ینقم علی عثمان کثیرا فظہرت لہ المصلحۃ فی عزلہ - (صواعق محرقہ)

(۲) ابن مسعود کی بدگوئی و عیب جوئی میں بہت زیادہ منہمک رہتے تھے۔ لہذا مصلحت اسی میں ظاہر ہوئی کہ ان کو معزول کر دیا جائے"

حضرت امام بستہ ابو حسن مازنی کا صاف انکار

استیعاب ابن عبد البر میں ہے۔ جلد دوم ص ۶۵۵ -

والبوحسن ھذا ھو القائل لزید بن ثابت حین قال یوم الدار یا معشر الانصار کونوا انصار اللہ عزوجل مرتین فقال لہ ابوحسن لا واللہ لا نطیعک فنکون کما قال اللہ تعالیٰ اطعنا سادتنا وکبرائنا فاضلونا السبیلا۔

یہ ابوحسن وہی بزرگ ہیں کہ جب زید بن ثابت نے بروز دار یہ کہا کہ اے گروہ انصار! تم لوگ دو مرتبہ انصار اللہ بنجاؤ (یعنی حضرت عثمان کی امداد کرو۔ ان کی امداد خدا کی نصرت ہے۔ لہذا اگر ان کی امداد کروگے تو دوبارہ خدا کی نصرت کرنے والے ٹھہروگے) تو انھوں نے جواب دیا تھا کہ بخدا ہم تمہاری اطاعت نہ کرینگے۔ ورنہ یہ آیت ہم پر صادق آئیگی (جسکا ترجمہ ہے) ہم نے اپنے سرداروں اور بزرگوں کی اطاعت کی پس انھوں نے ہم کو راستہ سے بھٹکا دیا۔ (معلوم ہوا کہ ابوحسن کے نزدیک نصرت عثمان ضلالت و گمراہی ہے)

عبد الرحمن بن عوف بھی مخالف ہوگئے تھے اور ترک سلام و کلام کی قسم کھالی تھی۔ ایسے روٹھے کہ تا دم مرگ راضی نہ ہوئے

خلیفہ ثانی نے اپنے بعد انعقاد خلافت و انتخاب خلیفہ کی غرض سے جو مجلس شوریٰ قائم

Marfat.com

کردی بھی اس کے صدر آپ ہی تھے - اور حضرت عثمان کی خلافت آپ ہی کی تدبیروں سے عالم وجود میں آئی تھی - مگر یہ انقلاب طبع دیکھنے کے قابل ہے کہ مذکورہ قسم کی سخت پابندی عائد کرکے حضرت عثمان سے سلام وکلام ترک کر دیا گیا ہے - آخری وقت میں بھی جب کہ مرض الموت میں مبتلا تھے - حضرت عثمان سے اُخوت اسلامی کا برتاؤ کرنا گوارا نہ کیا - اگر اس امر کا لحاظ کر لیا جائے کہ آپ مہاجرین اولین کی ممتاز ترین فرد اور عشرہ مبشرہ کی کونسل کے سربرآوردہ ممبر تھے - آپ کی شان میں حدیث "انت امین فی السماء و امین فی الارض" وارد ہوئی تھی - آپ کے پیچھے خود آنحضرت نے نماز میں اقتدا کی تھی تو سمجھ لیجئے کہ ان بزرگ کا روٹھنا اور ناراض دنیا سے جانا بس قیامت تھا - اس سے زیادہ اور کیا کہا جائے - پاس صحبت سرور انبیاء زیادہ کہنے کی اجازت نہیں دیتا -

(۱) روی انه قیل لعبد الرحمٰن بن عوف هذا فعلك فقال لم اظن هذا به و لكن لله علی ان لا اكلمه ابداً و مات عبد الرحمٰن و هو مهاجر لعثمان و دخل عليه عثمان عائداً فی مرضه فتحول الی الحائط و لم يكلمه -

(كتاب المختصر فی اخبار البشر)

(۱) یعنی جب حضرت عثمان کی اقارب نوازی سے خفا ہو کر عبد الرحمٰن بن عوف نے سلام وکلام ترک کر دیا تو) لوگوں نے اُن سے کہا کہ تم اور حضرت عثمان کے ساتھ یہ برتاؤ ؟ کہا میں نے کبھی یہ گمان نہ کیا تھا کہ عثمان کے اعمال ایسے ہوں گے - میں خدا سے اس بات کا عہد کرتا ہوں کہ عثمان سے کبھی بات چیت نہ کروں گا - عبد الرحمٰن بن عوف مرتے دم تک اس عہد پر قائم تھے - اور روٹھے ہوئے دنیا سے رخصت ہوئے حضرت عثمان مرض الموت کی حالت میں عیادت کی غرض سے ان کے پاس آئے تو انھوں نے دیوار کی جانب منھ پھیر لیا اور بات بھی نہ کی - (یہ ہیں اسلامی اخلاق جن کو

Marfat.com

یہ بزرگان دین دنیا کے سامنے پیش کر رہے ہیں ۔)

(۲) کان ای عبدالرحمٰن ھجر عثمان لما امر قاربه فقال الناس لابن عوف هذا فعلك فدخل عليه ولامه وقال انما وليتك لتسير سيرة الشيخين فقال كان عمر يقطع اقاربه فى الله وانا اصلهم فى الله فنذر ان لا يكلمه ابدا ۔

(شرح قصیدہ ہمزیہ لابن حجر المکی)

(۲) جب یہ دیکھا کہ حضرت عثمان نے اپنے رشتہ داروں کو حکومت وامارت کے عہدے عطا کر دیے ہیں تو عبدالرحمٰن بن عوف نے ان تمام روابط وتعلقات منقطع کر لیے اس پر لوگوں نے کہا تم اور حضرت عثمان سے یہ سلوک؟ (نہایت تعجب ہے) تب عبدالرحمٰن حضرت عثمان کے پاس آئے اور انھیں اس روش (قرابت پرستی) پر ملامت کی اور کہا کہ میں نے تمہیں فقط اس لیے امیر و والی بنایا تھا کہ شیخین ابوبکر و عمر کی سیرت پر چلو گے (مگر تمہارا چلن اس کے خلاف ظاہر ہو رہا ہے) عثمان نے جواب دیا کہ عمر خوشنودی خدا کے لیے قطع رحم کرتے تھے ۔ اور میں اسی کی رضا حاصل کرنے کی نیت سے رحم کرتا ہوں (افعال گو مختلف ہوں مگر نیت دونوں کی ایک ہے پھر ملامت کیسی؟) یہ جواب سن کر عبدالرحمٰن نے نذر کر لی کہ آئندہ کبھی عثمان سے ہم کلام نہ ہوں گے ۔"

یہ بات ملحوظ خاطر رکھی جائے کہ عبدالرحمٰن حضرت عثمان کے قریبی رشتہ دار تھے اور تعلیمات اسلامی کے روابط اس رشتہ داری پر مستزاد تھے ۔ اور شریعت نے قرابت داروں اور دینی بھائیوں سے قطع تعلقات کا طریقہ نادرست قرار دیا ہے ۔ اور جو امر شرعی احکام کے بموجب نادرست ہو اس کے متعلق نذر و عہد نہ صحیح ہو سکتا ہے ۔ اور نہ خوشنودی خدا کا باعث ۔ مگر عبدالرحمٰن

Marfat.com

سے لیتا بلکہ شرعی نذر و عہد کر کے ترک سلام و کلام کر دیا جس سے صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ عبدالرحمٰن کے خیال و عقیدہ کے بموجب حضرت عثمان اپنے اعمال کی وجہ سے اس حیثیت میں آگئے تھے کہ ان سے قرابت داری اور اسلامی برادری کے تمام شرعی تعلقات کا قطع کر لینا ہی خدا کی رضا و خوشنودی کا باعث ہو گیا تھا۔ اب خدا ہی جانے حق کس کی طرف تھا جس کی طرف بھی ہو۔ یہ یقینی ہے کہ قاتلان عثمان کی جرأت انھیں بزرگوں کی حرکات سے حاصل ہوئی۔ اور خلافت ثالثہ کی بیخکنی انھیں حضرات کی مرہون منت تھی کیا عبدالرحمٰن بن عوف اور اُن کے مقلدین تجربہ کر لینے اور اس پر پچتا لینے کے بعد بھی روافض کے اس عقیدہ پر صاد نہ کریں گے کہ امام و خلیفہ نبیؐ کو معصوم اور خدا کی جانب سے منصوص ہونا چاہیئے۔ غیر معصوم اور بیجا ہی خلافتوں سے اس کا یقین نہیں کیا جاسکتا کہ ظاہر حال کو دیکھ کر جو لمبی چوڑی توقعات قائم کی جائینگی وہ پوری ہو کر بھی رہیں گی۔ جس طرح کہ حضرت عثمان کی ذات سے عبدالرحمٰن کی یہ توقع کہ سیرت شیخین پر چلیں گے پوری نہ ہوسکی۔

عبداللہ بن عکیم الجہنی پہلے حضرت عثمان کے مرید و شیعہ تھے۔ پھر آپ کے خون ناحق میں ہاتھ رنگ لیے

یہ نہایت بلند مرتبہ صحابی ہیں۔ دیکھو اصابہ جلد دوم ص۳۲۶۔ طبقات ابن سعد میں ہے۔ جلد ۶ ص۸۰

عبد اللہ بن عکیم الجہنی ویکنی ابا سعید روی عن عمر و عثمان وعلی۔

عبداللہ بن عکیم الجہنی کنیت ان کی ابوسعید تھی۔ حضرات عمر و عثمان و علی و عبداللہ بن مسعود

Marfat.com

عبد اللہ وکان کبیرا قد ادرک الجاہلیۃ۔

سے روایت کرتے تھے۔ یہ ایک بڑی شخصیت رکھتے تھے زمانۂ جاہلیت کی بھی ہوا کھائی تھی۔

ان بزرگوار کا محب و شیدہ عثمان ہونا مسلم ہے۔ تصدیق کے لئے فقط ایک روایت پیش کی جاتی ہے جو آپ کی صاحبزادی سے مروی ہے:۔

قالت وکان عبد اللہ بن عکیم یحب عثمان وکان ابن ابی لیلی یحب علیا وکانا متواخیین قالت فما سمعتہما یتذاکران شیئا قط الا انی سمعت ابی یقول لعبد اللہ بن عکیم لو ان صاحبک صبر اتاہ الناس

عبد اللہ بن حکیم عثمان کا دوست دار تھا۔ اور ابن ابی لیلیٰ محب علی تھے۔ اور یہ دونوں باہم برادرانہ تعلقات رکھتے تھے۔ میں نے کبھی ان دونوں میں سے کسی کو کسی کا تذکرہ کرتے ہوئے نہیں سنا۔ مگر یہ کہ میں نے عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ سے اپنے باپ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اگر تمہارا دوست صبر کرتا تو لوگ اس کے پاس آتے۔

اب یہ طبیعت کا انقلاب دیکھئے کہ محبت عداوت سے بدل گئی اور اپنے امام و پیشوا حضرت عثمان کے خون کے پیاسے ہو گئے۔ طبقات ابن سعد میں مروی ہے۔ جلد ششم ۸۶ۓ۔

قال سمعت عبد اللہ بن عکیم یقول لا اعین علی دم خلیفۃ ابدا بعد عثمان فیقال لہ یا ابا معبد او اعنت علی دمہ فیقول انی اعد ذکر مساوئہ عونا علی دمہ۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے سنا کہ عبد اللہ بن حکیم کہا کرتے تھے کہ میں اب عثمان کے بعد کسی خلیفہ کی خون ریزی میں امداد نہ کروں گا۔ اس کلام پر اون کو لوگ پوچھتے تھے کہ اے ابو معبد کیا تم نے عثمان کے خون ناحق میں امداد دی تھی؟ وہ کہتے

تھے! ہاں میں ان کی برائیوں کی اشاعت کر کے خوں ریزی
میں اعانت کیا کرتا تھا۔

بغور دیکھو عبداللہ بن عکیم جو عمائد ورؤسائے کوفہ میں سے ہیں اور اسلامیت وتدین کی دنیا میں ایک نمایاں وجاہت رکھتے تھے اپنی افتاد فطرت کیونکر ظاہر کر رہے ہیں۔ پہلے حضرت عثمان کے مخلص دوستوں اور طرفداروں میں رہے۔ پھر طبیعت میں انقلاب پیدا ہوا تو ان کے جانی دشمن بن گئے۔ جب اس مقصد کو حاصل کر چکے تو آئندہ کیلئے عہد کرتے ہیں کہ کسی خلیفہ کی خونریزی میں کبھی شریک نہ ہوں گے۔ اس سے ثابت ہوا کہ بیوفائی وغداری اہل کوفہ کے خمیر میں شامل تھی خواہ وہ کسی طبقہ اور کسی حیثیت کے افراد ہوں سب کی افتاد طبیعت بوئے وفا سے خالی تھی۔ نہ شیعہ عثمان ہو کر کبھی وفا کی نہ شیعہ علی بن کر پہلے غداری و بیوفائی کرنا اور پھر پچھتانا ان کی فطرت میں داخل تھا۔ اگر صحابی رسول سلیمان بن صرد، مسیب بن نجبہ وغیرہما نے امام حسینؓ کی نصرت نہ کی اور بعد میں پچھتاتے رہے تو یہ کوئی نئی بات نہیں تھی۔ کوفی صحابہ وتابعین کا انداز فطرت ہی یہی تھا۔

صحابہ حضرت عثمان کی تجہیز وتکفین سے کنارہ کش تھے

قال دفن عثمان بین المغرب والعشاء ولم یشھد جنازۃ الا مروان بن الحکم وثلاثۃ من موالیہ وابنتہ الخامسۃ فناحت ابنتہ ورفعت صوتھا تندبہ واخذ

راوی کا بیان ہے کہ حضرت عثمان مغرب وعشاء کے درمیان دفن کیے گئے۔ اور ان کے جنازہ میں مروان بن حکم اور ان کے تین موالی اور ایک صاحبزادی کے سوا کوئی شخص شریک نہیں ہوا۔ آپ کی صاحبزادی نے نوحہ وبکا کی

Marfat.com

الناس الحجارة وقالوا نعثل نعثل وکادت — آواز بلند کی اس پر لوگ پتھر برسانے لگے اور
ترجمہ — طبری جلد ۵ صفحہ ۱۳۳ — نعثل نعثل کا شور مچانا شروع کر دیا۔ قریب
تھا کہ وہ یتیم لڑکی سنگسار ہو جائے۔

صحابہ کے عدم شرکت کی تاویل و توجیہ علمائے فرقۂ سُنیہ کے قلم سے
یا
مقولۂ عذرِ گناہ بدتر از گناہ کا دلچسپ اور فائدہ مند ثبوت

عقلمند ناظرین نے عبدالوہاب شعرانی وغیرہ علمائے فرقۂ سنیہ کی منقولہ بالا تحریرات سے پہلے ہی یہ سمجھ لیا ہو گا کہ دنیائے صحابیت کے حالات عام انسانی دنیا سے بہت کچھ مختلف ہیں۔ اس دنیا میں قاتل و مقتول، ظالم و مظلوم، رند و زاہد سب کے اعمال ایک ہی ترازو میں تولے جاتے ہیں۔ ممکن ہے کہ ضعیف الاعتقاد لوگوں کو ہماری یہ خوش اعتقادی سوفسطائیہ یونان کے خیالات کی بگڑی ہوئی تصویر نظر آئے۔ مگر کیا کیا جائے کہ اس دنیا کی آب و ہوا کچھ ایسی ہی موافق طبائع واقع ہوئی ہے کہ وہاں قدم رکھتے ہی ہر گناہ خیر عمل بن جاتا ہے۔ کوئی ہو قاتل یا مقتول نامۂ اعمال میں دونوں کے بدون تفرقہ و امتیاز لکھ دیا جاتا ہے کہ یہ لوگ ماجور ہیں، مغفور عادل ہیں، مجتہد ہیں، جنتی ہیں۔ اور سب سے بڑھکر یہ کہ بہر حال "رضی اللہ تعالیٰ عنھم" ہیں۔ اگر ذرا بھی اس خوش اعتقادی میں فرق آئے تو ملا علی قاری جیسے علمائے دین غضب آلود آنکھیں دکھا کر ٹوک دیتے ہیں کہ "لایقاس الملوک بالحدادین"[۱] بادشاہوں کو آہنگروں پر قیاس کرنا کیا؟
غرض خواہ مخواہ یہ ماننا ہی پڑتا ہے کہ جس کو بھی سفر یا حضر میں ایک مرتبہ بھی سرور عالم

---

[۱] شرح مشکوٰۃ در ذیل شرح حدیث النجوم ۱۲

کے گردشے پیغمبر کی زیارت کا اتفاق ہوگیا ہو۔ ہوسِ دنیوی اس کے دل کی گہرائیوں سے کافور ہوگئی۔ اب اس کا ہر عمل بہر نوع دینی مقاصد سے باہر ہو نہیں سکتا۔ کوئی نہ کوئی تاویل صحیح اس کی ضرور ہوگی۔ اسی نظریہ کے مطابق علمائے اعلام نے صحابۂ کرام کی ذمہ داری دفن حضرت عثمان سے دست برداری کی بھی معقول تاویلیں پیش کر کے کسی نکتہ چینی کا موقع باقی نہیں رکھا ہے۔ چنانچہ ملا نصر اللہ کابلی اپنی مشہور کتاب صواقع میں رقمطراز ہیں:

اما ترک الدفن فقد ذکرہ القرطبی	"حضرت عثمان کے دفن نہ ہونے کا سبب
وغیرہ انہ القی علی مزبلۃ فاقام	یہ بتاتے ہیں کہ ان کی لاش تین روز تک
بہا ثلاثۃ ایام ولم یقدر احد	پڑی رہی۔ اور کوئی ان کے دفن کرنے پر
علی دفنہ حتی جاءت جماعۃ باللیل	نہ ہوا۔ یہانتک کہ ایک جماعت رات کو
فحملوا ودفنوہ بالبقیع فترکہ انما	اور اس نے اٹھا کر بقیع میں لیجا کر دفن
کان للخوف عن الاوباش	اور یہ دفن نہ کرنا تین روز تک بدمعاشوں
ومنعہم عن ذالک۔	کے خوف کیوجہ سے تھا۔"

سبحان اللہ عجیب انہیر ہے کہ سعد ابن ابی وقاص جیسا جنتی صحابی تو مکتوب عثمان کے جواب میں صاف صاف لکھ رہا ہے کہ حضرت عثمان کے افعال و اعمال کی وجہ سے مصلحت آمیز خاموشی اور دست برداری اختیار کر لی تھی۔ ورنہ ہم اُن کے قاتلوں کی سرکوبی پر قادر تھے۔ اور ملا نصر اللہ کابلی "مدعی سست گواہ چست" پر عمل کرتے ہوئے فرما رہے ہیں کہ صحابہ بدمعاشوں کے ڈر سے دفن و کفن کا فریضہ انجام دینے پر قادر نہ تھے۔ آخر وہ کون سی عقل ہے باور کر سکتی ہے کہ مٹھی بھر مصریوں اور کوفیوں کے ڈر سے شہر کے ہزارہا ہزار جوان مردوں میں اتنا دم باقی نہیں رہ گیا تھا کہ ایک شہر گیر

کو انجام دے سکتے لہذا گھروں میں چھپے بیٹھے رہے اور سارا ماجرا دیکھا کیے۔ اور اگر دراصل ان پر غلبۂ خوف وہراس کا یہ عالم تھا تو اس کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ لاریب سیرت شیخین کے نہایت سچے پیرو تھے۔

یہ تاویل بجائے خود اس لئے بھی لائق تسلیم نہیں ہو سکتی کہ اگر اس کو صحیح مان لیا جائے تو صحابۂ کبار سے کسی الزام ناروا کا دفع ہونا تو درکنار ان پر عائد ہونے والے الزامات کی فہرست میں ایک قوی الزام کا اضافہ ہو جائیگا۔ اور وہ اس لئے کہ اس تاویل سے تو یہی ظاہر ہوا کہ صحابۂ کرام نے حضرت عثمان کے آخری مراسم تجہیز و تکفین کے بارے میں رافضیت کا مخصوص شیوہ یعنی "تقیہ" اختیار فرمایا تھا۔ چونکہ انھیں اوباش کی طرف سے اپنی جان و آبرو کے تلف ہو جانے کا خوف تھا۔ لہذا ایک دینی فریضہ کو چھوڑ کر گھروں میں چھپے بیٹھے رہے۔ مجھے ہرگز یہ امید نہیں کہ دوراندیش علماء صحابۂ کرام کے دامان عدالت و تقوی پر اختیار شیوۂ روافض کا بدنما دھبہ دیکھنا گوارا کرلیں گے۔ یقین اسی کا ہے کہ صحابہ کی اس بے اعتنائی و دست برداری کی روش کا اصل سبب انھیں بھڑکے ہوئے جذبات کو قرار دینگے جن کی مختصر فہرست مذکورہ بالا تاریخی شہادتوں سے واضح ہوچکی۔ اور اگر خدانخواستہ علماء نے صحابہ کے اس رویہ کو رافضیوں کے ناروا اصول تقیہ ہی پر محمول کرنا پسند کر لیا تو انصاف پسند طبائع یہ باور کر لینے پر مجبور ہو جائیں گی کہ آجتک مسئلہ تقیہ میں شیعوں کے خلاف نکتہ چینی کی غرض سے دست و زبان کو جتنی بھی زحمت بیجا دی گئی ہے اس کا معتدبہ ثمرہ اس کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا کہ جہالت کا نام دنیا میں روشن ہو گیا۔

ایک نیا اندھیر۔ کیا صحابہ کو "اوباش" کہنا بیدینی نہیں ہے۔؟

اس مقام پر یہ بات بھی کسی طرح نظر انداز کردینے کے لائق نہیں ہے کہ ملا ظفر اللہ کابلی نے قاتلان و مخالفان خلیفۂ ثالث کو "اوباش" کا لقب دیا ہے۔ حالانکہ میری تحریر سابق سے ناظرین نے معلوم کرلیا ہے کہ ان بزرگوار کے مخالف مخاصمت کا مظاہرہ کرنے والے یا تو بڑے بڑے صحابہ تھے یا اون کے سعادت مند تابعین۔ اور آئندہ بھی ظاہر ہوگا کہ تجہیز و تکفین کے آخری احترامات کے خلاف انصار کی جماعت نے کس قدر سخت مزاحمت کا رویہ اختیار کیا لہذا ایسے ایسے بزرگوں کو "اوباش" کا لقب دینا خرمن دین و ایمان میں آگ لگا دینا نہیں تو اور کیا ہے۔؟ شیخ عبدالوہاب شعرانی و ملا علی قاری جو ہم پر یہ اعتقاد رکھنا واجب قرار دیتے ہیں کہ "صحابہ بہر حال مستحق اجر و ثواب ہیں۔ مبتلائے فتنہ و فساد ہونے سے اون کی عدالت میں خلل نہیں پڑتا" اب دنیا میں موجود نہیں ہیں۔ لیکن مولانا عبدالشکور صاحب بفضلہ تعالیٰ ابتک بقید حیات ہیں۔ جن کا مقولہ یہ ہے کہ "بعض بعض صحابہ مبتلائے فتن ہوئے۔ اُن کے فضائل کے ہم معتقد نہیں ہیں۔ مگر صرف بپاس ادب سرور انبیاءؐ اُن کا سب و شتم جائز نہیں سمجھتے۔" (ترجمہ اسد الغابہ منقول از رسالہ الآل والاصحاب)

یہ بزرگوار انصاف سے فرمائیں کہ یہ کون سا پاس ادب صحبت سرور انبیاءؐ ہے کہ صحابۂ کرام "اوباش" کے لقب سے یاد کئے جاتے ہیں۔ اگر اسی کا نام پاس ادب صحبت سرور انبیاءؐ ہے تو ایسا پاس ادب رافضی بھی کبھی کبھی کرلیا کرتے ہیں۔ پھر اون کی طرف سے برہمی مزاج کی شکایت مزمنہ آخر کیوں لاحق رہا کرتی ہے اور آئے دن

Marfat.com

ان کے خلاف ہنگامہ مکابرہ و مباحثہ کیوں گرم رکھا جاتا ہے؟ طرفہ تماشا یہ ہے کہ ہر زبان سے نئی بات اور ہر ناطق سے نیا راگ سنائی دیتا ہے شیخ عبدالوہاب شعرانی جیسے لوگ تو صحابہ کو مبتلائے فتن ہونے کے باوجود فضیلت عدالت سے آراستہ و پیراستہ ثابت کرتے ہیں۔ ان کے نظریہ کے بموجب فضائل صحابہ کا اعتقاد رکھنا ہر مسلمان پر واجب ٹھہرتا ہے۔ اور مولانا عبدالشکور خوش اعتقادی کے انتہائی مرتبہ سے ذرا نیچے اتر کر دنیا کو یہ سمجھاتے ہیں کہ جو صحابہ مبتلائے فتن ہوئے ان کے فضائل کا اعتقاد رکھنا ضروری نہیں ہے۔ گو پاس ادب صحبتِ انبیاؑ و سب و شتم نہ کرنا چاہئے۔ مگر ملا نصر اللہ کابلی ان بزرگان ملت کی شان میں پاس ادب صحبت سرور انبیاؐ کو پس پشت ڈال کر "اوباش" کے لفظ استعمال کرنے میں کچھ تامل نہیں کرتے۔ جو سب و شتم کی بدترین صورت ہے۔ لہٰذا عقل حیران رہ جاتی ہے کہ آخر یہ حضرات کون سے مذہبی اصول کے پابند ہیں۔ اور کوئی مسلم اصول ہے بھی یا محض اپنی اپنی مصلحتوں اور رایوں پر عمل ہو رہا ہے جب خوش اعتقادی کا زور ہوا تو صحابہ کو بہرحال عادل و ماجور اور مجمع فضائل ماننے لگے۔ اور جب مخالفین کے مطاعن و الزامات سے سابقہ پڑا تو ساری خوش اعتقادی رخصت ہو گئی۔ پاس ادب صحبت سرور انبیاؐ کافور ہو گیا۔ آنکھیں بند کر کے ایسے ایسے القاب و خطابات دینے لگے جو رافضیوں کے حاشیہ خیال میں بھی کبھی نہ آئے ہوں۔

شاید ناظرین کو یہ خیال ہو کہ نصر اللہ کابلی کے الفاظ سے مولانا عبدالشکور کو کیا سروکار ندامت کرنے کی کوشش کیوں ہے؟ جس کے اعمال اس کے ساتھ۔ لہٰذا یہ گذارش ضروری ہے کہ خود مولانا ممدوح نے بھی قاتلان و مخالفان عثمان کی شان میں پاس ادب صحبت سرور انبیاؐ ملا نصر اللہ کابلی سے بڑھ کر فرمایا ہے۔ موخر الذکر نے تو فقط او باش

کا لقب دیتے یہ عقدہ کھل جاتا ہے۔ ان صاحبان نے تو انداز تعبیر کیا ہے کہ اس مقدس جماعت کو صاف صاف۔ منافقوں کا گروہ۔ فرمانے لگے۔ اگر باور نہ ہو تو آپ کی تحریر مندرجہ ذیل ملاحظہ کیجئے۔

▪ منافقوں کا ایک گروہ تھا جو اپنے آپ کو شیعہ علی کہتا تھا۔ یہ انہیں باغیوں کا گروہ تھا جنہوں نے حضرت عثمان کو قتل کیا اور طرح طرح کے فتنے برپا کئے۔۔

(حاشیہ ترجمہ اسد الغابہ منقول از رسالہ قتل و قاتلین عثمانؓ)

تاریخ کی اس شہادت کا انکار کوئی عقلمند نہیں کر سکتا کہ طلحہؓ۔ عبد اللہؓ بن بدیل خزاعی۔ رفاعہ بن رافع۔ عمروؓ بن حزم۔ عمر بن حمق۔ عمار یاسرؓ۔ محمدؓ بن ابی بکر وغیرہم جیسے صحابۂ کبار حضرت عثمان کے قاتل تھے۔ اس زمانہ میں یہ لوگ اور اُن کے ساتھ دیگر اصحاب کرام ہی طرح طرح کے فتنے برپا کرتے رہے۔ پھر کیا پاس ادب محبت سرور انبیاءؐ کا یہی طریقہ ہے کہ اس مقدس گروہ کو علانیہ "منافقین اور باغیوں کا گروہ" کہا جائے؟ اگر آپ کا پاس ادب انہیں القاب و خطاب کا متقاضی ہے تو آپ بھی اس قسم کے پاس ادب میں روافض سے کچھ کم سعادت مند ثابت نہ ہوں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

انصار رسولؐ کو یہ بھی گوارا نہ تھا کہ حضرت عثمان کی لاش پر نماز جنازہ پڑھی جائے اور وہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے

ناظرین اس عجیب واقعہ پر مطلع ہو کر نہایت حیرت زدہ ہو جائیں گے کہ صحابۂ کرام کے مشتعل جذبات میں بعد شہادت حضرت عثمان بھی کیفیت سکون پیدا نہ ہوئی تھی یہاں تک کہ جماعت انصار نے باوجود حمیت دینی کے انہوں نے یہ بھی گوارا نہ فرمایا کہ اس قتیل جفا

Marfat.com

کی محترم لاش بعد نماز جنازہ مسلمانوں کے قبرستان میں سپرد خاک : ز ینیت آغوش لحد بنا دی جائے - چنانچہ مورخ طبری کا بیان ہے (جلد ۵ صـ۱۴۴)

فلما وضع لیصلی علیه جاء نفر من الانصار یمنعوهم الصلوٰة علیه فیهم اسلم بن اوس بن بجرة الساعدی وابو حسن المازنی فی عدة ومنعوهم ان یدفن بالبقیع فقال ابو جهم ادفنوه فقد صلی الله علیه وملائکته فقالوا لا والله لا یدفن فی مقابر المسلمین ابداً فدفنوه فی حش کوکب فلما ملکت بنو امیة ادخلوا ذالك الحش فی البقیع

یعنی جب لاش نماز جنازہ کیلئے رکھی گئی تو گروہ انصار میں سے کچھ لوگ آئے اور مانع نماز ہوئے ان میں اسلم بن اوس بن بجرہ الساعدی اور ابو حسن مازنی بھی تھے - ان لوگوں نے قبرستان بقیع میں دفن کئے جانے سے مزاحمت کی (مولوی عبدالشکور صاحب ہی بتلائیں کہتے ہیں کہ منافقوں کے گروہ نے حضرت عثمان کو قتل کیا - اور طرح طرح کے فتنے برپا کئے - کیا یہ صحابہ کرام منافق تھے؟ اور کیا مہاجر و انصار کو منافق کہنا سنی مذہب کے اصول کے مطابق ہے - اور کیا پاس ادب صحبت سرور انبیاء یہی ہے ؟ کہ صحابہ کو منافق بتایا جائے) ابو جہم نے (اپنے رفقاء سے) کہا کہ دفن کر دو - (اگر یہ لوگ نماز جنازہ نہ پڑھنے دینگے نہ سہی) خدا کی رحمت ان پر ہو چکی ہے - اور ملائکہ ان کے حق میں دعائے رحمت کر چکے ہیں - انصار نے کہا ! بخدا یہ کبھی نہ ہوگا کہ یہ لاش مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کی جائے - جب انصار کا یہ رنگ دیکھا تو ناچار لوگ لاش کو مقام حش کوکب میں لے گئے اور دفن کر دیا - جب بنی امیہ کا زمانہ ہوا تو انھوں نے حش کوکب تو (جو کہ نہایت ذلیل

مقام تھا) بقیع میں شامل کر دیا ۔"

یہ دونوں بزرگ جس پایہ کے صحابی ہیں وہ علمائے محققین کے مندرجہ ذیل ارشادات سے معلوم ہو سکتا ہے ۔

عبدالرحمان بن ازہر صحابی کا اپنے امام کی تجہیز و تکفین سے صاف انکار اور جبلہ بن عمرو الساعدی کی طرف سے نماز جنازہ کی سخت مزاحمت

(۱) قال البخاری له صحبة واخرج حدیثه فی تاریخه وکذا اخرجه ابوداؤد والنسائی وفیه انه شهد حنینا۔

(۱) امام بخاری نے فرمایا کہ عبدالرحمن بن ازہر صحابی ہے بخاری نے اپنی تاریخ میں ان سے حدیث لی ہے اسی طرح ابوداؤد اور امام نسائی نے بھی ان سے روایت احادیث کی ہے۔ یہ صحابی جنگ حنین میں شریک ہوئے تھے۔"

(۲) عبدالرحمان بن ازهر بن عوف بن عبد عوف بن عبد بن الحرث بن زهرة القرشی الزهری ابن اخ عبدالرحمن بن عوف شهد مع رسول الله حنینا یکنی اباجبیر یروی عنه ابوسلمة بن عبدالرحمن ومحمد بن ابراهیم بن الحرث التیمی وابنه عبدالحمید بن عبدالرحمن بن ازهر وابن شهاب الزهری[1] وروی الناس عن الزهری

(۲) یہ صحابی عبدالرحمن بن عوف کے بھتیجے ہیں جنگ حنین میں شریک تھے۔ کنیت ان کی ابوجبیر تھی ان سے ابوسلمہ، عبدالرحمن، محمد بن ابراہیم التیمی اور خود ان کے بیٹے عبدالحمید اور ابن شہاب الزہری نے روایت کی ہے۔ سب سے زیادہ زہری نے ان سے روایت کی ہے۔۔۔

[1] استیعاب ابن عبدالبر برحاشیہ اصابہ جلد ۲ صفحہ ۴۰۲ - ۱۲

Marfat.com

(۳) جبلۃ بن عمرو الانصاری الساعدی یعد فی اہل المدینۃ روی عنہ سلیمان بن یسار کان جبلۃ بن عمرو فاضلاً من فقہاء الصحابۃ رحمہ اللہ و شہد جبلۃ بن عمرو صفین مع علیؓ وسکن مصر۔

(۳) جبلہ بن عمرو الانصاری الساعدی کا شمار اہل مدینہ میں ہے۔ ان سے سلیمان بن یسار نے روایت کی ہے۔ یہ صحابی مرد فاضل اور فقہائے صحابہ میں سے تھے۔ خدا ان پر رحمت نازل کرے۔ جنگ صفین میں علی ابن ابی طالب کے ساتھ تھے اور مصر میں سکونت اختیار کر لی تھی۔

استیعاب برحاشیہ اصابہ جلد اول ص۲۳۹۔

ناظرین نے جب یہ دیکھ لیا کہ زمرہ صحابہ میں ان دونوں صحابیوں کی شخصیتیں کتنی بلند اور ممتاز تھیں تو اب حضرت عثمان کی تجہیز و تکفین کے معاملہ میں ان حضرات کا رویہ بھی ملاحظہ فرمائیں۔ مگر شرط یہ ہے کہ بعد ملاحظہ مولانا عبدالشکور سے یہ سوال ہرگز نہ فرمائیں کہ جناب والا یہ دونوں ممتاز صحابی اسی گروہ کی دو فرد ہیں نہ تھے جن کو آپ نے منافقوں اور باغیوں کا فتنہ پرداز گروہ بتایا ہے۔؟

جبلہ بن عمرو الانصاری جیسا فاضل صحابی جس کا شمار فقہائے صحابہ میں تھا۔ اور جس کے حق میں محدث ابن عبدالبر جیسا عالم دین "رحمۃ اللہ" کا جملہ لکھ رہا ہے۔ آپ کے نزدیک منافق تھا۔ اور کیا ایسے ایسے صحابہ کبار کو عاقبت کی طرف سے آنکھیں بند کر کے منافق، باغی، فتنہ پرداز کہنا وہ ایمان سوز شیوہ نہیں ہے جس پہ رافضیت بھی شرما جائے۔

حیف صد حیف۔!

مورخ ابن قتیبہ کتاب الامامت و سیاست میں لکھتے ہیں ص۴۳ اس روایت کا آخری حصہ ابن حجر عسقلانی نے بھی کتاب اصابہ میں نقل کیا ہے۔ دیکھو تذکرہ جبلہ بن عمرو الانصاری۔

Marfat.com

الساعدی صـ۲۲۳ جلد اول ۔
قال وذکروا ان عبد الرحمٰن
بن ازهر قال لم اکن دخلت
فی شیءٍ من امر عثمان لا علیہ
ولا لہ فانی جالس بفناء داری
لیلاً بعد ما قتل عثمان بلیلۃ اذجاءنی
المنذر بن الزبیر فقال ان اخی یدعوک
فقمت الیہ فقال لی انا اردنا ان ندفن
عثمان فهل لک قلت واللہ ما
دخلت فی شیءٍ من شانہ وما ارید
ذالک فانصرفت منہ ثم اتبعتہ فاذا
ہو فی نفر فیهم جبیر بن مطعم وابو
الجهم بن حذیفۃ والمسور بن مخرمہ
وعبد الرحمٰن بن ابی بکر وعبد اللہ
بن الزبیر فاحتملوہ علی باب وانّ
راسہ لیقول طق طق فوضعوہ فی
موضع الجنائز فقام الیهم رجال
من الانصار فقالوا لهم لا واللہ
لا تصلون علیہ فقال ابو الجهم

خلاصہ روایت یہ ہے کہ عبد الرحمٰن بن ازہر نے
بیان کیا کہ میں نے عثمان کے معاملہ میں کسی قسم کی
مداخلت نہیں کی تھی۔ نہ ان کے موافق تھا اور نہ
مخالف (یہ غیر جانبداری باعث فخر نہیں ہو سکتی
کیونکہ نصرت امام وقت وخلیفہ بھی لازم تھی خیر
یہی غنیمت ہوا کہ آپ نے مخالفانہ سرگرمی نہیں اختیار
کی۔ مترجم) بعد قتل عثمان ایک رات میں صحن خانہ
میں بیٹھا ہوا تھا کہ منذر بن الزبیر نے آکر مجھ سے کہا
کہ تمہیں میرے بھائی بلاتے ہیں۔ میں ان کے
(یعنی عبد الزبیر کے) پاس پہنچا تو وہ کہنے لگے کہ ہم عثمان
کے دفن وکفن کا ارادہ رکھتے ہیں۔ کیا تم بھی اس
(کار خیر) میں حصہ لو گے؟ میں نے کہا کہ خدا میں نے
عثمان کے متعلق کسی امر میں بھی دخل نہیں دیا ہے۔
اور نہ اب اس امر میں شریک ہونا چاہتا ہوں
(میت کے دفن وکفن کا انتظام تو ایک شرعی فرض تھا
اس میں غیر جانبداری کو کیا دخل؟ مترجم) یہ کہکر
میں ان کے پاس سے واپس آیا مگر پھر ان کے پیچھے ہو لیا
(کہ دیکھوں ہوتا کیا ہے) پس میں دیکھا کہ یہ چند
اشخاص جبیر بن مطعم، ابو الجہم بن حذیفہ

Marfat.com

الا تدعون نصلي عليه فقد صلى الله
عليه وملائكته فقال له رجل منهم
ان كنت فادخلك الله مدخله
فقال له حشرني الله معه فقال
له ان الله حاشرك مع الشياطين
والله ان تركنا لكم به لعجز منا فقال
القوم لابي الجهم اسكت عنهم وكف
فسكت فاحتملوه ثم انطلقوا مسرعين
كاني اسمع وقع راسه على
اللوح حتى وضعوه في ادنى
البقيع فاتاهم جبلة بن عمرو الساعدي
من الانصار فقال لا والله لا
تدفنوه في بقيع رسول الله ولا
نترككم تصلون عليه فقال ابو الجهم
انطلقوا بنا ان لم نصل عليه فقد
صلى الله عليه فخرجوا ومعهم
عائشة بنت عثمان معها مصباح
حتى اذا اتوا به حش كوكب
فحفروا له حفرة ثم قاموا

مسور بن مخرمہ و عبدالرحمن بن ابی بکر
و عبداللہ بن زبیر حضرت عثمان کی میت
ایک تختہ پر اٹھا کر لئے جا رہے ہیں اور
(تختہ سے ٹکرانے کی وجہ سے) میت کے
سر سے "طق طق" کی آواز آ رہی ہے۔ ان لوگوں
نے اس جنازہ کو لے جا کر موضع جنائز (جہاں
نماز کیلئے جنازے عموماً رکھے جاتے تھے)
میں رکھدیا۔ اتنے میں جماعت انصار کے
چند اشخاص آ گئے اور کہنے لگے کہ خدا کی قسم
تم لوگ نماز جنازہ نہ پڑھنے پاؤ گے۔ ابو الجہم
نے ان انصاریوں سے کہا کہ کیا تم ہمیں نماز نہ
پڑھنے دو گے۔ حالانکہ اس میت پر خدا اور
ملائکہ نے رحمت بھیجی ہے۔ اس کلام کا جواب
ان انصاریوں میں سے ایک شخص نے یہ دیا کہ
اگر تیرا خیال یہ ہے تو خدا تمہیں بھی اسی جگہ
داخل کرے جہاں عثمان کا مقام ہے۔ ابو الجہم
نے کہا کہ خدا ایسا ہی کرے کہ میرا حشر عثمان کے
ساتھ ہو۔ اس مرد انصاری نے جواب دیا کہ
خدا تمہارا حشر شیاطین کے ساتھ کرے گا۔ واللہ

Marfat.com

یصلون علیہ وا سهم جبیر بن مطعم ثم دفنوہ فی حفرتہ۔ اگر ہم تمہیں چھوڑ دیں تو یہ ہماری عاجزی ہوگی۔ (جب بات بڑھنے لگی تو) ابو الجہم کے ساتھ والوں نے خاموش کرا دیا۔ اور سب نے جنازہ اٹھا لیا۔ اور جلد جلد قدم بڑھاتے ہوئے روانہ ہو گئے۔ میں (عبدالرحمٰن بن ازہر) میت کے سر سے وہ آواز سُن رہا تھا جو تختہ سے ٹکرانے کی وجہ سے بلند ہو رہی تھی۔ ان لوگوں نے لے جا کر آخر بقیع میں ایک جگہ رکھ دیا وہاں اُن کے پاس جبلہ بن عمرو الساعدی آ پہونچے اور کہنے لگے کہ: خدا کی قسم تم بقیع رسول میں یہ لاش ہرگز دفن نہ کرنے پاؤ گے۔ اور ہم تمہیں اس کا موقع نہ دیں گے کہ نماز جنازہ پڑھ سکو (یہ سنکر) ابو الجہم نے اپنے رفقا سے کہا کہ آگے بڑھو اگر ہم اس میت کی نماز نہ پڑھ سکے (تو کیا ہوا) خدا نے تو اس پر اپنی رحمت نازل کی ہے۔ آخر یہ لوگ وہاں سے نکل کھڑے ہوئے۔ حضرت عثمان کی صاحبزادی عائشہ ایک چراغ اپنے ساتھ لئے ہوئے تھیں۔ تا اینکہ یہ لوگ میت کو مقام حش کوکب میں لائے۔ وہاں ایک گڈھا کھودا۔ اور جبیر بن مطعم کی امامت میں نماز جنازہ پڑھی اور لاش کو سپرد لحد کر دیا۔ (اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن)

نماز جنازہ میں انصار کی طرف سے مزاحمت اور میت پر آخری بیداد کا ہولناک منظر

تاریخ طبری میں مذکور ہے۔ جلد پنجم ص ۱۴۴۔

فاخرج عثمان ولم یصل الی البقیع — حضرت عثمان کی میت نے نخل البقیع کی جانب

واراد وان یصلوا علیه فی موضع الجنائز فابت الانصار واقبل عمیر[1] بن ضابی وعثمان موضوع علی باب فنزا فکسر ضلعاً من اضلاعه ۔

لائی گئی۔ اور لانے والوں نے چاہا کہ موضع جنائز میں نماز جنازہ ادا کریں۔ مگر انصار اس پر راضی نہ ہوئے۔ اسی اثنا میں عمیر بن ضابی نے جھپٹ کر میت کی پسلی کی ایک ہڈی توڑ دی۔ (یہ ہیں سواد اعظم کے کارنامے، در اسی پر شیعوں کے خلاف الزام لگانے کی ہوس۔ جب حیا نہ ہو تو انسان سب کچھ کر سکتا ہے مترجم)

قاتلان حسینؑ کو شیعہ سمجھنے والوں کی خدمت میں گذارش احوال واقعی

محترم مخاطب مفتی خلیل صاحب اپنے رسالہ میں فرماتے ہیں "اہل سنت یہ تمام کرتوتیں ان لوگوں کی بتلاتے ہیں جو کہ امام حسینؑ اور ان کے پدر بزرگوار حضرت علی کرم اللہ وجہ کے پکے شیعہ، محب صادق، سچے خیر خواہ ہونے کے مدعی تھے۔ اہلبیت سے تنخواہیں لیتے تھے۔ حضرت علیؑ کی خلافت میں بڑے بڑے عہدوں پر فائز تھے الخ" اب کون آپ کی خدمت میں یہ گذارش کرے کہ جناب والا! آپکو حضرت ذوالنورین قتیل دار کی عزت و جلال کی قسم یہ ارشاد ہو کہ خلافت مآب کے خون سے مدینہ طیبہ کی سرزمین کو لالہ زار بنانے والے اور اُن کی امداد اور حمایت سے نہایت

---

[1] یہ بزرگ ضابی بن حارث صحابی کے بیٹے تھے۔ حافظ ابن حجر اصابہ میں لکھتے ہیں "لما قتل عثمان وثب عمیر بن ضابی فکسر ضلعاً من اضلاعه" یعنی حضرت عثمان کے مقتول ہو جانے کے بعد حضرت عمیر بن ضابی نے لاش کی دو پسلیاں توڑ دیں۔ ایک مرتبہ قتل عثمان کا ارادہ بھی کیا تھا مگر نہ ہو سکا۔ جس کا سبب عداوت یہ تھا کہ ان کے پدر عالی مقدار نے ایک مرتبہ کسی قوم کی ہجو کہی تھی۔ اس جرم میں حضرت عثمان نے ان کو قید کر دیا۔ (دیکھو اصابہ جلد اول صفحہ ۲۱۵) بہرحال یہ ہیں وہ نورانی صحابہ جنکی اقتدا پر علمائے سنیہ کو فخر و ناز ہے۔

Marfat.com

نازک وقت میں منہ موڑ لینے والے آخر کون تھے؟ کس فرقہ سے تعلق رکھتے تھے؟ کیا وہی باحمیت و باوفا لوگ نہ تھے جو چند سال پہلے آپ کی بیعت و اطاعت کا طوق پہن لینا ہی دین و ایمان تصور کر چکے تھے۔ دربار خلافت میں محبت و اخلاص کا دم بھرتے اور جذبۂ عقیدتمندی و جاں نثاری کا پرجوش مظاہرہ کیا کرتے تھے۔ بارگاہ خلافت سے بڑے بڑے عہدوں پر سرفراز کئے جاتے تھے۔ لمبی چوڑی تنخواہیں اور بخششیں وصول کر کے داد عیش و عشرت دیا کرتے تھے۔ مگر واہ رے طبائع کا انقلاب کہ دفعتہً تمام احسانات کو طاق نسیاں پر رکھکر نقطا اتنی سی بات پر بگڑ بیٹھے کہ ابر کرم کا رخ بنی امیہ کی طرف کچھ زیادہ تھا۔ بارگاہ خلافت میں خاندان شاہی کے ممبروں کی آؤ بھگت حد استحقاق سے متجاوز ہو رہی تھی۔ اقارب نواز حکومت و خلافت کے اس رویہ پر جام صبر چھلک اٹھا۔ خیالات و جذبات کی دنیا میں حسد و عناد کا وہ طوفان اٹھا جس نے محبت و وفا کا نام بھی باقی نہ چھوڑا۔ خلیفۂ رسولؐ بدعتی واجب القتل ٹھہرائے گئے۔ بالآخر وہ فتنے برپا ہو کر رہے جن کا عبرت انگیز افسانہ تاریخ کی خاموش زبانوں پر رہ گیا۔ مہربان شیعوں پر امامؑ کے ساتھ غداری و بیوفائی کرنے کا الزام لگانے کی کوشش سے زیادہ مناسب یہی ہے کہ اوراق تاریخ کے آئینوں میں اپنی تصویر کے ابھرے ہوئے خط و خال دیکھئے۔ اپنے نامۂ اعمال کا جائزہ لینے سے پیشتر دوسروں کے دامن اخلاق و اعمال کو داغدار دیکھنے کی ہوس کرنا اسی بوالہوس کے لئے زیبا ہو سکتا ہے جسکا دیدۂ دل نور بصیرت سے محروم اور جسکی طینت اصلی فطری شرم و حیا کی چاشنی سے پاک و صاف ہو۔ بہرحال آپ میرے اس دوستانہ مشورے کو قبول کریں یا نہیں مجھے اسکا یقین تو ضرور ہے

کہ انصاف پسند ناظرین مندرجہ بالا تاریخی بیانات کو بہ نظر عبرت ملاحظہ فرما کر خود اس کا فیصلہ کر لیں گے کہ جن ہولناک واقعات کی داستان کو سیر و تواریخ کی زبانیں آج تک دہرا رہی ہیں اون کے ذمہ دار شیعہ تھے یا وہ بزرگان ملت اہلسنت جنہوں نے اجماع و شوریٰ کی خلافتوں کو مستحکم کیا۔ اور اسلامی دنیا کو اس خودساختہ نظام حکومت کا حلقہ بگوش بنانا ان کی تعمیری زندگی کا ایسا کارنامہ تھا جس کی مناسب ثناخوانی کے مقابلہ میں علمائے اہلسنت کی زبانیں اپنی فطری قوتوں کو تمام تر صرف کر دینے کے بعد بھی اعتراف عجز و تقصیر کرتی نظر آتی ہیں جبکہ ثابت ہو گیا کہ اس مبارک عہد میں جس میں رافضیت اور حقیقی تشیع کا رنگ محسوس ہونے کے قابل بھی نہ ہوا تھا اور اس ملت کے خیالات و جذبات سے عام طور سے اسلامی دنیا کو آشنا ہونے کا موقع ملا ہی نہ تھا۔ مذہب اجماع و شوریٰ کے بانیوں اور علمبرداروں نے مدینہ طیبہ کو دارالحرب و دارالجہاد قرار دینے کا بیڑا اٹھایا۔ اور بکمال قساوت خلیفہ زمان کا پاک خون بہانے اور اس کی نعش کی انتہائی بےحرمتی کے کارناموں کو جہاد فی سبیل اللہ اور ذریعہ رضائے خالق تصور کرتے ہوئے نہایت جوش و خروش کے ساتھ حد انصرام تک پہونچایا۔ تو کیا انصاف پسند دل و دماغ رکھنے والے ان کے ان اعمال و جذبات کو بہ نظر عبرت مشاہدہ کرنے کے بعد اس یقینی نتیجہ تک نہیں پہونچ سکتے کہ اسی فرقہ و جماعت کے باقی ماندہ افراد اور ان کے ہم خیال لوگوں نے مذکورہ بالا عقائد و خیالات کی روشنی میں بربادی خاندان رسالت کی ایمان سوز مہم کو سنہ ۶۱ھ میں انصرام کی حد تک پہونچایا ہوگا ملا علی قاری کا ارشاد عمر بن سعد کے متعلق پہلے نقل کیا جا چکا ہے جس میں آپ نے اس عقیدہ کا بہ زور الفاظ میں اظہار فرمایا ہے کہ یہ صحابی زادہ مجتہد تھا۔ اور قتل سبط رسول کی مہم میں قوت اجتہاد صرف کرنے کے بعد شریک ہوا ہوگا۔ اور بالآخر اس کا انجام

بخیر ہو گیا ہو گا۔

اب علامہ ذہبی کی مشہور و مستند کتاب میزان الاعتدال سے ایک ایسی روایت نقل کیجاتی ہے جس سے صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ شمر بن ذی الجوشن نے بھی قتل فرزند رسولؐ جیسے جرم عظیم کا ارتکاب صحابہ کرام اور اُن کے تابعین اہلسنت و جماعت کے اسی نظریہ و عقیدہ کے ماتحت کیا تھا کہ اولوالامر کے اوصاف و اعمال خواہ کیسے ہی ہوں جب اتفاق مسلمین سے بیعت کا انعقاد ہو گیا تو اُن کی اطاعت بہر صورت واجب اور مخالفت بہر نوع جرم و معصیت ہو گی۔ وہ روایت یہ ہے۔ دیکھو میزان جلد ا صفحہ ۴۴۹۔

شمر راسخ العقیدہ سنّی تھا

روی ابوبکر بن عیاش عن ابی اسحاق قال کان شمر یصلی معنا ثم یقول اللّٰھم انک تعلم انی شریف فاغفر لی قلت کیف یغفر لک وانت اعنت علی قتل ابن رسول اللّٰہ قال ویحک فکیف نصنع ان امرائنا ھولاء امرونا بامر فلم نخالفھم ولو خالفنا کنا شرًا من ھذہ الحمر السقاۃ قلت ان ھذا لعذر قبیح فانما الطاعۃ فی المعروف۔

ابوبکر عیاش ابواسحاق سے روایت کرتے ہیں کہ شمر ہم لوگوں کے ساتھ نماز پڑھتا تھا اور کہتا تھا کہ خدایا میں شریف ہوں مجھے بخش دے۔ میں نے اوس سے کہا خدا تجھے کیونکر بخشے گا حالانکہ تو نے فرزند رسولؐ کے قتل پر اعانت کی۔ اوس نے کہا کہ ہم کیا کرتے ہمارے ان امیروں نے اس کا حکم دیا تھا اگر ہم اُن کی مخالفت کرتے تو ان گدہوں سے بدتر ہوتے میں نے کہا یہ عذر تو بہت برا ہے کیونکہ اطاعت اچھے کام میں ہوتی ہے (نہ کہ ایسے ظلم و معصیت میں)

Marfat.com

یہ روایت صاف ظاہر کر رہی ہے کہ شمر بن ذی الجوشن نے قتل فرزند رسولؐ کی مہم میں اسی طرح ایک دینی فریضہ اور اسلامی خدمت تصور کرتے ہوئے شرکت کی تھی جسطرح صحابہ کرام وتابعین عظام نے خانہ برانداز خلافت ثالثہ کی شرمناک و تباہ کن مہم کو جہاد فی سبیل اللہ اور وسیلۂ فلاح دنیا و دین سمجھکر انجام و انصرام کی حد تک پہونچایا تھا۔ فرق صرف اتنا تھا کہ صحابۂ کرام وتابعین عظام نے پہلے برضا ورغبت اطاعت خلافت ثالثہ کا طوق پہنا اور بعد میں دلی مرادوں کے حاصل نہ ہونے کیصورت میں اُتار پھینکا۔ برخلاف اس کے شمر کے مقاصد اپنے امراء سے پورے ہوتے رہے اس لئے اُن کی اطاعت سے کبھی انحراف نہیں کیا۔ صحابۂ کرام نے اطاعت حضرت عثمان جس دل سے اور جن اغراض ومقاصد کو پیش نظر رکھکر قبول کی تھی اور بعد میں مخالفانہ رویہ اختیار کرنے کے جو اسباب ودواعی پیدا ہوئے وہ خود جناب عثمان کے اس ارشاد سے معلوم ہو سکتے ہیں جو آپ کے ایک خط میں مندرج ہے۔ اس خط میں خطاب عامۂ مسلمین کیطرف تھا۔ اس کے چند جملے یہ ہیں:-

حضرت عثمان کا اعلان عام مسلمانوں کے نام۔ اہل مدینہ، کی بیعت کا اصلی راز کیا تھا؟

واهل المدينة يتبرأون من طاعتي فلست عليهم بوكيل ولم اكن استكرهتهم من قبل على السمع والطاعة ولكن اتوها طائعين۔

یعنی اہل مدینہ میری اطاعت سے بیزار ہو رہے ہیں۔ تو میں ان پر وکیل تو مقرر نہیں ہوا ہوں اور نہ میں نے پہلے اون کو اپنی اطاعت و فرمانبرداری پر مجبور کیا تھا۔ وہ تو خود فرمانبردار بنکر آئے

Marfat.com

يبتغون مرضات الله عزوجل واصلاح ذات البين ومن يكن منكم انما يبتغي الدنيا فليس بنائل منها الا ما كتب الله عزوجل له ومن يكن انما يريد وجه الله والدار الآخرة وصلاح الامة وابتغاء مرضات الله عزوجل والسنة الحسنة التي استن بها رسول الله صلى الله عليه وسلم والخليفتان من بعده رضي الله عنهما فانما يجزي بذلكم الله وليس بيدي جزاؤكم ولو اعطيتكم الدنيا كلها لم يكن في ذلك ثمن لدينكم ولم يغن عنكم شيئا فاتقوا الله واحتسبوا ما عند الله فمن يرض بالنكث منكم فاني لا ارضاه له ولا يرضي الله سبحانه ان تنكثوا عهده۔ (طبری جلد پنجم ص ۱۴۲)

تھے تاکہ رضائے الٰہی حاصل کریں اور باہمی تعلقات کی اصلاح کریں۔ جو شخص تم لوگوں میں سے طالب دنیا ہے وہ اس دنیا میں سے اسی قدر پائے گا جتنا خدا نے اس کے لئے لکھدیا ہے۔ اور جو شخص خدا کی خوشنودی اور آخرت کی بھلائی اور صلاح امت ورضائے باری کا خواہاں ہے اور اسی سنت پر چلنا چاہتا ہے جسکو آنحضرتؐ نے اور آپ کے بعد دونوں جانشینوں نے جاری کیا تھا تو اسکی جزا تو ہے نہیں اور اگر میں تمہیں ساری دنیا عطا کردوں تب بھی وہ تمہارے دین کی قیمت نہ قرار پاسکے گی اور نہ تمہارے لئے کچھ نفع بخش ہوسکتی۔ لہذا خدا سے ڈرو اور جو کچھ اسکے پاس ہے اسی پر اکتفا کرو جو شخص تم لوگوں میں سے بیعت شکنی کرے گا تو میں اس فعل کو پسند نہ کروں گا۔ اور خدا بھی یہ پسند نہ فرمائیگا کہ تم اس کا عہد توڑ دو۔"

[illegible]

اس تحریر میں حضرت عثمان کا یہ ارشاد کہ "میں اگر تمھیں تمام دنیا عطا کردوں تب بھی وہ دین کی قیمت نہ بن سکے گی"۔ لہذا جو کچھ خدا کے پاس ہے اسی پر اکتفا کرو۔ صحابۂ کرام اور دیگر اہل مدینہ کی

خفیہ مرادوں کا پردہ فاش کر دینے کے لئے کافی ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ وہ لوگ اپنے دین کی بیش قرار قیمت متاع دنیا ہی کی صورت میں نقد وصول کر لینا چاہتے تھے۔ چونکہ حضرت عثمان کسی وجہ سے اُن کے منہ مانگے داموں کو نہ دے سکے۔ لہذا جہاد فی سبیل اللہ پر نہایت سرگرمی کیساتھ عمل شروع کر دیا گیا۔ اگرچہ حضرت عثمان نے نہایت مہذب عنوان کو پیش نظر رکھتے ہوئے بظاہر اس کا اقرار فرمایا ہے کہ ابتداء میں ان لوگوں کے ارادات خیر کی طرف مائل تھے مگر آخری فقرہ میں فی الجملہ صفائی سے کہہ گئے کہ ان کا مقصد دنیا طلبی اور نقد داموں پر دین فروشی تھا۔ جب اس میں خاطر خواہ کامیابی نہ ہوئی تو اس پر مہر و وفا بھی نہ رکھ سکے۔ چونکہ عہد معاویہ سے پوری پوری قیمت ملنے کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ لہذا خلافت کے جاں نثار و لپشت پناہ بنے رہے۔ اور اطاعت امراء و خلفاء کو عین دین و ایمان تصور کرنے میں کبھی کوتاہی نہیں کی۔

صحابہ و تابعین نے حضرت عثمان کے خلاف جن اغراض سے شورش برپا کی تھی اور ان کے عائد و اشراف جو خفیہ مقاصد دل کی گہرائیوں میں لئے ہوئے تھے۔ ان کا جائزہ لینے میں طول کلام کا خوف ہے۔ ناظرین اوراق تاریخ پر محققانہ نظر فرما کر خود معلوم کر سکتے ہیں۔ مجھے اس مقام پر علامہ ذہبی کی منقولہ بالا روایت کو پیش کرنے سے فقط اتنا ہی دکھانا مد نظر تھا کہ شمر بن ذی الجوشن تمام عقائد اور رفتار و کردار میں صحابہ کرام کا سچا پیرو تھا۔ اور غیر معصوم و خطا کار امراء و خلفاء کی اطاعت و پیروی کے مسئلہ میں انہیں اصول و عقائد پر کاربند تھا۔ جن کی تبلیغ صحابہ کرام نے اپنے اقوال و اعمال سے عامہ مسلمین میں فرمائی تھی۔ اور جو آج تک اہلسنت

Marfat.com

کی عمارت دین و مذہب کے لئے سنگ بنیاد کی حیثیت رکھتے ہیں ۔ لہذا اس کے سنی مذہب ہونے میں کچھ شبہ نہیں ہو سکتا ۔ اور اگر ہو تو بے عقلی کا نتیجہ ہو گا الحمد للہ کہ پہلے ملا علی قاری کے ارشاد سے سردار فوج کوفہ عمر بن سعد کا مجتہد مذہب اہلسنت ہونا ثابت ہوا تھا ۔ اب قاتل امام شمر بن ذی الجوشن کا سنی شریف ہونا بھی اسی طرح ثابت ہو گیا کہ دم مارنے کی جگہ باقی نہ رہی ۔

پیروان اجماع و شوریٰ کے مزید اسلام نواز کارنامے شیعوں پر مظالم کربلا کا الزام عائد کرنے والے اس مرقع کی بھی سیر کریں

پیروان اجماع و شوریٰ کے اسلامی خدمات کا سلسلہ مذکورہ بالا واقعات پر ہی ختم نہیں ہو جاتا بلکہ ان کی کڑیوں کے شمار کرنے کے لئے ایک دفتر عظیم کی ضرورت ہو گی ۔ اور ناظرین کا وقت عزیز بہت کچھ ضایع ہو گا ۔ لہذا سب سے قطع نظر کر کے دو ایسے ایمانی کارناموں کا مختصر تذکرہ کیا جاتا ہے ۔ جو واقعات کربلا کے بعد انجام دئے گئے ۔ تاکہ ناظرین کو مزید اندازہ ہو سکے کہ خالص تسنن کے رجحان طبع کا اصلی رنگ درج کیا جا رہا ہے ۔ اور زمانہ حاضرہ میں اس ملت کے ارباب علم شیعہ امامیہ پر قتل امام کی تہمت لگانے میں کس غیر معمولی خود فراموشی اور حیاداری سے کام لے رہے ہیں ۔

واقعہ حرہ کی ابتدا کیوں کر ہوئی؟

واقعات ۶۳ھ کے ذیل میں مورخ ابن اثیر لکھتے ہیں :۔

Marfat.com

فلما كانت هذه السنة أخرج
أهل المدينة عثمان بن محمد بن أبي
سفيان عامل يزيد وحصروا
بني أمية بعد بيعتهم عبد الله
بن حنظلة فاجتمع بنو أمية و
مواليهم ومن يرى رأيهم في
ألف رجل حتى نزلوا دار مروان
بن الحكم فكتبوا إلى يزيد يستغيثون
به فقدم الرسول إليه وهو جالس
على كرسي وقد وضع قدميه في
طشت فيه ماء لنقرس كان بها
فلما قرأ الكتاب تمثل ـ

لقد بدلوا الحلم الذي من سجيتي
فبدلت قومي غلظة بليان

ثم قال أما يكون بنو أمية ألف
رجل فقال الرسول بلى والله أكثر
قال فما استطاعوا أن يقاتلوا ساعة
من النهار فبعث إلى عمرو بن سعيد
فأقرأه الكتاب وأمره أن يسير إليهم

یعنی ۶۳ھ میں اہل مدینہ نے عامل یزید عثمان
بن محمد بن ابی سفیان کو مدینہ سے نکال دیا اور
عبداللہ بن حنظلہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے بعد
بنی امیہ کا محاصرہ کر لیا۔ پس بنی امیہ اور ان کے موالی اور ان کے ہمنوا
لوگوں نے جن کی تعداد ایک ہزار تھی مروان کے گھر میں پناہ
لی اور یزید کو ایک خط امداد کیلئے لکھ بھیجا جب ان کا
قاصد یزید کے پاس پہونچا تو وہ ایک کرسی پر بیٹھا
تھا اور عارضہ نقرس کی وجہ سے دونوں پاؤں
پانی سے بھرے ہوئے طشت میں رکھے ہوئے
تھا۔ جب اس نے خط دیکھا تو یہ شعر پڑھنے
لگا ..... پھر قاصد سے پوچھا کیا بنی امیہ
کی تعداد ایک ہزار نہ ہوگی۔ قاصد نے جواب
دیا کیوں نہیں بلکہ زیادہ ہوگی۔ یزید بولا پھر
کیا ایک ساعت بھی نہ لڑ سکے۔ یہ کہکر عمرو
بن سعید کو بلا بھیجا۔ اور خط پڑھکر سنایا اور
حکم دیا کہ فوج لیکر اہل مدینہ کی سرکوبی کیلئے
روانہ ہو جائے۔ مگر عمرو بن سعید نے انکار کیا
اور کہا کہ میں نے تیری خاطر سے امور سلطنت
اور بلاد و امصار کی مہمات کا انصرام سب کیا مگر

Marfat.com

فی الناس فقال قد کنت ضبطت
لک الامور والبلاد فاما الآن اذا
صارت دماء قریش تھرق
بالصعید فلا احب ان اتولی
ذالک وبعث الی عبید اللہ ابن
زیاد ویامرہ بالسیر الی المدینۃ
ومحاصرۃ ابن الزبیر بمکۃ فقال
واللہ لا اجمعھما للفاسق قتل ابن
رسول اللہؐ وغزو الکعبۃ ثم ارسل
الیہ یعتذر فبعث الی مسلم ابن عقبہ
المری وھو الذی سمی مسرفاً وھو
شیخ کبیر مریض فاخبرہ الخبر فقال
اما یکون بنو امیۃ الف رجل فقال
الرسول بلی قال فما استطاعوا ان
یقاتلوا ساعۃ من النھار لیس ھؤلاء
باھل ان ینصروا .... قال
ولعلک انہ لا خیر فی العیش بعدھم
فاخرج بالناس
(کامل جلد ۴ صـ ۴۵)

اب جبکہ قریش کا خون پانی کیطرح زمین پر بہا
جانے لگا تو میں اس کی ذمہ داری اپنے سر نہیں لے
سکتا۔ جب یزید نے عبید اللہ ابن زیاد کے پاس
مدینہ کیطرف کوچ کرنے اور مکہ میں ابن زبیر کا محا
کر لینے کا حکم بھیجا مگر اس نے کہا کہ میں اس فاسق کے
لئے قتل فرزند رسولؐ اور جنگ کعبہ دونوں برائیا
کو جمع نہیں کروں گا۔ القصہ اس نے بھی معذ
ظاہر کی۔ تب یزید نے مسلم بن عقبۃ المری کے پاس
پیام بھیجا اس نے قاصد سے پوچھا کہ کیا بنی ا
ایک ہزار کی تعداد میں نہ ہوں گے۔ اس نے کہا ک
یہ تعداد کیوں نہ ہوگی۔ مسلم نے کہا کہ پھر وہ ا
گھنٹہ بھی نہ لڑ سکے۔ ایسے ذلیل لوگ امداد
قابل نہیں ہیں .... یزید تو احیف
ہے تجھ پر ان بنی امیہ کے بعد زندگی میں کوئی
خوبی باقی نہ رہ جائے گی۔ لہذا فوج لیکر
فوراً روانہ ہو جا۔

Marfat.com

حرم رسولؐ یعنی مدینہ طیبہ کا احترام مسلمانوں کیجانب سے۔ عام قتل و غارتگری اور فسق و فجور کی گرم بازاری۔ صحابہ اور تابعین کی خونریزی اور عزت و ناموس کی بربادی مباح کردی گئی۔ سقیفہ میں جو بیج بویا تھا آج اسی کے پھل کھا رہے ہیں

---

(۱) اباح مسلم مدینة النبی ثلاثة ایام یقتلون فیھا الناس ویاخذون ما بھا من الاموال ویفسقون بالنساء وعن الزھری ان قتلی الحرة کانوا سبعمأته من وجوہ الناس من قریش والمھاجرین والانصار وعشرة الاف من وجوہ الموالی وممن لا یعرف ..... ثم ان مسلما بایع من بقی من الناس علی انھم خول وعبید لیزید بن معاویة۔ (تاریخ ابو الفدا جلد اول صفحہ ۱۹۲)

(۱) مسلم نے تین دن تک مدینۃ النبیؐ کو مباح رکھا شامی مسلمانوں نے اہل مدینہ کا قتل عام کر دیا مال و متاع بیدریغ لوٹتے اور عورتوں کی عصمت و عفت برباد کرتے رہے۔ زہری کا بیان ہے کہ واقعہ حرہ کے مقتولین قریش کے ذی وجاہت اشخاص اور مہاجرین و انصار میں سے سات سو تھے اور دس ہزار موالی اور غیر معروف اشخاص جو مقتول ہوئے ان کی تعداد دس ہزار تھی۔ پھر جو لوگ باقی رہے اور مل سکے ان سے مسلم نے اس قول و قرار پر بیعت لی کہ وہ لوگ یزید بن معاویہ کے غلام ہیں۔"

شامی مسلمانوں کی اسلامی حمیت کا ہولناک منظر۔

---

(۲) قال فبلغ عدة قتلی الحرة یومئذ من قریش والانصار وجوہ الناس

(۲) محصل عبارت یہ ہے کہ قریش و انصار اور دیگر باوجاہت لوگ حرہ کے ہولناک قتل عام میں اکثر

الف وسبعمائة وسائرهم من الناس
عشرة آلاف سوى النساء والصبيان
قال ابو معشر دخل رجل من اهل
الشام على امرأة نفساء من نساء الانصار
ومعها صبي لها فقال هل من مال
قال لا والله ما تركوا لي شيئا فقال
والله لتخرجن لي شيئا او لاقتلنك
وصبيك هذا فقالت ويحك انه ولد
ابن ابي كبشة الانصاري صاحب
رسول الله ....
.... ثم قالت لابنها يا بني
والله لو كان عندي شيء لافتديتك
قال فاخذ برجل الصبي والثدي في
فمه فجذبه من حجرها فضرب
به الحائط فانتثر دماغه في الارض

سات سو کی تعداد میں مقتول ہوئے اور عام لوگوں
میں سے عورتوں اور بچوں کے علاوہ دس ہزار
مارے گئے۔ ابو معشر کا بیان ہے کہ ایک مرد شامی
ایک ایسی عورت کے پاس پہونچا جو زچگی کی حالت میں
اپنے نوزائیدہ بچے کو لئے ہوئے تھی۔ اس شامی
نے عورت سے پوچھا کہ تیرے پاس کچھ مال ہے؟
عورت نے جواب دیا بخدا کچھ بھی نہیں۔ لوٹنے
والوں نے میرے پاس کچھ بھی چھوڑا نہیں ہے۔
مرد شامی بولا کہ تجھے کچھ مال حاضر کرنا پڑے گا۔
ورنہ میں تجھے اس بچے سمیت قتل کر دوں گا۔
عورت نے کہا حیف ہے تجھ پر یہ صحابی رسولؐ
ابن ابی کبشہ انصاری کا بچہ ہے (مگر اس بدبخت
شامی نے اس عورت کی ان باتوں کا کچھ بھی لحاظ
نہ کیا) تب وہ بچہ سے مخاطب ہو کر کہنے لگی بیٹا!
خدا شاہد ہے کہ اگر کچھ مال و متاع میرے پاس
ہوتا تو میں تجھ پر قربان کر دیتی (ابھی وہ یہ کہہ رہی تھی کہ)
بدبخت شامی نے بچہ کا پاؤں پکڑا۔ درانحالیکہ وہ ماں کی
چھاتی منہ میں لئے ہوئے دودھ پی رہا تھا۔ اور ماں کی گود
سے کھینچ کر دیوار پر اس زور سے دے مارا کہ اس کا دماغ زمین پر بکھر گیا۔"

Marfat.com

مسلم بن عقبہ کی رپورٹ یا سفاکیوں کی مفصل داستان

مسلم بن عقبہ نے واقعاتِ حرّہ کی جو رپورٹ دربارِ یزید میں بھیجی اوس کے بعض حصّے اون واقعات کی نوعیت، اور حقیقی اسباب و علل پر خاص روشنی ڈالتے ہیں۔ ناظرین ملاحظہ فرمائیں:-

فادخلنا الخيل عليهم حين ارتفع النهار من ناحية عبد الاشهل لطريق فتحه لنا رجل منهم لما دعاه اليه مروان بن الحكم الى صنع امير المؤمنين وقد تضمن له عنه من قرب المكان وجزيل العطاء وايجاب الحق وقضاء الذمام وقد بعثته الى امير المؤمنين وارجو من الله عز وجل ان يلهم خليفته وعبده عرفان ما اولى من الصنع واسدى من الفضل وكان اكرم الله امير المؤمنين من محمود مقام مروان بن الحكم وجميل مشاهده وشديد باسه وعظيم نكايته لعدو امير المؤمنين ما لا اخال ذالك

"جب دن چڑھا تو ہم نے قبیلہ عبد الاشہل کی آبادی کی سمت سے اہلِ مدینہ پر اس راستہ سے دھاوا بولدیا جو اسی قبیلہ کے ایک شخص نے ہمارے لئے اس سبب سے کھولدیا تھا کہ مروان نے امیر المومنین کے دربار سے بہت زیادہ انعام و اکرام عطا ہونیکی ضمانت کرلی تھی۔ میں اس شخص کو بھی امیر المومنین کے پاس بھیج رہا ہوں اور خدا سے امید کرتا ہوں کہ وہ اپنے خلیفہ اور بندے کے دل میں اس شخص کے سلوک اور فضل و کرم کا حق پہچاننے کی توفیق ڈالدیگا۔ اور میں خیال کرتا ہوں کہ مروان نے خدمات جنگ میں جو خدماتِ جمیلہ کی ہیں اور امیر المومنین کے دشمنوں کی سرکوبی میں جسقدر شدید قوت و شجاعت ظاہر کی ہے وہ امام مسلمین اور خلیفہ رب العالمین اور اہلسنت کے

Marfat.com

ضاأنغاعند امام المسلمين وخليفة :
رب العالمين ان شاء الله وسلّم الله رجال
امير المومنين فلم يصب احد منهم
بمكروه ولم يقم عند وهم ساعة من
ساعات نهارهم فما صليت الظهر
الا في مسجدهم بعد القتل الذريع
والانتهاب العظيم واوقعنا بهم
السيوف وقتلنا من اشرف لنا منهم
واتبعنا مدبرهم واجهزنا على جريحهم
وانهبناها ثلاثا كما قال امير المومنين
اعز الله نصره وجعلت دور بني
الشهيد المظلوم عثمان بن عفان
في حرز وامان فالحمد لله الذي
شفى صدري من قتل اهل الخلاف
القديم والنفاق العظيم فطالما عتوا
وقديما طغوا۔

ــ سعید صحابی رسول کی ذہنیت دیکھو اور عبرت
حاصل کرو۔ مترجم) کے نزدیک رائیگاں نہ جائیگی
انشاء اللہ۔ خدا نے امیرالمومنین کے سپاہیوں کو
بالکل صحیح وسالم رکھا۔ کسی ایک کو بھی کوئی ناگوار
حادثہ پیش نہیں آیا۔ اور ان کے دشمن اہلِ مدینہ
ایک گھڑی بھی ان کے مقابلہ میں تھم نہ سکے ہم نے
قتل عام اور بڑی لوٹ مار کے بعد نماز ظہر ان
کی مسجد میں ادا کی۔ ہم نے تلواریں اہل مدینہ پر
ڈالدیں۔ اور جس نے بھی سر اٹھایا اسے تہ
تیغ کر دیا۔ ہم نے بھاگنے والوں کا تعاقب
کیا اور زخمیوں کا بھی کام تمام کر دیا۔ اور حکم
امیرالمومنین کے مطابق ہم نے تین دن تک
اہل مدینہ کو خوب لوٹا اور شہید مظلوم عثمان
بن عفان کے بیٹوں کے گھروں کو اپنے حفظ
وامان میں رکھا۔ پس خدا کا شکر ہے کہ اس نے
میرے سینے کو شفا بخشی۔ اور ان لوگوں کے قتل سے
جو پرانے مخالف اور بڑے منافق تھے انھوں نے اکثر سر اٹھایا اور ہمیشہ شورش برپا کی۔

یہ تھے ان شامی مسلمانوں کے اسلامی و دینی کارنامے جو تمام تر مذہب تسنن کے
سچے پیرو تھے۔ اور جنکو سب سے پہلے اہل سنت والجماعت کا ممتاز لقب حاصل ہوا تھا۔

Marfat.com

اگر شیعوں پر مظالم کربلا کی تہمت لگانے والے اب بھی نہ شرمائیں تو یقین کر لینا چاہیئے کہ ان سے بڑھکر باحیا دنیا میں کوئی نہیں۔ اپنے اعمالنامہ کی اتنی سیاہیوں کے بعد بھی شیعوں پہ الزام لگانے کی ہوس۔ حیف ہزار حیف۔

حرم نبوی کے بعد حرم خدا کی باری، رجز خوانی کرتے ہوئے خانہ کعبہ پر پتھروں کی بارش کی گیئی۔ اتنا ہی نہیں بلکہ خانۂ خدا میں آگ بھی لگا دی گئی

مسلم بن عقبہ نے اہل مدینہ کے قتل و غارت سے فارغ ہو کر ابن زبیر سے لڑنے کیلئے مکہ کا رُخ کیا۔ اور وہاں پہونچکر شام کے سنّی مسلمانوں نے خانۂ خدا کی تعظیم و احترام کا جو حق واجب ادا کیا اس کے متعلق مورخین کا بیان یہ ہے:۔

(۱) وقعت النار علی الکعبۃ فاحترقت الخشب وتصدع الرکن واحترقت الاستار وتساقت الی الارض۔ (یعنی اہل شام کی آتش باری سے) خانۂ کعبہ پر آگ گری جس سے لکڑیاں جل گئیں۔ رکن پھٹ گیا۔ پردے جلکر زمین پر گر پڑے۔ (امامت وسیاست جلد ۲)

(۲) رموا البیت بالمجانیق وحرقوہ بالنار واخذوا یرتجزون ویقولون خطارۃ مثل الفنیق المزبد ترمی بہا اعواد ھذا المسجد (شعر) (۲) یعنی شامیوں نے خانہ کعبہ پر منجنیق سے پتھر برسائے اور اس کو آگ سے پھونک دیا اور اترانے کے ہوش (اس فعل پر) رجز خوانی کرنے لگے۔ رجز کا شعر یہ تھا........

سبحان اللہ! کس قدر حیرت انگیز اسلامی حمیت و ایمانی حیا و غیرت کا جوش سینوں میں لئے ہوئے رجز پڑھ پڑھکر بربادی خانۂ خدا کی مہم سر کی جا رہی ہے۔ مولوی عبدالشکور اور مفتی محمد خلیل صاحبان دین و ایمان کی قسم کھا کر ارشاد فرمائیں کہ کیا یہ بہادران شام

Marfat.com

خالص سُنّی ست جماعت تھے اور کیا اسی فرقہ کے غیرت مند یا ایمان سورماؤں نے خدا و رسولؐ کے حرم کی انتہائی بےحرمتی و توہین کا سہرا اپنے سروں پر نہیں باندھا تھا۔ اور کیا اس عمل کو دیکھ کر یہ باور نہیں کیا جا سکتا کہ جس فرقہ کے بہادروں نے خانۂ خدا میں آگ لگا دی اُسی کے باحمیت افراد نے سرزمین کربلا بر خانۂ رسالت میں بھی آگ لگائی ہوگی اور جن مسلمانوں نے صحابیت کی پرستش کے باوجود خاص مدینہ طیبہ کی سرزمین پر اصحاب رسولؐ اور ان کے شیرخوار بچوں کا خون ناحق پانی کی طرح بہایا اُنھیں کے ہمشرب و ہم خیال اشقیاء نے کربلا کی سرزمین پر اہلبیتؑ رسولؐ کا خون بھی بہایا ہوگا۔ الکفر ملۃ واحدۃ۔

ناظرین اس حقیقت کو نظر انداز نہ فرمائیں کہ ان تباہ کن واقعات میں بھی مقتدیان اہلسنت و جماعت صحابۂ کرام کی رہنمائی و قیادت کام کر رہی تھی۔ چنانچہ فوج شام کا امیر الامراء و قائد اعظم مسلم بن عقبہ صحابی تھا۔ آنحضرتؐ سے روایت کرتا تھا۔ اور ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں اس کے مرویات کو بے عذر وارد کیا ہے۔ (دیکھو اصابہ جلد ۲) علاوہ اس کے دیگر امراء فوج بھی صحابیت کے نمایاں اور شاندار طرۂ امتیاز سے آراستہ ہو کر ان اسلامی خدمات کو انجام دے رہے تھے۔ منجملہ ان کے صحابۂ عدول کے اسماء اور مختصر اوصاف یہ ہیں۔

تاریخ خمیس میں ہے۔ صفحہ ۲۶۳

فلما بلغ ذالک یزید ندب له الحصین بن نمیر السکونی وروح بن زنباع الجذامی وضم الی کل واحد جیشا واستعمل علی الجمیع مسلم بن عقبة الذی وجعله امیر الامراء	”جب یزید کو اہل مدینہ کی بغاوت کی خبر معلوم ہوئی تو اس نے حصین بن نمیر سکونی اور روح بن زنباع جذامی کو طلب کیا اور ایک ایک لشکر کا افسر بنا دیا اور مسلم بن عقبہ کو سب کا امیر الامراء مقرر کیا۔“

Marfat.com

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ حصین بن نمیر السکونی اور روح بن زنباع الجذامی کو یزید نے ایک ایک فوج کا افسر مقرر کر کے اہل مدینہ اور ابن الزبیر کی سرکوبی کے لئے بھیجا تھا۔ یہ دونوں بدنصیب صحابی تھے۔ ہر ایک کے مختصر حالات ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:

روح بن زنباع الجذامی

قال احمد بن زهیر وممن روی عن النبی ؐ من جذام روح بن زنباع ...... وذکرہ مسلم بن الحجاج فی کتاب الاسماء والکنی فقال ابو زرعة روح بن زنباع الجذامی له صحبة .... وذکرہ ابو جعفر العقیلی ایضاً فی الصحابة ...... کان عبدالملک بن مروان یقول جمع ابو زرعة روح بن زنباع طاعة اهل الشام ودهاء اهل العراق وفقه اهل الحجاز (استیعاب جلد ۱ ص ۸۰)

"احمد بن زہیر نے کہا کہ قبیلہ جذام میں سے جن لوگوں نے حضرت رسول ؐ خدا سے روایت کی ہے ان میں روح بن زنباع بھی تھے .... امام مسلم بن حجاج نے کتاب الاسماء والکنی میں انکا تذکرہ کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ صحابی تھے ..... ابو جعفر عقیلی نے بھی صحابہ کے ذیل میں ان کا تذکرہ کیا ہے .... عبدالملک بن مروان کہا کرتا تھا کہ روح بن زنباع کی ذات میں اہل شام کی طاعت اور اہل عراق کی چالاکی و عیاری اور اہل حجاز کا تفقہ جمع ہے (ایسی جمع کمالات ذات نے حرم رسول ؐ میں سفاکی و غارت گری کے جوہر دکھائے۔ مترجم)

ان بزرگوار نے اپنے قبیلہ کے متعلق اس حدیث رسول ؐ کی روایت فرمائی ہے "بارک اللہ فی جذام" اور امام شافعی راوی ہیں کہ روح بن زنباع کہا کرتے تھے کہ "لم اطلب باباً من الخیر الا تیسر لی" میں نے خیر کے دروازے کو جب چاہا کھلی گیا۔

Marfat.com

ولا طلبت بابا من الشر الا لم ینفتح [illegible] اور جب شر کا دروازہ مطلوب ہوا تو وہ
لی [illegible] نہیں کھل سکا

اس سے معلوم ہوا کہ آپ ایک خاص منظور نظر قدرت صحابی تھے۔ عنایت ربانی آپ کی اصلاح اور تائید کے لئے ہمیشہ حاضر رہتی تھی۔ جب چاہا کہ کوئی باب خیر آپ کیلئے کھل جائے تو کھل گیا۔ اور جب شر کے دروازہ میں داخلہ مطلوب ہوا تو عنایت ربانی نے میسر نہ ہونے دیا۔ اور مبتلائے شر ہونے سے بچا لیا۔ کیوں نہ ہو آپ اس درجہ کار خیر کے عاشق بھی تو تھے کہ جب حمام سے باہر نکلتے تو ایک غلام آزاد کر دیتے تھے۔

(دیکھو اصابہ جلد اول ص۵۲۴)

اس ارشاد سے غالباً یہ دکھانا مقصود رہا ہوگا کہ مدینہ میں صحابہ اور تابعین، عورتوں، بچوں کا جو قتل عام کیا گیا اور جو بے پناہ زناکاری اور عزت و ناموس، ال و متاع کی بیدریغ غارت گری کیگئی اس میں آپ کو خاطر خواہ کامیابی اس وجہ سے حاصل ہوئی کہ یہ اعمال قدرت کی نظر میں بھی خیر عمل تھے۔ لہٰذا آپ کے لئے اس نے اس خیر کے دروازے کو مفتوح کر دیا۔ بہر حال آپکی جلالت مراتب بارگاہ الٰہی میں جتنی بھی ہو دنیا میں تو آپ کی زندگی نہایت شاندار مناصب پر فائز رہتے ہوئے گذری۔ کبھی فلسطین کے گورنر رہے۔ کبھی شام کے سفاک مسلمانوں کی کمان آپ کے ہاتھ میں رہی۔ اور جب مسلم بن عقبہ مدینہ کی مہم سے فارغ ہو کر ابن زبیر کے محاصرہ کے لئے مکہ کی جانب کوچ کرنے لگا تو حسن خدمات کے صلے میں مدینہ کا حاکم اعلیٰ بنا کر چھوڑ گیا۔ (کامل جلد ۴ ص۴۹)

حصین بن نمیر السکونی

علامہ ابن حجر عسقلانی کتاب اصابہ میں حصین بن نمیر انصاری کا مختصر حال لکھنے کے بعد فرماتے ہیں:۔

Marfat.com

حصین بن نمیر آخر ما ادری هو
الذی قبله او غیره ذکره ابن عساکر
فی تاریخه فقال کان عامل عمر علی
الاردن وقد منا انهم ما کانوا
یؤمرون علی الفتوح الا الصحابة
وروی البخاری فی تاریخه من طریق
یزید بن حصین عن ابیه ......
وخلط هذا بترجمة حصین بن نمیر
السکونی الذی کان امیر یزید بن معاویة
علی قتال اهل مکة والذی یظهر
انه غیره والله اعلم وذکر ابو علی
بن مسکویه فی کتابه تجارب الامم
الحصین بن نمیر فی جملة من کان
یکتب النبی ﷺ کذا ذکره العباس بن محمد
الاندلسی فی التاریخ الذی جمعه
للمعتصم بن صمادح فقال وکان
المغیرة بن شعبة والحصین یکتبان
فی حوائجه وکذا ذکره جماعة من
المتاخرین منهم القرطبی المفسر

۔۔ ایک اور حصین بن نمیر۔ میں نہیں جانتا کہ یہ وہی
حصین بن نمیر ہے جس کا تذکرہ پہلے کیا گیا یا کوئی دوسرا
شخص ہے۔ اس کا تذکرہ ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں کیا ہے
اور کہا ہے کہ وہ علاقہ اردن میں عمر کا عامل تھا۔
اور ہم پہلے یہ کہہ آئے ہیں کہ یہ لوگ ممالک مفتوحہ
پر صحابہ کے سوا کسی دوسرے کو حاکم نہیں بناتے
تھے۔ بخاری نے حصین بن نمیر سے اس کے بیٹے یزید
بن حصین کے طریق سے روایت کی ہے ......
...... اس (حصین بن نمیر سابق) کے تذکرہ کو اس
حصین بن نمیر السکونی کے تذکرے سے مخلوط کر دیا ہے
جو اہل مکہ کی لڑائی میں یزید بن معاویہ کی جانب سے
افواج شام کا امیر تھا۔ اور ظاہر ہے کہ سابق
الذکر حصین بن نمیر دوسرا شخص ہے۔ واللہ اعلم۔ ابو علی
بن مسکویہ نے کتاب تجارب الامم میں حصین بن نمیر
کا تذکرہ ان لوگوں کے ذیل میں کیا ہے جو
آنحضرت کے کاتب تھے۔ عباس بن محمد اندلسی
نے بھی اس تاریخ میں جو معتصم بن صمادح کیلئے
لکھی تھی، یہی لکھا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ مغیرہ
بن شعبہ اور حصین یہ دونوں حضرتؐ کے

Marfat.com

فی المولد النبوی والقطب الحلبی فی
شرح السیرۃ واشار الی ان اصل
ذالک ما اخذ من کتاب القضاعی
الذی صنفہ فی کتاب النبی وفیہ
انہما کان یکتبان المداینات
والمعاملات فلا ادری اراد ھذا
اواراد الذی قبلہ وکانہ اراد
الذی قبلہ والذی کان امیر یزید
نسبہ ابن الکلبی فقال حصین بن
نمیر بن فاتک بن لبید بن جعفی
بن الحارث بن سکانہ وقال
انہ کان شریفا بحمص رکذا ولدہ
یزید وحفیدہ معاویۃ بن یزید
ولیا امرۃ حمص۔

(اصابہ جلد اول ص ۳۳۹)

حوائج وضروریات کی کتابت کیا کرتے
ایسا ہی ایک جماعت متاخرین نے بھی ذکر کیا ہے
قرطبی مفسر نے کتاب مولد نبوی میں اور قطب حلبی نے
شرح السیرۃ میں بھی لکھا ہے۔ اور اس بات کی
اشارہ کیا ہے کہ یہ قول (مغیرہ اور حصین کا کاتب
ہونا) دراصل قضاعی کی اس کتاب سے لیا گیا
جو اس نے آنحضرت کے کاتبوں کے متعلق تصنیف کی ہے۔ اس
میں مذکور ہے کہ یہ دونوں (مغیرہ اور حصین) آنحضرت کے
معاملات کو قلمبند کیا کرتے تھے۔ (حافظ ابن حجر) نہیں جانتا
کہ مراد قضاعی کون ہے۔ یہی حصین بن نمیر السکونی
وہ حصین بن نمیر جس کا تذکرہ پہلے کیا گیا ہے۔ غالباً
یہی شخص ہے (یعنی حصین بن نمیر السکونی) وہ حصین
بن نمیر یزید کی طرف سے سپہ سالار تھا۔ اس کا
سلسلۂ نسب ابن کلبی نے یوں بیان کیا ہے۔۔۔۔
۔۔۔۔ ابن کلبی کہتا ہے کہ حصین بن نمیر
السکونی حمص کا حاکم تھا۔ اور اس کا بیٹا یزید اور پوتا معاویہ بن یزید
یہ دونوں بھی حمص کے والی اور امیر رہے۔"

حافظ ابن حجر کا یہ دعوی کہ "حصین بن نمیر نامی دو شخص تھے" قابل تسلیم نہیں ہو سکتا
کیونکہ اس دعوے پر کوئی شہادت پیش نہیں کر سکے ہیں۔ کسی شہادت کے دستیاب ہونے تک

Marfat.com

وجہ سے آپ نے حصین بن نمیر کا تذکرہ شروع کرتے ہی یہ اقرار کر لیا کہ۔ مجھے نہیں معلوم کہ یہ وہی سابق الذکر شخص ہے یا کوئی دوسرا شخص۔ جبکہ آپ کو اس کا علم ہی نہیں ہے کہ اس نام کے دو شخص ہیں یا ایک ہی شخص کا تذکرہ بار بار کیا جاتا ہے۔ تو چند سطروں کے بعد کیونکر یہ ظاہر ہو گیا کہ یہ ایک ہی شخص کا نام نہیں ہے بلکہ اسی نام کے دو شخص ہیں۔ علی ہذا القیاس مؤرخین کے ان اقوال کو نقل کرنے کے بعد کہ حصین بن نمیر آنحضرتؐ کا کاتب تھا اور معاملات کی تحریر اس سے متعلق رہا کرتی تھی۔ یہ ارشاد کرنا کہ یہ عہدۂ جلیلہ غالباً مقدم الذکر سے متعلق تھا بالکل بے دلیل ہے۔ کیونکہ جن مؤرخین کے اقوال نقل کئے ہیں ان کے کسی قول میں اس کا اشارہ نہیں پایا جاتا کہ یہ نام دو شخصوں کا تھا۔ اور عہدۂ کتابت مقدم الذکر حصین بن نمیر انصاری سے متعلق تھا نہ کہ اس حصین بن نمیر سکونی سے جو مکہ کی مہم میں یزید بن معاویہ کی طرف سے سپہ سالار مقرر کیا گیا تھا۔ جو کچھ بھی ہو۔ علامہ ابن حجر کے ارشاد سے حصین بن نمیر کے متعلق صرف اتنا احتمال ہو سکتا ہے کہ حصین انصاری کا ہمنام دوسرا شخص تھا اور یہ بارگاہ رسالتؐ میں عہدۂ کتابت اس شخص سے متعلق نہیں تھا مگر اس کے صحابی ہونے میں کوئی کلام نہیں ہو سکتا۔ اور بالفرض یہ شخص اگر صحابی بھی نہ مانا جائے تو کم سے کم اس کا تابعی ہونا تو یقینی ہے۔ اور اس کے افتخار کیلئے یہی عزوشرف کیا کم ہے کہ امام بخاری کا اعتماد و اعتبار اس کو حاصل ہے وہ اس کی روایت کو بے عذر قبول کر لیتے ہیں۔ یہ واقعہ اگرچہ باعث حیرت نہیں مگر عبرت حاصل کرنے کے قابل ضرور ہے کہ امام بخاری جیسے فاضل شخص کو جس نے آئمہ اہلبیتؑ کی روایات کو بھی لائق اعتبار نہ سمجھا ہو۔ ایک ایسے دشمن خدا و رسولؐ کی روایت قبول کر لینے میں مطلق تردد نہ ہوا جس نے حرم نبویؐ کی بے حرمتی اور اصحاب رسولؐ کی بیدریغ خونریزی میں کوئی کسر باقی نہ رکھی۔ خانہ خدا کی حرمت برباد کر دی۔ فرزند رسولؐ کے

Marfat.com

خلاف کوفہ اور کربلا میں ایک سپہ سالار کی حیثیت سے خونخواری و سفاکی کا مظاہرہ
کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ جس شخص کا اعمالنامہ اس قدر سیاہ ہو وہ
بخاری کے نزدیک معتبر و مستند ٹھہرے۔ اس سے زیادہ اندھیر اور کیا ہوگا؟ فاعتبروا
یا اولی الابصار۔ مکہ اور مدینہ کی تباہ کن مہم میں ان دو صحابیوں کے علاوہ۔ جن
اصحاب نبیؐ نے خدمات لائقہ انجام دیں۔ ان میں یہ دو شخص نمایاں شخصیت رکھتے ہیں۔

عبداللہ بن مسعدہ صاحب الجیوش:۔ مسلم بن عقبہ اپنی اس رپورٹ میں
کچھ حصہ اور نقل کیا گیا۔ لکھتا ہے۔ (امامت و سیاست ص ۱۷۹)

ووجهت عبد الله بن مسعدة	میں نے عبداللہ بن مسعدہ کو روانہ کیا کہ بقیع
الی ناحیة بقیع الغرقد۔	کی سمت سے حملہ آور ہو۔

نیز اصابہ ابن حجر میں منقول ہے۔ جلد ۲ ص ۳۶۵۔

وحکی الواقدی عن عباد بن عبد الله	یعنی واقدی راوی ہے کہ عبداللہ بن الزبیر
بن الزبیر ...... قال خرجت لنا	بیٹے عباد کہتے تھے کہ ایک فوج ہم پر حملہ آور
کتیبة فیها عبد الله بن مسعدة	جس میں عبداللہ بن مسعدہ موجود تھا۔
	(وہ فوج کا افسر رہا ہوگا)

اس شخص کے صحابی ہونے پر علماء اسلام کی مندرجہ ذیل تحریرات شاہد ہیں:۔

یقال کان ابن مسعدة صاحب	یعنی عبداللہ بن مسعدہ صاحب الجیوش
الجیوش قیل له ذالك لانه کان	لقب سے مشہور تھا۔ اور یہ شہرت اس لئے
امیراً علی الجیوش فی غزو الروم	کہ وہ عہد معاویہ میں جنگ روم کے موقع
ایام معاویة وهو من صغار الصحابة	امیر افواج تھا۔ اس کا شمار چھوٹے (اور کم سن)

ذکرہ البغوی وغیرہ فی الصحابۃ
واخرجوا من طریق ابن جریج
عن عثمان بن ابی سلیمان عن ابن
مسعدۃ صاحب الجیوش قال سمعت
رسول اللہ ؐ یقول لا تسبقونی
بالرکوع والسجود۔
(اصابہ جلد ۲ صفحہ ۳۶۷)

صحابہ میں ہے۔ بغوی وغیرہ نے اس کو زمرہ صحابہ
میں ذکر کیا ہے۔ اور محدثین نے بطریق ابن جریج
روایت کی ہے۔ اس نے عثمان بن ابی سلیمان اور
اس نے ابن سعدہ صاحب الجیوش سے نقل کیا ہے اس نے
کہا کہ میں نے حضرت رسول خدا صلعم کو لوگوں سے
یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تم لوگ رکوع و سجود میں
مجھ پر سبقت نہ کیا کرو۔

اس صحابی کی شرافت نفس پر مزید اطلاع حاصل کرنے کیلئے ابن حجر کا یہ کلام ملاحظہ ہو۔

کان عبد اللہ فی سبی بنی فزارۃ
فوھبہ النبی ؐ لابنتہ فاطمۃ ؑ فاعتقتہ
وکان صغیرا۔ فیربی عندھا ثم
کان عند علی ؑ ثم کان بعد ذالک
عند معاویۃ وصار اشد الناس
علی علی ؑ۔ (اصابہ جلد ۲ صفحہ ۳۶۷)
سه (عاقبت گرگ زادہ گرگ شود

عبد اللہ بنی فزارہ کے اسیروں میں تھا آنحضرت نے
اسکو اپنی صاحبزادی فاطمہ ؑ کی غلامی میں دے دیا۔
ان معظمہ نے اسکو آزاد کر دیا۔ اس وقت کم سن تھا
لہذا آپ ہی کے پاس پرورش پائی پھر حضرت
علی ابن طالب کے پاس رہا۔ اس کے بعد معاویہ کے
پاس چلا گیا۔ اور حضرت علی کا نہایت سخت مخالف ہو گیا
گرچہ با آدمی بزرگ شود)

مروان بن الحکم۔

مسلم بن عقبہ کی مندرجہ بالا رپورٹ سے ظاہر ہو چکا ہے کہ جنگ حرہ میں اہل شام کی کامیابی تمام تر انھیں حضرت کی رہین منت تھی۔ آپکی مساعی جمیلہ اور خدمات لائقہ کا تذکرہ جس قدر پرزور الفاظ میں مسلم بن عقبہ نے کیا ہے۔ ان سے اس صحابی کے حسن اخلاق اور اعمال پر کافی روشنی پڑتی ہے

Marfat.com

واقعات حرّہ اور صحابی مرحوم معاویہ بن ابی سفیان کی اپنے خلف الصدق سے آخری وصیت۔ تمام خونریزی اور غارت گری اسی وصیت کا نتیجہ تھی

ناظرین اس حقیقت کو نظر انداز نہ فرمائیں کہ مدینہ طیبہ کی سرزمین پر سفاکی اور غارت گری کا جو عدیم النظیر مظاہرہ کیا گیا اس کی تمام تر ذمہ داری امام اہلسنت و صحابی رسولؐ معاویہ ابن ابی سفیان پر عائد ہوتی ہے۔ جو کچھ بھی کیا گیا وہ آپکی وصیت اور آخری ہدایت کے مطابق کیا گیا۔ لہذا اس مقام پر آپ کا ذکر خیر نہ کرنا ظلم صریح ہوگا نورالدین سمہودی کتاب وفاء الوفا میں لکھتے ہیں :-

اخرج بن ابی خیثمہ بسند صحیح الی جویریۃ ابن اسماء سمعت اشیاخ المدینۃ یتحدثون ان معاویۃ لما احتضر دعی یزید فقال ان لک من اهل المدینۃ یوماً فان فعلوا فارمھم بمسلم بن عقبۃ فانی عرفت نصیحتہ۔

والفصل الخامس عشر من الباب الثانی

ابن ابی خیثمہ نے بسند صحیح جویرہ بن اسماء سے روایت کی ہے۔ اس نے کہا کہ میں نے مدینہ کے بزرگوں کو یہ تذکرہ کرتے ہوئے سنا کہ جب معاویہ پر حالت احتضار طاری ہوئی تو یزید کو بلا کر کہا کہ تجھے اہل مدینہ سے ایک برا دن دیکھنا یقینی ہے۔ جب وہ سر اٹھائیں تو مسلم بن عقبہ کے ہاتھوں سے ان کی سرکوبی کر دینا میں اس شخص کے جذبہ اخلاص کی آزمائش کر چکا ہوں۔

علاوہ اس وصیت کے یزید کے زمانہ میں جو فوج کشی کی گئی وہ کوئی نئی بات نہ تھی۔ کیونکہ اس سے پہلے امیر معاویہ کے حکم سے بسر بن ارطاۃ صحابی نے مدینۃ الرسولؐ

Marfat.com

کو تاخت و تاراج کرنے کی مثال قائم کر دی تھی۔ اس وقت کی رو داد کا تذکرہ
اس مقام پر طولِ کلام کا باعث ہوگا۔ لہٰذا اس کو نظر انداز کر دینا ہی زیادہ مناسب ہوگا۔
خصوصاً اس سبب سے بھی کہ اہلسنت کے علماء کبار بسر بن ارطاۃ صحابی کے نامۂ اعمال پر
نظر نہ کرنا ہی بمقتضائے حیا و غیرت مناسب سمجھتے ہیں۔ چنانچہ حافظ ابن حجر کتاب اصابہ میں فرماتے
ہیں "له اخبار شهيرة في الفتن لاينبغي التشاغل بها"۔ یعنی بسر بن ارطاۃ نے جو فتنے
برپا کئے ان کے افسانے مشہور و زبان زد خاص و عام ہیں۔ ان کے تذکرہ میں مشغول ہونا
بالکل غیر مناسب ہے۔ لہٰذا ہم بھی ان کو زیادہ زیر بار شرم و حیا بنانا خلاف ہمدردی تصور
کرتے ہیں۔ جو لوگ اپنے اعمال پر خود شرمندہ ہو رہے ہیں اور اس کی خواہش ظاہر کر رہے
ہوں کہ ان کے اعمالنامہ کو بار بار نہ دہرایا جائے۔ ہم کو بھی ان سے بمقتضائے رد ابطہ انسانیت
ہمدردی ضرور ہوگی۔ لہٰذا اتنا ہی ثبوت ہمدردی دینے پر قناعت نہیں کرینگے کہ جن
افکار سے ان کو شرم آتی ہو ان کو زبان پر نہ لائیں۔ بلکہ اس بار ندامت کو ہلکا کرنے
کے لئے ان کی خدمت میں یہ گذارش بھی پیش کرینگے کہ فضل خدا سے یہ شرم و غیرت بالکل
بے ضرورت ہے کیونکہ آنحضرت کی حدیث شریف کے صاف و صریح مفہوم کی بموجب یہ
"صحابہ سب کے سب ستاروں کی حیثیت رکھتے ہیں" ہر ایک یہاں خدا کے فضل و کرم سے
نور ہدایت کافی موجود ہے۔ عقل کی آنکھیں بند اور خوش اعتقادی کی آنکھیں کھول کر
جس کی پیروی کیجائے منزل ہدایت پر پہنچ جانا یقینی ہے اور بہر حال القینی ہے پھر
اسلامی دنیا میں ستاروں کے نورانی اخلاق و اعمال سے جو روشنی پھیلی اس پر شرمندگی
کیسی ہے۔ اور ان کے ذکر خیر کو حیا سے ترک کرنا کیسا ہے؟ آخر آپ سے زیادہ خوش قسمت و
قابل مبارکباد اور کون فرقہ ہوگا؟ جبکہ آپ کا ایسے ایسے صحابہ ہے کہ انوار سے

دیدۂ دل کو روشن فرماتے ہوئے ہیں جن کی شان میں یہ حدیث شریف مروی ہے۔

تمام صحابہ ستارے ہیں اور سب کے سب نورانی ہیں

عن عمر بن الخطاب قال سمعت رسول اللہ یقول سألت ربی عن اختلاف اصحابی من بعدی فاوحی الی یا محمد ان اصحابک عندی بمنزلۃ النجوم فی السماء بعضها اقوی من بعض ولکل نور فمن اخذ بشیٔ مما هم علیہ من اختلافهم فهو عندی علی هدی (مشکوٰۃ)

عمر بن الخطاب راوی ہیں کہ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ فرماتے سنا کہ میں نے سوال کیا پروردگار عالم سے اپنے اصحاب کے اختلاف کی بابت جو میرے بعد ان کے درمیان واقع ہوگا۔ تو مجھے خدا نے وحی نازل فرمائی کہ تمہارے اصحاب میرے نزدیک آسمان کے ستاروں کے ہیں بعض نورانیت میں بعض سے قوی تر ہیں۔ مگر نور سب میں ہے پس جو شخص بھی ان کے اختلاف میں سے کسی کی پیروی کرے گا وہ میرے نزدیک ہدایت پر ہوگا۔"

تنقیح پنجم:- جو لوگ سرزمین کربلا کے واقعات مظالم کا الزام شیعوں پر عائد کرنا چاہتے ہیں۔ انھوں نے عارضہ نافہمی و فتور عقل میں مبتلا ہو کر اس حقیقت کو بالکل نظر انداز کر دیا ہے کہ خاندان رسالت کی بربادو تباہی بھی انھیں برکات میں سے ایک بہت برکت تھی جو انوار صحابیت کی بدولت اسلامی دنیا کو حاصل ہوئیں۔ اگر ان لوگوں نے آنکھوں پر جانبدارانہ تعصب کی مضبوط پٹی نہ باندھ لی ہوتی تو یہ اصلیت پوشیدہ رہنے کے قابل ہی نہ تھی۔ اہلبیت پر وحشیانہ و سفاکانہ مظالم کرنے میں دینی صحابہ و تابعین تمام شریک تھے جن کے ذکر خیر سے صفحات تاریخ روشن ہو رہے ہیں۔ اور جن کی بیان کردہ روایات سے کتب احادیث کے سینے پر نور ہیں۔ علمائے مذہب

اُن کی مدح و ثنا میں رطب اللسان ہیں۔ اور اُن کی روایتوں کو اُن مذہبی رسائل میں حکمہ ذخیرہ میں بے عذر شامل کئے ہوئے ہیں جن پر دین و مذہب کا انحصار ہے۔ پھر کیا ان کو شیعہ تصور کرنا اور "رافضیت" کے بدترین عیب کو اُن کی جانب منسوب کرنا وہ ناقابل عفو جرم نہیں ہے جس کے بعد سنی عقائد کے بموجب دین و ایمان کی خیر نہیں ہو سکتی۔ پہلے رافضی شیعوں کے باب میں اس حدیث کو دیکھو اور پھر فیصلہ کر لو کہ جن صحابہ و تابعین نے اہل سنۃ میں خاندان رسالت کی تباہی میں اخلاق اور عملی طور پر پورا پورا حصہ لیا اُن کو شیعہ رافضی ٹھہرانا کہاں تک اُن عقائد و اصول کے مطابق ہو سکتا ہے جو مذہب اہلسنت کے لئے سنگ بنیاد کی حیثیت رکھتے ہیں اور جن کی تبلیغ و اشاعت علمائے اسلام آج تک کرتے چلے آئے ہیں۔

روافض کی شان میں ایک حدیث نبوی

عن عکرمہ عن ابن عباس مرفوعا یکون فی آخر امتی الرافضۃ ینتحلون حب اھل بیتی وھم کاذبون علامۃ کذبھم شتمھم ابابکر وعمر من ادرکھم منکم فلیقتلھم فانھم مشرکون

(میزان الاعتدال ذہبی مصری)

"عکرمہ نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ آنحضرت نے ارشاد فرمایا کہ آخر اُمت میں ایک قوم رافضہ ہوگی جو میرے اہلبیت کی محبت کا جھوٹا دعویٰ کرے گی ان کے کذب کی علامت یہ ہوگی کہ ابوبکر و عمر پر سب و شتم کریں گے۔ تم میں سے جو شخص انھیں پائے قتل کر دے کیونکہ وہ لوگ مشرک ہوں گے۔"

شفیق مولوی عبدالشکور صاحب لکھنوی مدیر النجم خلیل صاحب ان احادیث سے فرمائیں کہ جب رافضی شیعہ

آپ کی حدیثوں کے بموجب مشرک و واجب القتل ٹھہرے تو کسی صحابی یا تابعی کو "شیعہ" کہنا اُس کو "مشرک و واجب القتل" کہنا نہیں تو اور کیا ہے۔ اور کیا صحابہ کی شان میں اس بے ادبی و ضوح چشمی کے بعد بھی اصول سنن سے انحراف لازم نہیں آتا؟ کیا صحابہ رسولؐ نے ابن زیاد کے مقاصد کی تکمیل میں علمی و اخلاقی امداد نہیں کی؟ کیا ایسا نہیں ہوا کہ جماعت صحابہ کے معزز اشخاص ہی کی قیادت میں خاندان رسالتؐ تباہ و برباد کیا گیا ہے؟ اور کیا ایسا نہیں ہوا کہ صحابہ کرام اور تابعین ذوی الاحترام ان ایام میں جبکہ قتل فرزند رسولؐ کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ اور اس حادثہ کبریٰ کے بعد بھی خالص موالاۃ اور اشتراک عمل کے اصول پر کاربند ہو کر اُسی حکومت کی وفاداری کا دم بھرتے رہے۔ دربار کی حاضر باشی میں ان سے کبھی ناغہ نہیں ہوا جس میں حسینؑ اور اصحاب حسینؑ (صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین) کے سرہائے بُریدہ مع اسیران حرم کے دربار ابن زیاد میں لائے گئے۔؟ اگر واقعہ کی نوعیت یہی ہے اور ضرور یہی ہے جیسا کہ آپ دیکھیں گے تو کیا آپ اُن اصحاب رسولؐ اور اُن کے تابعین کو "رافضی شیعہ" کہہ کر صحابیت کی انتہائی تذلیل و توہین نہیں کر رہے ہیں۔ آخر شیعوں کے بغض و عناد میں سرشار ہو کر اپنی عاقبت کو خراب کرنا کہاں تک؟

ایک فائدہ اتفاقیہ:— اس حدیث سے ایک فائدہ عزیزیہ اور بھی اتفاقاً حاصل ہو گیا۔ وہ یہ کہ حدیث میں صاف طور سے بتایا گیا ہے کہ آخر امت میں ایک فرقہ رافضہ پیدا ہوگا۔ جس سے ثابت ہو گیا کہ اول امت میں رافضیت کا وجود نہ تھا۔ لہٰذا اس حدیث کو تسلیم کرتے ہوئے پہلی صدی کے صحابہ و تابعین کو "رافضی شیعہ" کہنا جہالت کا ثبوت دینا نہیں تو اور کیا ہے؟ الحمد للہ کہ خود اہلسنت

Marfat.com

کی مسلّمہ روایت سے ثابت ہوگیا کہ فرزندِ رسولؐ کو شہید کرنے والے تمام تر سنّی ہی تھے فرقۂ رافضہ کا تو اس عہد میں وجود ہی نہ تھا۔

اگر امام حسینؑ سے لڑنیوالے بیدین کہے جائیں تو امیر المومنینؑ کے خلاف صف آرائی کرنیوالے اسی لقب کے مستحق کیوں نہ ہونگے؟

اگر امام حسینؑ اور ان کے اعزہ و اصحاب کو شہید کرنے سے صحابہ و تابعین "رافضی شیعہ" کہے جانے کے مستحق ٹھہرائے جائیں جبکہ حدیث مذکور کے بموجب "مشرک" تارک مذہب "اقتل" مرادف ہے" تو پھر کون سی وجہ ہو سکتی ہے کہ معاویہ کے ساتھ ہو کر امیر المومنین علیؑ ابن طالب سے لڑنے والے مشرک و بیدین نہ کہے جائیں۔ عقل تو یہی کہتی ہے کہ الاعمال بالنیات "یعنی اعمال کا مدار نیتوں پر ہے۔ امیر المومنینؑ سے لڑنے والے اگرچہ آپ کو درجۂ شہادت نہ پہونچا سکے۔ لیکن اس ارادہ خیر کے سوا اور کون سا حوصلہ لے کر میدان جنگ میں شمشیر بکف ہوئے تھے؟ لہذا اگر بیٹے کے خلاف ہنگامہ کارزار گرم کرنے والے "رافضی اور مشرک" کہے جانے کے مستحق ہوں تو باپ کے خلاف تلوار کھینچنے والے بدرجۂ اولیٰ "مشرک و بیدین" کے لقب سے سرفراز کئے جانے کے حقدار ثابت ہوں گے "یک بام دو ہوا ندارد" جبکہ حقوق و القاب اور خطابات میں دونوں کا مساوی حصہ دار ہونا ازروئے انصاف ضروری ہے۔ حالانکہ علمائے فرقۂ سنّیہ اپنے اصول مسلّمہ کی بنا پر امیر المومنینؑ کے حریفوں اور دشمنوں کی سیہ کاریوں کا اقرار کر لینے کے بعد بھی ان کی شان میں پاس ادب صحبت رسولؐ کرتے ہوئے ایک ناگوار کلمہ بھی زبان پر لانا دین و ایمان کے خلاف تصور کرتے ہیں۔ پھر کیا وجہ ہو سکتی ہے کہ امام حسینؑ سے لڑنیوالے

Marfat.com

صحابہ و تابعین رافضی و مشرک کے القاب سے ملقب کیے جائیں۔ اور ان کی تذلیل و توہین کے لیے رسائل و کتب تصنیف کیے جائیں۔ اور ان حقوق تعظیم و احترام سے سراسر محروم کر دیے جائیں جو دشمنان امیر المومنینؑ کو اصول مسلمہ کے رو سے عطا کیے گئے ہیں ناظرین پہلے علمائے اہلسنت کے مندرجہ ذیل بیانات میں صحابیت کے مخصوص حقوق ملاحظہ کر لیں اور پھر فیصلہ فرمائیں کہ قتل اہلبیت رسولؐ میں حصہ لینے والے صحابہ کو "رافضی" بتانے والے ان کے حقوق واجبہ کا کہاں تک احترام کر رہے ہیں۔ اور انہوں نے اپنے اصول مسلمہ کی خلاف ورزی کر کے مذہب سنن کی بیخ کنی کی ہے یا نہیں؟ اور اس طرح کے اعمالنامہ کے بعد حسن عاقبت کی امید ان کو کہاں تک ہو سکتی ہے؟

مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی کا بصیرت افروز بیان محاربان جناب امیرؑ اہلسنت کے پیر و مرشد تھے

مجدد صاحب اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

"اے برادر! تنہا معاویہ درین نیست نیمہ از اصحاب کرام کم و بیش درین معاملہ	"اے بھائی تنہا معاویہ ہی اس میں نہیں ہے بلکہ کم و بیش نصف صحابہ کرام اس معاملے میں

لہ حافظ ابن عبد البر کتاب استیعاب میں لکھتے ہیں۔ جلد ۲ صفحہ ۴۷۹ حدثنا خلف بن قاسم حدثنا عبد اللہ بن عمر حدثنا احمد بن محمد بن الحجاج حدثنا یحیی بن سلیمان الجعفی حدثنا حفص بن غیاث حدثنا الثوری عن ابی القیس الاودی قال ادرکت الناس وهم ثلاث طبقات اهل دین یحبون علیا واهل دنیا یحبون معاویة وخوارج۔ یعنی ابو قیس ابو داؤدی نے کہا کہ میں نے لوگوں کو تین طبقات میں

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۵ پر)

نا دے شریک اند پس محاربان امیرؑ اگر کفرہ یا فسقہ باشند اعتماد از شطر دین می خیزد کہ از راہ تبلیغ ایشاں بما رسیدہ است وتجویز نکند ایں معنی را مگر زندیقے کہ مقصودش ابطال دین است۔ (مکتوب از مکاتیب شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی از تشئید المطاعن جلد دوم صہ ۲۲۵)

(محاربہ جناب امیرؑ میں اس کے شریک حال ہیں پس اگر جناب امیرؑ سے لڑنے والے کافر و فاسق ٹھہریں تو دین سے اعتماد اٹھ جائیگا حالانکہ وہ انھیں صحابہ کی تبلیغ سے ہم تک پہونچا ہے۔ اور اس بات کو وہی زندیق جائز ٹھہرائیگا جس کا مقصود دین کو ملیامیٹ کر دینا ہے۔

اس تحریر سے چند امور کا انکشاف مواجن سے مذہب اہلسنّت کی حقیقت طشت از بام ہو گئی۔ والحمد للہ علیٰ ذالک۔

(۱) اگر جناب امیرؑ سے لڑنے والے کافر و فاسق سمجھے جائیں تو اہلسنّت کا دین و ایمان رخصت ہو جائیگا۔ کیونکہ وہ لوگ جس دین کے پیرو ہیں وہ ان لوگوں تک انھیں محاربان و دشمنان جناب امیرؑ کی تبلیغ سے پہونچا ہے۔ کیا اب بھی حضرات اہلسنّت مستحق مبارکباد نہ ٹھہریں گے۔ کس قدر عجیب ماجرا ہے کہ جب شیعوں کی طرف سے یہی طعن و الزام علمائے فرقہ سنّیہ کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے کہ آپ کے دین و مذہب کا مدار دشمنان جناب امیرؑ کی تعلیم و تبلیغ سے ہے تو

(بقیہ صفحہ ۱۲۴) منقسم پایا۔ ایک اہل دین جو علیؑ کو دوست رکھتے تھے۔ دوسرے دنیا پرست جو معاویہ کے محب تھے۔ اور تیسرے خوارج۔ اس روایت پر نظر کرنے کے بعد منکشف ہو جائیگا کہ اصحاب رسولؐ کی نصف جماعت جو معاویہ کی شریک حال تھی خالص دنیا پرست تھی۔ ۱۲

Marfat.com

نہایت جرات پا ہو کر مدافعت میں سرگرم ہو جاتے تھے۔ مگر آج فجو داس کا اقرار کر لیا گیا کہ جس سے یہ کہنے کا حق باقی نہیں رہ گیا کہ ہم اہلبیت رسولؐ کے پیرو ہیں۔

(۲) کم و بیش نصف تعداد اصحاب کرام کی جناب امیر علیہ السلام سے منحرف ہو گئی تھی اور معاویہ کے ساتھ اشتراک عمل کر کے آپ کے خلاف شمشیر بکف تھی۔ آخر اس کا سبب کیا تھا۔؟ اس کو علمائے اہلسنت ہی بیان فرما سکتے ہیں۔

(۳) جناب امیرؑ سے لڑنے والوں کو کافر و فاسق کہنا کفر و زندقہ ہے اس کی جرات وہی شخص کر سکتا ہے جو دین کو ملیامیٹ کر دینا چاہتا ہو میں آیندہ یہ دکھا دوں گا کہ جن صحابہ و تابعین نے ابن زیاد کے مقاصد کی تکمیل میں عملی یا کم از کم اخلاقی تائید فرمائی۔ اہلسنت کا دین و مذہب ان کی تبلیغ و تعلیم کا بھی رہین منت و احسان ہے۔ وہ بھی احادیث نبی کے ناقل اور سیرت شیخین کے حامل تھے۔ کتب احادیث و اخبار کے اوراق اُن کی روایات سے بھی پُر نور ہو رہے ہیں پھر اس تفرقہ پردازی کی گنجائش کیونکر مل سکتی ہے کہ دشمنان و محاربان جناب امیرؑ کو کافر و فاسق کہنا تو کفر و زندقہ اور ابطال دین ٹھہرے۔ لیکن امام حسینؑ کیخلاف ابن زیاد کی امداد و تائید کرنے والوں کو "رافضی شیعہ" کہکر رسوا کرنا خرابی دین و ایمان کا سبب نہ ہو سکے۔؟

مولوی عبد الشکور صاحب کی طرف سے پاس ادب صحبت سرور انبیاء

مولوی عبد الشکور صاحب بسر بن ارطاۃ صحابی کے تذکرہ میں فرماتے ہیں:۔

باقی رہے وہ بعض بعض صحابہ جو بتلائے فتن ہوئے اُن کے فضائل کے

ہم معتقد نہیں ہیں۔ مگر بپاس ادب صحبت سرورِ انبیاءؑ ان کا سب و شتم جائز نہیں سمجھتے۔ (ترجمہ اسد الغابہ منقول از رسالہ الآل والاصحاب)

نہایت افسوس ہے کہ مولوی صاحب رسالہ قاتلانِ حسینؑ کی تالیف کے وقت خود اپنے کلام کو فراموش کر گئے اور پاس ادب صحبت سرورِ انبیاءؑ نہ کرتے ہوئے قاتلانِ امام کو "رافضی شیعہ" کہنے لگے۔ جو عقائد اہلسنّت کی رو سے سب و شتم کی بدترین صورت ہوگی۔ ہم وہ حدیث پیش کر چکے ہیں جس کا مفاد یہی ہے کہ "رافضی" "مشرک و واجب القتل ہیں۔ لہذا صحابہ و تابعین کو "شیعہ" بمعنی رافضی کہنا بمنزلہ اس کے ہوگا کہ اُن کو مشرک و واجب القتل کہا جائے۔ اور اگر اون کو "شیعہ" کا لقب دینے سے "رافضی شیعہ" کہنا مقصود نہیں ہے بلکہ یہ لقب اون کو محض اس بنا پر عطا کیا ہے کہ بمقابل معاویہ وغیرہ انھوں نے جناب امیرؑ کا ساتھ دیا۔ ورنہ وہ تمامتر عقائد اہلسنّت رکھتے تھے۔ تو ہم کو مولوی صاحب پر توہین صحابہ کا الزام عائد کرنے کی ضرورت باقی نہ رہے گی۔ ہم نہایت شکریہ کے ساتھ شاباش و مرحبا کہتے ہوئے اُن کی اس تحقیق حق کو قبول کر لیں گے۔

ہم اُن تمام صحابہؓ اور تابعین کے اسماء مع مختصر حالات کے یہاں بیان کرتے ہیں جنھوں نے مظالم کربلا میں اخلاقی طور پر حصہ لیا اور جو افواج کوفہ میں بڑے بڑے

۱؎ تاریخ کی اس شہادت سے انکار غیر ممکن ہے کہ سب سے پہلا خط امام حسینؑ کی بیعت میں لکھنے والے اور وعدۂ نصرت و بیعت کرنے والے سلیمان بن صرد اور مسیب بن نجبہ وغیرہ ہی تھے۔ ان لوگوں نے حضرتؑ کو بیعت و نصرت کے وعدے پر طلب کیا مگر بعد میں

(بقیہ صفحہ ۱۲۸ پر)

Marfat.com

عہد وفا پر معین ہو کر کوفہ اور کربلا میں تمام ایمان سوز حوادث کے بانی ہوئے ادن کو شیعہ بتانے والے حضرات اس بات میں آزاد و با اختیار ہوں گے رافضیوں کی تقلید کرکے ادن پر صد ہزار لعنت کی بھرمار کریں یا اپنے مذہبی اصول کی پیروی کرتے ہوئے ادن کو مستحق اجر و ثواب تصور کرلیں اور صبح و شام دعائے مغفرت فرماتے رہیں۔

(بقیہ حاشیہ ص۱۳۷) مجرمانہ خاموشی کا رویہ اختیار کرلیا۔ ان کی اس بیوفائی و غداری کو دیکھتے ہوئے مناسب تو یہی تھا کہ قاتلان حسینؑ کی فہرست میں ان کے اسماء بھی درج کئے جاتے مگر ادن کو اس فہرست سے اس بنا پر علیحدہ رکھا ہے کہ انھوں نے بعد میں ترک نصرت سبط رسولؐ پر توبہ و انابت کا انتہائی طریقہ اختیار کیا اور آپ کے خون ناحق کا انتقام لینے کی غرض سے اپنی جانوں پر کھیل گئے۔ لیکن یہ کہدینا ضروری ہے کہ فرزند رسولؐ کو بیعت و نصرت کا وعدہ کرکے طلب کرنے والے بھی رافضی شیعہ نہیں بلکہ صحابہ کرام ہی تھے سلیمان بن صرد خزاعی صحابہ کبار کے حلقہ میں نہایت ممتاز شخصیت کے مالک تھے۔ حافظ ابن عبد البر کتاب استیعاب میں لکھتے ہیں:۔

کان رضی اللہ عنہ خیرًا فاضلًا لہ دین وعبادۃ کان اسمہ فی الجاھلیۃ یسارًا فسماہ رسول اللہ سلیمان سکن الکوفۃ وابتنی بھا دارًا فی خزاعۃ و کان نزولہ بھا فی اول ما نزلھا المسلمون وکان لہ سن عالیۃ وشرف وقدر وکلمۃ فی قومہ

وکان ممن کتب الی الحسینؑ بن علی رضی اللہ عنھما یسئلہ القدوم الی الکوفۃ فلما قدمھا ترک القتال معہ فلما قتل الحسینؑ ندم ھو والمسیب

(بقیہ ص۱۳۹ پر)

سمرہ بن جندب صحابی :- (۱) اصابہ ابن حجر عسقلانی میں مذکور ہے :-
جلد ۲ ص ۷۹

نزل سمرۃ البصرۃ وکان زیاد یستخلفہ علیہا اذا سار الی الکوفۃ ...... کان الحسن و ابن سیرین یثنیان علیہ وقال ابن سیرین فی رسالۃ سمرۃ الی بنیہ علم کثیر و روی عنہ ابو رجاء العطاردی والشعبی وابن ابی لیلی ومطرف بن الشخیر واخرون وعبد اللہ بن سلیمان عنہ -

یعنی سمرہ نے بصرہ میں سکونت اختیار کی زیاد جب کوفہ جاتا تھا تو ان کو اپنا قائم مقام بنا کر چھوڑ جاتا تھا .... حسن بصری اور ابن سیرین ان کے ثناخواں تھے ابن سیرین کا مقولہ تھا کہ سمرہ کے اس مکتوب میں علم کثیر ہے جو اس نے اپنے بیٹوں کو لکھا تھا - سمرہ سے ابو رجاء عطاردی شعبی، ابن ابی لیلی، مطرف بن الشخیر، عبد اللہ بن سلیمان وغیرہم نے روایت کی ہے"

(بقیہ حاشیہ ص ۱۳۸) بن نجبۃ الفزاری وجمیع من خذلہ فلم یقاتل معہ ثم قالوا مالنا من توبۃ مما فعلنا الا ان نقتل انفسنا فی الطلب بدمہ - یعنی سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ صاحب خیر و مرد فاضل تھے - دیندار و عبادت گذار تھے - ان کا شمار ان مسلمانوں میں ہے جو دوسرے مسلمانوں سے پہلے کوفہ میں آکر آباد ہوئے - اپنی قوم میں صاحب شرف و قدر و منزلت تھے - سب پر ان کی باتیں خاص اثر رکھتی تھیں - لوگ ان کے حکم کے تابع رہتے تھے - امام حسین ع کو خط لکھنے والوں میں یہ بھی تھے - اپنے خط میں حضرت سے کوفہ آنے کی درخواست کی - جب آپ تشریف لائے تو انھوں نے آپ کے ساتھ ہو کر لڑنے سے منہ موڑ لیا جب حضرت شہید ہو چکے تو یہ اور ان کے ساتھ مسیب بن نجبہ فزاری اور دیگر اشخاص جنھوں نے حضرت کی

(بقیہ ص ۱۴۰ پر)

Marfat.com

(۲) حافظ ابن عبدالبر استیعاب میں لکھتے ہیں: جلد دوم ص ۵۷۹

سکن البصرۃ کان زیاد یستخلفه فیها ستة اشهر وعلی الکوفة ستة اشهر فلما مات زیاد استخلفه علی البصرۃ فاقرہ معاویة

سمرہ نے بصرہ میں سکونت اختیار کی زیاد ان کو چھ مہینے بصرہ اور چھ مہینے کوفہ میں اپنا قائم مقام گورنر کرتا تھا۔ جب زیاد مر گیا تو اپنی جگہ ان کو حاکم بصرہ مقرر کر گیا۔ معاویہ نے بھی

(بقیہ حاشیہ ص ۱۳۹) امداد نہیں کی تھی نادم ہوئے اور کہنے لگے کہ اب ہمارے لیے اس جرم سے توبہ کی بس یہی صورت ہو سکتی ہے کہ حضرت کے خون ناحق کا قصاص وانتقام لینے میں اپنی جانیں دے دیں الخ اسی طرح مسیب بن نجبہ فزاری بھی صحابی تھے۔ حذیفہ یمانی اور جناب امیرؑ سے روایت کرتے تھے۔ اور بڑے بڑے لوگوں نے ان سے روایت کی ہے۔ ان کی روایت جناب امیرؑ سے صحیح ترمذی میں موجود ہے۔ (اصابہ جلد ۶ ص ۱۲۵)

اس حقیقت پر مطلع ہو جانے کے بعد کون عقلمند یہ کہہ سکتا ہے کہ امام حسینؑ کو بیعت و نصرت کا وعدہ کر کے کوفہ تشریف لانے کی دعوت دینے والے۔ اور پھر بیوفائی اور غداری کا شیوہ اختیار کرنے والے رافضی تھے۔ کیا وہ صحابی رافضی ہو سکتا ہے جس کی شان میں محدثین "رضی اللہ عنہ" کا جملہ لکھ رہے ہیں۔ اور جس کے فضائل ومناقب کے اعتراف سے دیدۂ دل کو منور کیے ہوئے ہیں۔ اگر اب بھی یہ یقین نہ ہو کہ بفضلہ تعالیٰ امام حسینؑ کو کوفہ کی طرف بلانے والے اور آپ کو شہید کرنے والے صحابہ کرام ہی تھے۔ اور وہ بھی ایسے ایسے صحابہ رضی اللہ عنہم جو اہلسنت کے بڑے پیر ومرشد تھے تو اس بے عقلی کا علاج خداوند عالم کے سوا کسی کے اختیار میں نہیں۔

Marfat.com

عليها أعلماً أو نحوه ثم عزله ... كان
...... قال ابن سيرين في رسالة
سمرة إلى بنيه علم كثير وقال الحسن
تذاكر سمرة وعمران بن حصين
فذكر سمرة أنه حفظ من رسول
الله سكتتين سكتة إذا كبر وسكتة
إذا فرغ من قراءة ولا الضالين
فأنكر ذلك عليه عمران بن حصين
فكتبوا في ذلك إلى المدينة إلى
أبي بن كعب فكان في جوابه أبي بن
كعب أن سمرة قد صدق و
حفظ ...... عن محمد بن سيرين
قال كان سمرة ما علمت عظيم الامانة
صدوق الحديث يحب الإسلام
وأهله ....
وكان سمرة من الحفاظ
المكثرين عن رسول الله انتهى ملخصاً

(ابن سیرین رضی اللہ عنہ و الحسن البصری رضی اللہ عنہ)

ان کو ایک سال تک بصرہ کی گورنری پر برقرار
رکھا پھر معزول کر دیا ...... ابن سیرین
اور دیگر فضلائے بصرہ اس صحابی کے مداح و
ثنا خواں تھے ...... ابن سیرین کا مقولہ تھا کہ
سمرہ کے اس خط میں جو بیٹوں کے نام لکھا تھا علم
کثیر ہے۔ حسن بصری راوی ہیں کہ ایک مرتبہ سمرہ اور عمران
بن حصین کے درمیان مباحثہ ہوا۔ سمرہ نے دعویٰ
کیا کہ مجھے یاد ہے کہ آنحضرت (نماز میں) دو جگہ
سکتہ فرماتے تھے۔ ایک سکتہ بعد تکبیر اور دوسرا
"ولا الضالین" کی قرأت کے بعد عمران بن حصین
نے سمرہ کے اس بیان کو نہ مانا تب اہل بصرہ نے
فیصلہ کیلئے مدینہ میں ابی بن کعب کے پاس
اس بحث کو لکھ بھیجا۔ ابی بن کعب نے جواب
میں تحریر کیا کہ سمرہ اپنے قول میں سچے ہیں
اور یہ مسئلہ ان کو یاد ہے ...... محمد بن سیرین
کہتے تھے کہ جہاں تک مجھے معلوم ہے۔ سمرہ بڑا
امانت دار، روایت احادیث میں سچا تھا۔
اور اسلام و مسلمین کو محبوب رکھتا تھا ...... سمرہ کا شمار ان صحابہ میں
ہے جو احادیث کے یاد رکھنے والے اور آنحضرت سے بکثرت روایات نقل کرنیوالے تھے۔

ان عبارات سے ظاہر ہوا کہ سمرہ بن جندب کس قدر بلند مرتبہ صحابی تھا اور آئمہ مذہب اہلسنت اس کے کس قدر مداح و ثناخواں تھے۔ ابن سیرین تو صاف صاف کہتے تھے کہ " جہاں تک میں جانتا ہوں یہ صحابی بڑا امانت دار، روایت و احادیث میں نہایت سچا اور محب اسلام و اہل اسلام تھا۔ مگر افسوس ہے کہ اس شخص نے رسولؐ کی اس امانت میں جس کی حفاظت و نگہداشت کے بارے میں نہایت شدومد سے آخری وصیت فرمائی تھی۔ لاجواب خیانت کی اور فرزند رسولؐ کے ساتھ امانت داری و محبت کا برتاؤ کرنے کے عوض انتہائی دشمنی کا ثبوت دیا۔ ممکن ہے کہ یہ شخص فرزند رسولؐ کو مسلمان بھی نہ سمجھتا رہا ہو۔ پھر آپ کو محبوب کیونکر رکھتا۔

آئمہ اہلسنت کی یہ دیانت داری قابل صد آفریں ہے کہ قاتل حسینؑ کو بڑا امانت دار، صدوق الحدیث اور محب اسلام و مسلمین تصور فرماتے اور اسکی روایت کردہ احادیث پر اپنے مذہب کی بنیاد قائم کرتے ہیں۔ باوجود اس کے زمانہ حاضرہ کے نام نہاد علماء کو یہ کہنے میں ذرا شرم دامنگیر نہیں ہوتی کہ قاتلان حسینؑ شیعہ تھے۔ " ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند "

اس صحابی کے قاتل حسینؑ ہونے پر علامہ ابن ابی الحدید المعتزلی نے شرح نہج البلاغہ میں نص صریح فرمائی ہے۔

قال فبقی سمرۃ بن جندب حتی شہد مقتل الحسینؑ وروی احمد بن بشیر عن مسعر بن کدام قال کان سمرۃ بن جندب ایام	راوی کا بیان ہے کہ سمرہ بن جندب زمانہ قتل حسینؑ تک بقید حیات رہا۔ احمد بن بشیر نے مسعر بن کدام سے روایت کی ہے کہ جن دنوں میں امام حسینؑ کوفہ کی جانب

Marfat.com

سیر الحسینؓ الی الکوفۃ علی شرطۃ عبید اللہ بن زیاد فکان یحرض الناس علی الخروج الی الحسینؑ و قتالہ۔	کوچ کیا۔ یہ شخص عبید اللہ بن زیاد کا پولیس افسر تھا۔ اور لوگوں کو امام حسینؑ پر چڑھائی کرنے اور اُن سے لڑنے پر آمادہ کرنے کی خدمت انجام دیتا تھا۔"

ناظرین اس شخص کی صحابیت کا یہ دوسرا رُخ بھی بغور ملاحظہ فرما کے انصاف فرمائیں کہ یہ قاتل حسینؑ علماء اہلسنت کے نزدیک "عظیم الامانۃ" "صدوق الحدیث" محب اسلام و اہل اسلام ، حافظ و راوی احادیث کثیرہ ہونے کی حیثیت سے اُن صحابیوں کی صف اول میں جگہ پاسکتا ہے یا نہیں جن کی تبلیغ سے "بقول مجدد الف ثانی" دین اہلسنت تک پہنچا ہے" پھر اس کو "شیعہ" بتانا اصول مسلمہ اہلسنت کے مطابق کیونکر ہوگا۔ اور اس کو "شیعہ" کہنے والے توہین صحابی کے مجرم بلکہ بقول مجدد الف ثانی "زندیق" ٹھہرینگے یا نہیں ؟ دیکھئے مولوی عبدالشکور صاحب اس بلند پایہ صحابی کے بارے میں پاس ادب صحبت سرورؐ انبیاء آئندہ کہاں تک فرماتے ہیں ؟

یہ بات نظر انداز کرنے کے قابل نہیں ہے کہ فرزند رسولؐ کی عداوت ہی کا یہ نتیجہ ہوا کہ اس صحابی کی موت نہایت عبرت خیز طریق پر ہوئی۔ اس کے فی النار ہونے کی پیشین گوئی آنحضرت صلعم نے فرمادی تھی جس کی تصدیق دنیا میں جس طریق سے ہوئی اس کی مفصل کیفیت ان عبارات سے معلوم ہوسکتی ہے :-

سمرہ بن جندب کی عبرت خیز موت۔

قال ابن عبد البر سقط فی قدر	(۱) ابن عبد البر ناقل ہیں کہ وہ کھولتے پانی سے بھرے ہوئے دیگ میں گر پڑا۔ اور

مملوء ماءً حاراً فكان تصديقاً
لقول رسول الله صلعم له ولابي هريرة
ولابي محذورة آخركم موتاً
في النار۔

آنحضرت صلعم نے سمرہ اور ابو ہریرہ اور ابو محذورہ
سے فرمایا تھا کہ تم لوگوں میں سے جو
شخص آخر میں مریگا وہ فی النار ہوگا۔
(سمرہ سب کے بعد مرا اور فی النار ہوا)

(۲) سمرة بن جندب مرضه الذي مات
فيه اصابه برد شديد فاوقدت
له نار فجعل كانونا بين يديه
وكانونا خلفه وكانونا عن يمينه
وكانونا عن يساره فجعل
لا ينتفع بذالك ويقول كيف اصنع
بما في جوفي فلم يزل كذالك
حتى مات

(۲) سمرہ جب مرض الموت میں مبتلا ہوا تو شدید
ٹھنڈک کا اثر اس پر غالب ہوا۔ اس کیلئے
یہ تدبیر کی گئی کہ اس کے چاروں طرف چار
بھٹیاں آگ کی روشن کردی گئیں مگر ان سب
سے اس کو کوئی فائدہ نہ ہوتا تھا اور یہ
یہی کہتا تھا کہ میرے پیٹ میں جو کرب و بےچینی
ہے اس کو کیونکر دفع کروں۔ یہانتک کہ
اسی حالت میں جان بحق تسلیم ہوگیا (الحمد للہ)

عمرو بن حریث صحابی :-

عمرو بن الحريث بن عمرو بن عثمان
بن عبد الله بن عمر بن مخزوم القرشي
له ولابيه صحبة قال ابن حبان ولد
في ايام بدر وقال غيره
قبل الهجرة بسنتين ...... وقد
روى عن النبي صلعم وابي بكر

(۱) عمرو بن حریث قرشی خود بھی صحابی تھا اور اس
کا باپ بھی۔ ابن حبان کا قول ہے کہ یہ صحابی
جنگ بدر کے ایام میں پیدا ہوا۔ مگر دوسرے
مورخین کا بیان ہے کہ اس کی ولادت
ہجرت سے دو سال پہلے ہوئی ...... حضرت
سرور عالم صلعم اور ابو بکر و عمر و علی و

Marfat.com

وابن مسعود وغيرهم
روى عن اخيه سعيد بن الحريث
وله صحبة روى عنه جعفر وآخرون
من اهل الكوفة ...... قال
البخاري ابن حبان وغير واحد
مات سنة خمس وثمانين كان
قد ولي امرها نيابة لزياد ولابنه
عبيد بن زياد - اصابه جلد ۲ ص ۵۳۱
(۲) يكنى ابا سعيد رأى النبي ص وسمع
منه مسح براسه ودعى له بالبركة
وخط له بالمدينة دارا بالقوس
..... نزل الكوفة وابتنى بها دارا
وسكنها وولده بها زعموا انه اول
قرشي اتخذ بالكوفة دارا وكان
له فيها قدر وشرف وكان قد
ولي امارة الكوفة ومات
بها سنة خمس وثمانين وهو
اخو سعيد بن الحريث من حديث
عمرو بن حريث عن النبي ص ادا

ابن مسعود وغیرہم سے نیز اپنے بھائی سعید
بن حریث صحابی سے روایت کرتا تھا اور
اس سے جعفر اور دوسرے کوفیوں نے روایت
کی ہے .... بخاری وابن حبان
اور دوسرے مورخین نے بھی کہا ہے کہ
اس کی وفات ۸۵ھ میں ہوئی۔ زیاد
اور اس کے بیٹے عبید اللہ بن زیاد کی
نیابت میں کوفہ کا گورنر رہ چکا تھا۔
(۲) عمرو بن حریث کی کنیت ابو سعید تھی جعفر
سرور عالم ص کی زیارت (وصحبت) اس کو
نصیب ہوئی۔ اور آپ سے حدیثیں بھی سنیاں
حضرت نے اس کے سر پر دست شفقت پھیرا اور
برکت کی دعا دی۔ اور ایک کمان سے بنفس
نفیس مدینہ میں اس کے لئے ایک مکان کی
نقشہ کشی فرمائی ...... یہ صحابی وارد کوفہ ہوا
اور وہاں ایک مکان بنا کر سکونت اختیار
کرلی اس کی اولاد بھی اسی شہر میں رہی علماء
کا خیال ہے کہ عمرو بن حریث سب سے پہلا قرشی تھا
جو کوفہ میں آباد ہوا۔ اور اسی شہر میں ۸۵ھ میں فوت

رآہ یصلی فی نعلین مخصوفتین ۔ ہوا یہ شخص سعید بن حریث صحابی کا بھائی تھا (
(استیعاب جلد۲ ص۲۴۹) منجملہ اس کی روایت کردہ احادیث کے ایک یہ
بھی ہے کہ اس نے حضرت سرورِ عالم کو دیکھا کہ آپ
پیوندار نعلین پہنے ہوئے نماز پڑھتے تھے ۔

معلوم ہوا کہ یہ وہ بلند مرتبہ صحابی تھا جس کے سر پر سرور انبیاء نے دست شفقت پھیرا تھا ۔ اور برکت کی دعا دی تھی ۔ اور خود یہ نفس نفیس مدینہ میں اس کے گھر کی تعزیت کشی فرمائی تھی ۔ خود بھی صحابی تھا ۔ اور اس کے باپ اور بھائی بھی صحبت نبی کے شرف یافتہ تھے ۔ آنحضرت کے علاوہ دیگر صحابۂ کبار سے بھی روایت کرتا تھا ۔ اور اس سے روایت کرنے والے کوفہ میں کثیر التعداد تھے پھر بتاؤ کہ ایسے صحابی کی جلالت قدر و منزلت میں اصول سنن کے مطابق کسکو شبہہ ہو سکتا ہے ۔ اور اس کے مبلغ دین اہلسنت ہونے میں کون شک کر سکتا ہے ۔ اگر اس کو کافر و فاسق کہا جائے تو بقول شیخ احمد مجدد الف ثانی دین پر اعتماد و اعتبار ہی باقی نہ رہے گا ۔ لہذا اس کو شیعہ ، یعنی رافضی وہی اہلسنت کہہ سکتے ہیں جن کو اپنی عاقبت و آخرت کی خیر و فلاح مطلوب نہ ہو اور بلکہ صحبت سرور انبیاء چھوڑ کر کفر و زندقہ اور ابطال دین پر کمر بستہ ہو جائیں ۔ یا یوں کہو کہ رافضی مشرب ہو جائیں ۔

ان تمام باتوں پر پوری اطلاع حاصل کر لینے کے بعد اب ناظرین تصویر صحابیت کا دوسرا رخ بھی بہ نظر عبرت ملاحظہ فرمائیں :-

(۱) ثم نزل ابن زیاد فدخل وقد (۱) ابن زیاد منبر سے اترا اور دار الامارۃ

عقد لعمرو بن حریث رایته و وامره علی الناس۔ (طبری جلد ۶ ص۲۱۱)	میں داخل ہوگیا۔ اور عمرو بن حریث کو ایک جھنڈا دیکر اہل کوفہ پر امیر و حاکم مقرر کر دیا۔
(۲) ان ابن الاشعث حین قام لیاتیہ ابن عقیل بعث الی عمرو بن حریث وھو فی المسجد خلیفتہ علی الناس ان ابعث مع ابن الاشعث ستین او سبعین رجلا کلھم من قیس۔ (طبری جلد ۶ ص۲۱۱)	(۲) جب محمد ابن اشعث حضرت مسلم بن عقیل کی گرفتاری کے لئے جانے لگا تو ابن زیاد نے عمرو بن حریث کے پاس پیام بھیجا کہ محمد ابن ابن الاشعث کے ہمراہ ساٹھ یا ستر سپاہی بھیجدو۔ جو سب کے سب قبیلہ قیس سے ہوں۔ عمرو بن حریث ان دنوں مسجد کوفہ میں ابن زیاد کی قائم مقامی کر رہا تھا۔

معلوم ہوا کہ جن دنوں میں حضرت مسلم کے قتل کی تیاری ہو رہی تھی یہ بدبخت صحابی مسجد کوفہ میں ابن زیاد کا قائم مقام تھا۔ اور تمام امور حکومت وامارت اوس کے ہاتھوں میں دیئے گئے تھے۔ چونکہ ابن زیاد حضرت مسلمؑ اور آپ کے غدار رفقا کی جمعیت سے خائف تھا اس لئے دارالامارۃ میں روپوش رہا کرتا تھا۔ لہذا عمرو بن حریث کو اپنا جانشین بنا کر حکومت کی باگ اوس کے حوالہ کر دی تھی۔ یہ صحابی منجملہ ان لوگوں کے ہے جنھوں نے زیاد بن ابیہ کے حکم سے حجر بن عدی کندی صحابی جلیل کے خلاف شہادت دی تھی۔ اور اون کے خون ناحق کا وبال اپنی گردنوں پر لے گئے۔ جیسا کہ آئندہ معلوم ہوگا۔

عبدالرحمن بن ابی سبرۃ الجعفی	(۱) اصابہ ابن حجر عسقلانی میں مذکور ہے:۔
عبدالرحمن بن ابی سبرۃ واسم	عبدالرحمن بن ابی سبرۃ۔ ابوسبرہ کا نام

Marfat.com

ابی سبرة یزید بن مالک بن
عبد اللہ بن سلمة بن عمرو الجعفی
والد خیثمة عداده فی اهل الکوفة
وقال ابن حبان یقال له صحبة و
قال واخرج احمد وابن حبان
فی صحیحه من طریق ابی اسحق
عن خیثمة بن عبد الرحمن عن
ابیه قال اتیت النبی مع ابی وانا
غلام فقال ما اسم ابنک هذا
قال اسمه عزیز قال
لا تسمه عزیزا ولکن سمه
عبد الرحمن الخ
(اصابہ جلد ۳ ص ۳۹۹)

(۲) عبد الرحمن بن ابی سبرة
الجعفی واسم ابی سبرة یزید بن
مالک معدود فی الکوفیین کان
اسمه عزیزا فسماه رسول اللہ
عبد الرحمن وقال احب الاسماء
الی اللہ عبد اللہ وعبد الرحمن

یزید بن مالک الجعفی تھا یہی عبد الرحمان خیثمہ
کے والد تھے۔ ان کا شمار اہل کوفہ میں ہے
ابن حبان نے کہا کہ لوگ بیان کرتے ہیں کہ
یہ صحبت نبی کے شرف یافتہ تھے۔ احمد اور ابن
حبان نے صحیح میں بطریق ابو اسحاق خیثمہ سے
روایت کی ہے کہ وہ اپنے باپ عبد الرحمان سے
روایت کرتا ہے کہ میں (عبد الرحمان) اپنے
باپ (ابو سبرة) کے ہمراہ خدمت رسول
میں حاضر ہوا۔ اس وقت میں کمسن تھا
حضرت نے میرے والد سے پوچھا کہ تمہارے
اس لڑکے کا نام کیا ہے؟ عرض کی کہ
اس کا نام عزیز ہے۔ فرمایا کہ اس کا
نام عزیز نہ رکھو بلکہ عبد الرحمن رکھو۔

(۲) خلاصہ عبارت یہ ہے کہ عبد الرحمن
بن ابی سبرة الجعفی کے والد ابو سبرہ کا نام
یزید بن مالک تھا۔ ان کا شمار کوفی صحابیوں
میں ہوتا تھا۔ ان کا نام پہلے عزیز تھا
پھر آنحضرت نے عبد الرحمن نام رکھ دیا اور
فرمایا کہ محبوب ترین نام خدا کے نزدیک عبد اللہ

Marfat.com

وابوشُ والد خیثمہ بن عبدالرحمٰن روی عنہ الشعبی وابنہ خیثمہ بن عبدالرحمٰن وقد ذکرنا ابا سبرۃ واخاہ سبرۃ بن ابی سبرۃ فی ما بینھما فی ھذا الکتاب	وعبدالرحمٰن ہے۔ یہ عبدالرحمٰن خیثمہ کے والد تھے۔ اُن سے شعبی نے نیز ان کے بیٹے خیثمہ نے روایت کی ہے۔ ہم نے ان کے والد ابوسبرۃ اور ان کے بھائی سبرۃ بن ابی سبرۃ کا تذکرہ ان کے مخصوص ابواب میں اسی کتاب کے اندر کیا ہے
(استیعاب برحاشیہ اصابہ ص۳۱۱)	

معلوم ہوا کہ یہ شخص خود بھی صحابی تھا اور اس کے باپ بھائی بھی شرف صحابیت سے سرفراز تھے۔ اور سب سے بڑھکر فضیلت کہ ان کا نام "عبدالرحمان" خود آنحضرت نے تجویز فرمایا تھا۔ مگر نہایت افسوس ہے کہ اس صحابی نے ان تمام مناقب جمیلہ پر ایک بڑی فضیلت کا اس طرح اضافہ کیا کہ عمر ابن سعد کیجانب سے بروز عاشورہ افواج کوفہ کے ایک حصہ کا جنرل بننا قبول کرلیا۔ اور اس طرح صحابیت کی اصلی تصویر دنیا کے سامنے پیش کردی۔ کیا اب بھی اس حقیقت میں شبہ باقی رہ سکتا ہے کہ بڑی بڑی منقبت وفضیلت والے صحابہ ہی امام حسینؑ کے قاتل تھے نہ کہ غریب روافض۔

مورخ طبری وابن اثیر لکھتے ہیں۔ طبری جلد ۶ ص۲۴۱۔ کامل جلد ۴ ص۲۴

لما خرج عمر بن سعد بالناس کان علی ربع اھل المدینۃ یومئذ عبد اللہ بن زھیر بن سلیم الازدی وعلی ربع	جب عمر ابن سعد نے میدان جنگ میں صف آرائی کی تو اہل مدینہ کی فوج کا سالار عبداللہ ابن زہیر بن سلیم ازدی تھا اور قبیلہ مذحج واسد کی افواج کا جنرل

Marfat.com

مندرج واسد عبد الرحمان بن ابی سبرۃ الجعفی ۔الخ

عبد الرحمان بن ابی سبرۃ الجعفی تھا۔

عمارۃ بن عقبہ صحابی

عمارۃ بن عقبۃ

بن ابی معیط اخو الولید ... قال اتیت النبیؐ لابایعه قال فقبض یدہ فقال لبعض القوم اما منعه هذا الخلوق الذی بک فذهب فغسله ثم جاء فبایعه اقام عمارۃ بالکوفة وعقبه الخ

(اصابہ جلد ۲ صفحہ ۲۱۶)

عمارۃ بن عقبہ بن ابی معیط راوی ہے کہ میں آنحضرت کی خدمت میں بیعت کرنے کیلئے حاضر ہوا تو آپ نے دست مبارک کھینچ لیا۔ کسی شخص نے بتایا کہ بیعت لینے سے یہ خلوق (ایک خوشبودار شئے جو زعفران وغیرہ سے بنائی جاتی ہے) مانع ہوا۔ پس میں گیا اور اس کو پانی سے دھو کر واپس آیا تو آپ نے بیعت لی۔ عمارہ بن عقبہ کوفہ میں آباد ہوا وہاں اس کی نسل بھی آباد رہی۔

یہ صحابی حضرت عثمان کے مخصوص فدائیوں اور مریدوں میں تھا۔ اور سب سے بڑھکر یہ کہ آپ کا برادر رضاعی تھا۔ اس نے آپ کی شان میں ایک قصیدہ تصنیف کیا تھا جس کے چند اشعار حافظ ابن حجر عسقلانی نے کتاب اصابہ میں نقل کئے ہیں جو بخوف طوالت یہاں نقل نہیں کئے گئے۔

جب حضرت مسلم بن عقیل وارد کوفہ ہوئے اور کوفیوں نے آپ کی بیعت کرلی تو عبداللہ بن مسلم بن سعید الحضرمی اور عمارہ بن عقبہ وعمر بن سعد نے یزید کو خطوط لکھے مضمون سب کا ایک تھا۔ ان میں سے ایک خط کی نقل یہاں پیش کیجاتی ہے

اما بعد فان مسلم بن عقیل قد قدم

یعنی مسلم بن عقیل کوفہ میں آئے اور شیعوں نے

الكوفة فبايعته الشيعة للحسينؑ بن عليؓ فان كان لك بالكوفة حاجة فابعث اليها رجلاً قوياً ينفذ امرك ويعمل في عدوك مثل عملك فان النعمان بن بشير رجل ضعيف او هو يتضعف۔

ان کی بیعت کر لی ہے۔ پس اگر تجھے کوفہ کی حکومت درکار ہے تو کسی شخص کو حاکم کوفہ مقرر کرکے بھیجدے جو تیرا حکم نافذ کرے اور تیرے دشمنوں کے ساتھ تیرے ہی جیسا برتاؤ کرے کیونکہ نعمان بن بشیر یا تو دراصل کمزور واقع ہوا ہے یا عمداً کمزور بنتا ہے۔"

(طبری جلد ۶ صفحہ ۱۹۹)

جب ان لوگوں کے خطوط یزید کے پاس پہونچے تو اس نے سرجون سے مشورہ کرنے کے بعد عبید اللہ ابن زیاد کے پاس جو شاہی فرمان بھیجا اس کی ابتدا یوں کی ہے اما بعد فانہ کتب الی شیعتی من اہل الکوفۃ یعنی "میرے پاس اہل کوفہ میں میرے شیعوں نے لکھ بھیجا ہے"

ناظرین کو یزید کے فرمان میں مندرجہ بالا فقرہ دیکھ لینے کے بعد اس حقیقت میں کوئی شبہہ باقی نہ رہجائیگا کہ امام حسینؑ کے قاتل وہی کوفی صحابہ و تابعین بھی تھے جو شیعہ معاویہ اور یزید ہونے کا شرف رکھتے تھے" اور تاج و تخت بنی امیہ کے اس قدر پرجوش وفادار و خیر خواہ تھے کہ کوفہ کے گورنر نعمان بن بشیر صحابی کو دشمن خاندان رسالت کو بھی اپنے مقابلہ میں کمزور بتانے لگے۔ اور یزید کو یہ ہدایت کی کہ اگر تجھے کوفہ پر حکومت کرنے کی حاجت ہو تو کسی ایسے شخص کو امارت کے لئے بھیج جو تیرے دشمنوں سے تیرے ہی جیسا سلوک کرے"

Marfat.com

خالد بن عرفطہ صحابی :-

صحب النبی ﷺ وروی عنہ وکان سعد بن وقاص ولاہ القتال یوم القادسیۃ وھو الذی قتل الخوارج یوم النخیلۃ ونزل الکوفۃ بعد ذالک وابتنی بھا دارا ولہ بقیۃ وعقب الی الیوم - (طبری جلد ۱۳ صفحہ ۱۲)

طبقات ابن سعد میں ہے :- خالد بن عرفطہ نے شرف صحبت رسول پایا۔ سعد بن ابی وقاص نے اس کو جنگ قادسیہ کے دن سپہ سالار مقرر کیا تھا۔ یہ وہ شخص ہے جس نے خوارج کو بروز جنگ نخیلہ قتل کیا۔ بعد اس کے وارد کوفہ ہوا۔ اور ایک گھر بنایا وہاں اس کے اخلاف آجتک موجود ہیں۔

آسمان صحابیت کے اس ستارے نے بہت سی اسلامی خدمات انجام دی ہیں۔ منجملہ ان کے ایک یہ بھی ہے کہ حجر بن عدی کندی جیسے صحابی جلیل کیخلاف حکومت شام سے بغاوت کی شہادت دی اور ان کے قتل کے بانی ہوئے۔ چنانچہ مورخ طبری لکھتے ہیں :-

ثم بعث زیاد الی اصحاب حجر حتی جمع منھم اثنی عشر رجلا فی السجن ثم انہ دعی رؤس الارباع فقال اشھدوا علی حجر بما رأیتم منہ وکان رأس الارباع یومئذ عمرو بن حریث علی ربع اھل المدینۃ وخالد بن عرفطہ علی ربع

پھر زیاد نے اصحاب حجر کی گرفتاری کیلئے (ایک فوج) بھیجی۔ اور ان میں سے بارہ آدمیوں کو جمع کرکے قید خانہ میں مقید کردیا۔ پھر افواج کے سرداروں کو طلب کیا۔ اور حکم دیا کہ حجر کے خلاف ان کی ان حرکات کی گواہی دو جو تم نے دیکھی ہیں سرداران فوج میں عمرو بن حریث صحابی اور خالد بن عرفطہ بھی تھا۔ مقدم الذکر اہل مدینہ کا سردار تھا

تمیم و ہمدان وقیس الخ ۔ اور دوسرا لشکر قبیلہ تمیم و ہمدان و قیس کا۔

(طبری جلد ۶ ص ۱۵۱) سپہ سالار تھا۔

معلوم ہوا کہ جو لوگ حجر بن عدی کندی صحابی کے خون میں شریک ہوئے ان میں یہ دو صحابی عمرو بن حریث اور خالد بن عرفطہ نمایاں حیثیت رکھتے تھے۔ حجر بن عدی کے قتل کا واقعہ ایسا نہیں جو نظر انداز کیا جاسکے۔ لہذا علماء اسلام کی چند تحریریں پیش کیجاتی ہیں۔ جن سے ابن خون ناحق کی عظمت و اہمیت کے ساتھ ساتھ ان لوگوں کے انجام پر بھی روشنی پڑتی ہے جو اس کے بانی تھے۔

حجر بن عدی صحابی کے فضائل اور اُن کے قاتلوں کا حشر

استیعاب ابن عبد البر میں ہے :۔

(۱) کان حجر من فضلاء الصحابة وصغر سنه من کبارهم

(۱) حجر کا شمار فضلائے صحابہ میں تھا باوجود کمسنی کے زمرہ صحابہ کبار میں داخل تھے۔

(۲) قال احمد قلت لیحیی بن سلیمان ابلغك ان حجراً کان مستجاب الدعوة قال نعم وکان من افاضل اصحاب النبی صلعم۔

(۲) احمد ناقل ہے کہ میں نے یحیی بن سلیمان سے پوچھا کہ تمھیں یہ معلوم ہوا ہے کہ حجر بن عدی مستجاب الدعوات (جنکی دعا بارگاہ الہی میں مقبول ہو) تھے۔ انھوں نے کہا ہاں اور وہ افاضل اصحاب نبی میں سے تھے۔

Marfat.com

(۳) عن مسروق بن الاجدع قال سمعت عائشة ام المومنین تقول اما واللہ لو علم معاویة ان اہل الکوفة منعة ما اجترأ علی ان یاخذ حجراً واصحابہ من بینہم حتی یقتلہم بالشام ولکن ابن آکلة الاکباد علم انہ قد ذہب الناس...... ولما بلغ الربیع بن زیاد الحارثی من بنی الحرث بن کعب وکان فاضلاً جلیلاً وکان عاملاً لمعاویة علی خراسان وکان الحسن بن ابی الحسن کاتبہ فلما بلغہ قتل معاویہ حجر بن عدی دعی اللہ عز وجل فقال اللہم ان کان لربیع عندک خیر فاقبضہ الیک وعجل فلم یبرح فی مجلسہ حتی مات۔

(۳) مسروق بن الاجدع نے روایت کی ہے کہ میں نے ام المومنین عائشہ کو یہ فرماتے سنا کہ اگر معاویہ یہ جانتا کہ اہل کوفہ میں کچھ بھی عزت و قوت باقی ہے تو کبھی اس کی جرأت نہ کرتا کہ حجر بن عدی اور ان کے اصحاب کو انھیں کے درمیان گرفتار کرلے اور شام میں لیجا کر قتل کرے لیکن ہندہ جگر خوار کے بیٹے نے تو یہ جان لیا تھا کہ اب کوفہ میں (عزت و قوت والے) لوگ نہیں رہ گئے...... ربیع بن زیاد حارثی جو مرد فاضل جلیل تھا اور معاویہ کی طرف سے خراسان کا گورنر تھا۔ جب اس کو یہ خبر معلوم ہوئی کہ معاویہ نے حجر بن عدی کو قتل کرا دیا تو اس نے دعا کی کہ پروردگارا اگر ربیع کے لئے تیرے نزدیک کچھ بھی خیر ہے تو اسے بہت جلد اپنے پاس بلالے (ایسا ہی ہوا کہ) ابھی ربیع اپنے مقام سے اٹھنے نہ پایا تھا کہ جاں بحق تسلیم ہوگیا۔

(استیعاب)

قتل حجر بن عدی کے متعلق رسول کی پیشین گوئی

اس خوں ریزی پر خدا اور ملائکہ غضبناک ہونگے

(۴) عن ابی الاسود قال دخل معاویۃ علی عائشۃ فقالت ماحملک علی قتل اھل عذراء حجر واصحابہ فقال یا ام المومنین انی رأیت قتلھم صلاحاً للامۃ وبقاءھم فساداً للامۃ فقالت سمعت رسول اللہ یقول سیقتل بعذراء ناس یغضب اللہ لھم واھل السماء الخ (کنز العمال کتاب الفضائل)

(۴) ابوالاسود ناقل ہیں کہ معاویہ عائشہ کے پاس حاضر ہوا تو آپ نے کہا کہ آخر کن اسباب سے تو نے اہل عذراء حجر اور ان کے اصحاب کو قتل کرایا؟ معاویہ نے جواب دیا کہ ام المومنین میں نے دیکھا کہ ان لوگوں کے قتل میں امت کی بھلائی ہے۔ اور باقی رکھنے میں خرابی ہے یہ سنکر ام المومنین نے کہا کہ میں نے یہ ارشاد نبوی اپنے کانوں سے سنا ہے کہ عنقریب عذراء میں کچھ لوگ قتل کئے جائیں گے جنکے لئے خداوند عالم اور آسمان والے غضبناک ہونگے

جاں کنی کے وقت حجر بن عدی کے قتل پر معاویہ کا پچھتانا

"ہائے عاقبت کی خیر نہیں"

(۵) قال ابن سیرین بلغنا ان معاویۃ

(۵) ابن سیرین ناقل ہیں کہ جب معاویہ پر

لما حضرتہ الوفاۃ جعل یقول یومی منك یا حجر طویل۔

یعنی بوقت موت کہنے لگا اے حجر تمہاری وجہ سے میرا روز حشر طویل ہوگا۔ یعنی اس دن تمہارے خون کی بازپرس لمبی ہوگی۔

تاریخ کامل جلد ۳ صفحہ ۱۹۶

امیر معاویہ کی بابت حسن البصری کی رائے

(۶) قال الحسن البصری اربع خصال کن فی معاویۃ لو لم تکن فیہ الا واحدۃ لکانت موبقۃ۔ انتزاءہ علی ھذہ الامۃ بالسیف حتی اخذ الامر من غیر مشورۃ وفیھم بقایا الصحابۃ وذو والفضیلۃ۔

واستخلافہ بعدہ ابنہ سکیرا خمیرا یلبس الحریر ویضرب بالطنابیر وادعاءہ زیادا وقد قال رسول اللہ الولد للفراش وللعاھر الحجر وقتلہ حجرا واصحاب حجر فیا ویلا لہ من حجر ویا ویلا لہ من اصحاب حجر۔ کامل جلد ۳ صفحہ ۱۹۶

(۶) حسن بصری کہتے تھے کہ معاویہ میں چار ایسی تھیں کہ اگر ان میں ایک بھی ہوتی تو آخرت کی تباہی کیلئے کافی ہوجاتی۔ ایک اس امت پر تلوار کے زور سے غالب ہوجانا یہاں تک کہ امر خلافت پر بغیر مشورہ کے قابض ہوگیا حالانکہ باقی ماندہ صحابہ اور صاحبان فضیلت موجود تھے۔

اور اپنے نہایت بدمست اور بڑے شرابخوار بیٹے کو جو کہ لباس حریر پہنتا اور طنبورہ بجاتا تھا اپنا جانشین بنانا اور زیاد کو اپنے نسب میں داخل کرنا حالانکہ حدیث نبوی "الولد للفراش" الخ اس کے خلاف صریح نص ہے۔ اور حجر اور ان کے رفقا کو قتل کرنا۔ پس

حجر بن عدی کا ولی خدا تھے، پیروان اجماع و شوریٰ نے مرید صحابہ ہونیکے باوجود اُن سے وفا نہ کی

صحابہ کی محبت و پیروی کا دم بھرنے والے اپنے اعمال نامہ کے اوراق پر حجر ابن عدی کے خون کے نورانی قطروں کی چمک باعث آنکھیں کھول کر دیکھیں حجر بن عدی کوئی معمولی صحابی نہ تھے۔ بلکہ خود علماء اہلسنت کو اعتراف ہے کہ یہ بہت بڑے فاضل مقدس اور ولی خدا تھے۔ بارگاہ الہی میں ان کی دعا اس درجہ مقبول تھی کہ اس کا اثر فوراً ظاہر ہو جاتا تھا۔ لیکن ہزار حیف کہ صحابہ کے نام پر مرنے والے ایسے صحابی کبیر کا خون بیدردی سے بہا دینے میں بھی دریغ نہیں کرتے۔ اور پھر اس کے قاتل کو بھی امام برحق اور مجتہد شریعت سمجھنے میں اُن کو مطلق تردد نہیں ہوتا۔

ناظرین وہ روایت ملاحظہ کریں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حجر بن عدی ایک ولی خدا مستجاب الدعوۃ مقبول بارگاہ الٰہی تھے۔ اور پھر فیصلہ فرمائیں کہ ان کے قاتل کون تھے؟ اور اُن کے قاتلوں کا اشتمال سفاکی و خونخواری، وحشت و بربیت کا وہ مرقع ہے یا نہیں جو وحشیان تاتار و بربر کیلئے بھی مرقع عبرت بن سکتا ہے!

روی ابراھیم بن الجنید نے کتاب الاولیاء بسند منقطع ان

ابراہیم بن جنید نے کتاب اولیاء میں روایت کی ہے کہ حجر بن عدی کو جنابت عارض ہوئی تو

حجر بن عدی اصابتہ جنابۃ فقال للموکل بہ اعطنی شرابی اتطھر بہ ولا تعطنی غداً شیئاً فقال اخاف ان تموت عطشاً فیقتلنی معاویۃ فدعی اللہ فانسکبت لہ سحابۃ بالماء فاخذ منھا الذی احتاج الیہ فقال لہ اصحابہ ادع ان یخلصنا اللہ فقال اللھم خیر لنا

(اصابہ جلد اول ص ۳۱۵)

تو انھوں نے اس شخص سے جو ان کی نگرانی پر معین تھا یہ کہا کہ تو مجھے جتنا پانی پینے کے لئے دیتا ہے وہ آج ہی دیدے تاکہ طہارت کر لوں اس کے عوض میں کل کچھ پانی نہ دینا۔ اس نے انکار کیا اور کہا کہ مجھے خوف ہے کہ کہیں تم پیاس سے ہلاک ہو جاؤ اور معاویہ اس الزام میں مجھے قتل کر دے۔ تب حجر بن عدی نے خدا سے دعا کی اور فوراً ایک ابر آیا اور پانی برس گیا۔ حجر بن عدی نے بقدر حاجت پانی لے کر طہارت کر لی۔ یہ ماجرا دیکھ کر ان کے ساتھیوں نے درخواست کی کہ ہماری رہائی کیلئے دعا کیجئے۔ انھوں نے بارگاہ ایزدی میں عرض کی کہ پروردگار ہمارے لئے خیر مقدر فرما۔"

خالد بن عرفطہ صحابی نے حجر بن عدی کندی کے خون میں ہاتھ رنگ لینے ہی پر اکتفا نہیں کی بلکہ قتل فرزند رسولؐ کی مہم میں بھی حکومت بنی امیہ کی شاندار خدمتیں انجام دیں۔ اصابہ ابن حجر عسقلانی میں مذکور ہے :-

عن سوید بن غفلۃ قال جاء رجل الی علیؑ فقال انی مررت بوادی القریٰ فرأیت خالد بن عرفطۃ بھا مات فاستغفر لہ فقال انہ

سوید بن غفلہ ناقل ہے کہ ایک شخص نے آکر جناب امیرؑ سے عرض کی کہ میرا گذر وادی القریٰ میں ہوا اور وہاں دیکھا کہ خالد بن عرفطہ مرگیا ہے آپ اس کے حق میں استغفار فرمائیں حضرتؑ

لم يمت ولا يموت حتى يقود جيش ضلالة ويكون صاحب لوائه حبيب بن حماز فقام رجل فقال يا امير المؤمنين اني لك محب وانا حبيب بن حماز فقال تحملها وتدخل بها من هذا الباب واشار الى باب المقبل فاتفق ابن زياد بعث عمر بن سعد الى الحسينؑ بن عليؑ فجعل خالد اعلى مقدمته وحبيب بن حماز صاحب رايته فدخل بها المسجد من باب المقبل۔

اصابہ جلد اول

ص ۴۱۲

نے فرمایا کہ وہ نہیں مرا ہے اور نہ مرے گا۔ اس وقت تک کہ ایک لشکر ضلالت کا سردار بنے اور اس لشکر کا علمبردار حبیب بن حماز ہوگا۔ یہ کلام سنکر ایک شخص اٹھکر کہنے لگا کہ امیر المومنین! حبیب بن حماز میں ہی ہوں اور میں تو آپ کا دوستدار ہوں۔ (پھر آپ میرے حق میں یہ کیا فرماتے ہیں؟) آپ نے فرمایا کہ ایسا ہی ہونے والا ہے کہ تو اس لشکر کا علمبردار ہوگا۔ اور اس دروازے سے علم لئے ہوئے داخل کوفہ ہوگا۔ آپ نے باب مقبل کی طرف اشارہ فرمایا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ابن زیاد نے عمر بن سعد کو حسینؑ بن علیؑ سے لڑنے کیلئے روانہ کیا۔ اور اس نے مقدمۂ لشکر پر خالد بن عرفطہ کو مقرر کیا۔ اور حبیب بن حماز کو اس کا علمبردار بنایا اور وہ علم لئے ہوئے باب مقبل سے داخل مسجد کوفہ ہوا۔"

زبرقان بن اسلم

ابن مندہ نے ان کا شمار بھی صحابہ کیا ہے۔ ابو وائل شقیق بن سلمہ راوی ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام میدان کربلا میں جنگ کے لئے تشریف لائے۔ اور "ہل من مبارز" فرمایا تو ایک شخص ...... مقابلہ میں آیا جس کا نام زبرقان بن اسلم تھا۔ اور

Marfat.com

اُس نے حضرتؑ سے سوال کیا کہ تم کون ہو؟ فرمایا کہ میں حسینؑ بن علیؑ ہوں۔ زبرقان نے کہا: اے فرزندِ رسولؐ تم واپس جاؤ اسی لئے کہ خدا کی قسم میں نے ایک مرتبہ حضرت رسولِ خداؐ کو دیکھا کہ آپ قبا کی طرف سے ناقہ سرخ پر سوار چلے آرہے تھے۔ اور تم اُن کے آگے بیٹھے تھے۔ پس میں نہیں چاہتا کہ رسولِ خدا سے اس حالت میں ملوں کہ تمہارا خون میری گردن پر ہو۔ پس حضرت واپس آئے اور زبرقان بھی لوٹ گیا۔

(اسد الغابہ ص ۲۶۹ منقول از رسالہ الآل والاصحاب)

سبحان اللہ! کس قدر باحیا اور حق شناس رسولؐ صحابی ہیں کہ سب کچھ جاننے اور سمجھنے کے باوجود یزید کی طرفداری کو فرزندِ رسولؐ کی حمایت پر مقدم رکھتے ہیں۔ بہرحال یہی غنیمت ہے کہ آپ کو امام حسینؑ کے خون میں آلودہ ہو کر بروزِ قیامت رسولِ عربی سے آنکھیں چار کرنے شرم تو آئی۔ دوسروں میں تو اتنی بھی حمیت و غیرت باقی نہ تھی۔

عمرو بن حجاج زبیدی

علامہ ابن حجر اصابہ میں فرماتے ہیں:
ذکر الطبرانی لہ صحبۃ جلد ۲ ص ۵۲۶

یہ صحابی اُس فوج کا افسر تھا جس کو عمر بن سعد نے نہرِ فرات پر متعین کیا تھا۔ مورخ طبری لکھتے ہیں:

عن حمید بن مسلم الازدی قال جاء من عبید اللہ بن زیاد کتاب الی عمر بن سعد اما بعد فحل بین الحسینؑ واصحابہ وبین الماء ولا

حمید بن مسلم ازدی راوی ہے کہ عمر بن سعد کے پاس عبید اللہ بن زیاد کا ایک خط پہونچا جس کا مضمون یہ تھا کہ حسینؑ واصحابِ حسینؑ پر پانی بند کر دے وہ قطرہ پانی بھی

يسار وقوا منه قطرة كما صنع بالتقی الزكی المظلوم امير المؤمنين عثمان بن عفان فبعث عمر بن سعد عمرو بن الحجاج على خمس مائة فارس فنزلوا الشريعة وحالوا بين الحسين واصحابه وبين الماء ان يسقوا قطرة وذالك قبل قتل الحسین بثلاث۔ جلد ۶ ص ۲۳۵

نہ پی سکیں جیسا کہ عثمان بن عفان کیلئے کیا گیا تھا۔ حمید کہتا ہے کہ خط پہونچنے کے بعد عمر بن سعد نے عمرو بن حجاج کو پانچ سو سواروں کے ساتھ بھیجا ان لوگوں نے گھاٹ پر اتر کر پہرہ بٹھا دیا۔ یہ کام قتل حسین سے تین دن پیشتر کیا گیا۔

عمر بن حجاج صحابی امام حسین ؑ کو دین سے خارج سمجھتا تھا۔ صحابیت کی پرستش کرنے والوں کیلئے ایک اسوۂ حسنہ

مورخ طبری کا بیان ہے:-

قال الزبيدی انه سمع عمرو بن الحجاج حين دنی من اصحاب الحسين يقول يا اهل الكوفة الزموا طاعتكم وجماعتكم ولا ترتابوا فی قتل من مرق من الدين وخالف الامام فقال له الحسين يا عمرو بن الحجاج علی تحرض الناس انحن مرقنا من الدين وانتم ثبتم عليه الخ

(طبری ص ۳۴۴)

زبیدی کہتا ہے کہ اس نے عمرو بن حجاج کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اے کوفہ والو! اپنے امام کی اطاعت اور اپنی جماعت سے برقائم رہو اور اس شخص کے قتل کرنے میں کچھ تردد نہ کرو جو دین سے خارج ہو گیا ہے اور جس نے امام وقت کی مخالفت کی ہے (یہ سنکر) امام حسین ؑ نے فرمایا کہ اے عمرو بن حجاج! کیا تو میرے خلاف لوگوں کو ابھارتا ہے۔ کیا ہم دین سے خارج ہیں اور تم دین پر ثابت قدم ہو۔

کیا عمرو بن حجاج صحابی کے اس کلام کو دیکھ لینے کے بعد بھی کوئی عاقل یہ کہہ سکتا ہے کہ دین یا ایمان میں

Marfat.com

کرمنی تھے۔ دیکھو عمرو بن حجاج صحابی اسی طاعت وجماعت پر ثبات واستقلال کا مظاہرہ کرنے کی اہل کوفہ کو ہدایت کررہا ہے جو اہلسنت کا دین ومذہب ہے اور یہ صحابی امام حسینؓ کو دین سے خارج اور امام وقت کا مخالف ٹھہرا کر اپنے ہمشرب لوگوں کو تاکید کرتا ہے کہ ایسے شخص کے قتل میں کچھ تردد نہ کریں جس سے اس کے اس عقیدہ پر صاف روشنی پڑتی ہے کہ یزید امام وقت وخلیفہ رسولؐ ہے۔ لہذا اس کا مخالف خارجی و واجب القتل ہوگا۔

اور اس کا یہ عقیدہ عبداللہ عمرؓ جیسے بلند مرتبہ صحابی کے عقائد کے سراسر مطابق تھا۔

طبقات ابن سعد میں مذکور ہے:۔ جلد پنجم ص۱۰۱

عبداللہ بن عمر بھی بیعت یزید کو دین وایمان اور اس کی مخالفت کو کفر وجاہلیۃ تصور فرماتے تھے، عمرو بن حجاج وعبداللہ بن عمر کا اتحاد عقیدہ

(۱) ان عبداللہ بن مطیع اراد ان یفر من المدینۃ لیالی فتنۃ یزید بن معاویۃ فسمع بذالک عبداللہ بن عمر فخرج الیہ حتی جاءہ وقال این ترید یا ابن عم فقال لا اعطیھم طاعۃ ابدا فقال یا ابن عم لا تفعل فانی اشھد انی سمعت رسول اللہ یقول من مات ولا بیعۃ علیہ مات میتۃ جاھلیۃ۔

یعنی جب شامیوں کے فتنے برپا کر رکھے تھے عبداللہ بن مطیع نے مدینہ سے بھاگ جانے کا قصد کیا جب یہ خبر عبداللہ بن عمر نے سنی تو ان کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ اے بھائی! کہاں جاتے ہو عبداللہ بن مطیع نے جواب دیا کہ میں اہل شام کی اطاعت قبول نہ کروں گا۔ عبداللہ بن عمر نے سمجھایا کہ ایسا نہ کرو۔ میں اس کا گواہ ہوں کہ اپنے کانوں سے آنحضرتؐ کو فرماتے سنا ہے کہ جو شخص ایسی حالت میں مرے گا کہ کسی کی بیعت میں نہ ہو تو اس کی موت جاہلیت کی موت ہوگی۔

(۲) صحیح بخاری میں ہے:۔ جلد ششم ص۵۵ برحاشیہ فتح الباری۔

Marfat.com

عن نافع قال لما خلع اهل المدينة
يزيد بن معاوية جمع ابن عمر حشمه وولده
فقال اني سمعت النبي ﷺ يقول ينصب لكل
غادر لواء يوم القيامة وانا قد بايعنا
هذا الرجل على بيع الله ورسوله واني
لا اعلم غدرا اعظم من ان يبايع رجل
على بيع الله ورسوله ثم ينصب له
القتال واني لا اعلم احدا منكم خلعه
ولا تابع في هذا الامر الا كانت الفيصل بيني و بينه

نافع راوی ہے کہ جب اہل مدینہ نے یزید بن معاویہ
کی بیعت و اطاعت کا طوق اتار پھینکا تو عبداللہ بن
عمر نے اپنی اولاد اور حشم و خدم کو جمع کر کے کہا کہ میں نے
آنحضرت ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ ہر غدار کیلئے ایک
جھنڈا بروز قیامت کھڑا کیا جائیگا۔ اور ہم نے
بلا شبہ بیعت خدا و رسول ﷺ کے ذریعہ...
اس شخص (یزید بن معاویہ) کی بیعت کی ہے اور میں نہیں
جانتا کہ اس سے بڑھ کر اور بھی غدر ہوگا کہ کسی شخص کی بیعت کرنے
کے بعد اس سے جنگ کی جائے۔ لہذا تم لوگوں میں سے جو شخص
یزید کو خلافت سے معزول کرے گا اور اس امر میں (دوسروں کی) پیروی کریگا تو ہمارے اور اس کے
درمیان روابط کا فیصلہ ہوگا۔

دیکھئے اور بغور دیکھئے عبداللہ جیسا مقدس ترین صحابی بھی یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ بیعت یزید بن معاویہ پر دین و ایمان کا انحصار ہے۔ یہ طوق زریں جس گلے میں نہ ہوگا اس کی موت کفر و جاہلیت کی موت ہوگی بس جبکہ باعتقاد شیعہ عمرو بن حجاج اور عبداللہ بن عمر میں کوئی فرق نہ تھا۔ دونوں حسب حیات و طاقت بیعت یزید کی بابت عمرو بن حجاج اہل کوفہ کو کر رہا تھا اسی کی نصیحت عبداللہ بن عمر بھی اپنے اعزہ و احباب کو کر رہے تھے۔ تو کیا وجہ ہے کہ عبداللہ بن عمر کے فضائل و مناقب میں دفتر کے دفتر سیاہ کئے گئے ہیں اور یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ روئے زمین پر ان سے بڑھکر کوئی صاحب زہد و تقویٰ نہ تھا۔ اور عمرو بن حجاج کو شیعہ رافضی کہہ کر رسوا کیا جائے کسی ایسے صحابی کو جو عبداللہ ابن عمر کی طرح فرقہ سنیہ کے اصول و عقائد کی تبلیغ و اشاعت ...

میں جد وجہد کر رہا ہو شیعہ رافضی "ٹھہرانا اور یہ شعور مجائے رہنا کہ قاتلان حسینؑ شیعہ تھے بے عقلی اور بد دینی نہیں ہے تو اور کیا ہے۔ کیا کوئی صحابی بھی رافضی ہو سکتا ہے اور وہ بھی ایسا صحابی جو اہلسنت کے اصول و عقائد مذہبی کی تبلیغ میں مجاہدہ کر رہا ہو۔؟ نہایت افسوس ہے کہ اس زمانہ کے چند نا عاقبت اندیش مولوی صاحبان مبلغ دین و مذہب صحابہ کو رافضی و مستحق لعن وطعن "ٹھہرا کر اپنی عاقبت خراب کر رہے ہیں۔ اور اپنے سادہ لوح مریدوں کو بھی سب وشتم صحابہ کی بدعت میں مبتلا کر دینا چاہتے ہیں۔ کاش یہ بندگان شکم صحابہ رسولؐ ہی سے وفا کرتے۔

حجار بن ابجر :-

اصابہ ابن حجر میں ہے۔ جلد ۱ ص ۳۲۷

حجار بن ابجر بن جابر العجلی له ادراک

"حجار بن ابجر بھی شرف یافتہ صحبت سرور انبیاء تھا"

یہ صحابی عبیداللہ بن زیاد کے مخصوص وفاداروں میں سے تھا۔ تاریخ طبری میں ہے۔ جلد ۶ ص ۲۰۸

وامر محمد بن الاشعث ان یخرج فیمن اطاعه من کندة وحضر موت فیرفع رایة الامان لمن جاءه من الناس وقال مثل ذالک للقعقاع بن شور الذهلی وشبث بن ربعی التمیمی وحجار بن ابجر العجلی -

(واقعات حضرت مسلمؑ کے ذیل میں ہے) عبیداللہ بن زیاد نے محمد بن الاشعث کو حکم دیا کہ قبیلہ کندہ وحضر موت میں سے جو لوگ اس کی اطاعت کریں ان کو اپنے ہمراہ لیکر نکلے اور امان کا جھنڈا ان لوگوں کے لئے نصب کرے جو (حضرت مسلم کا ساتھ چھوڑ کر) اس کے پاس آئیں ایسا ہی حکم قعقاع بن شور وشبث ربعی وحجار بن ابجر کو بھی دیا۔"

"یہ صحابی میدان کربلا میں بھی عمر بن سعد کی فوج میں موجود تھا۔ چونکہ امام حسینؑ کے پاس خط طلب لکھنے والوں میں وہ بھی تھا۔ اس لئے حضرتؑ نے دوسرے خط بھیجنے والوں

Marfat.com

صـ ۲۴۳ کے ذیل میں اس کو بغرض اتمام حجت مخاطب فرمایا تھا۔ مورخ طبری لکھتے ہیں جلد

قال فنادی یا شبث بن ربعی یا حجار بن الجبر و یا قیس بن الاشعث و یا زید بن الحارث الم تکتبوا الی الخ	امام حسینؑ نے بآواز بلند فرمایا کہ اے شبث بن ربعی اے حجار بن الجبر۔ اے قیس بن الاشعث۔ اے یزید بن الحارث کیا تم لوگوں نے میرے پاس یہ باتیں نہیں لکھی تھیں۔ الخ

کثیر بن شہاب الحارثی۔ اس شخص کے صحابی ہونے میں اختلاف ہے۔ لیکن اس کے تابعی ہونے میں تو کوئی شبہ نہیں۔ طبقات ابن سعد میں ہے جلد ۶ صـ ۱۰۱

کان کثیر بن شہاب سید مذحج بالکوفۃ .... وقد روی عن عمر بن الخطاب وولی الری لمعاویۃ بن ابی سفیان۔	کثیر بن شہاب کوفہ میں قبیلہ مذحج کا سردار تھا۔ .... عمر بن الخطاب سے روایت کرتا ہے۔ معاویہ بن ابی سفیان نے اسکو ملک رے کا حاکم مقرر کیا تھا۔

معلوم ہوا کہ یہ شخص معاویہ کیجانب سے ملک رے کا گورنر تھا۔ اور بالخصوص حضرت عمر کی روایات کی تبلیغ و اشاعت کرتا تھا۔ اب کون مولوی عبدالشکور صاحب جیسے عقلائے زمانہ سے پوچھے کہ حضرت عمر کے خاص معتقدین اور امیر معاویہ کے خواص امرائے سلطنت کو شیعہ رافضی کہنا آخر عدیم المثال جہل و نافہمی نہیں ہے۔؟ بہرحال حضرت عمر کے عقیدتمندوں اور امیر معاویہ کے نمک خواروں سے بجز اس کے اور کیا امید کی جا سکتی ہے کہ خاندان رسالت کی تباہی میں کوئی دقیقہ کوشش کا اٹھا نہ رکھا ہوگا۔ اگر ایسے لوگ علمائے اہلسنت کے خیال میں شیعہ رافضی تھے تو شوق سے ان پر صد ہزار ...... فرمائیں۔ ہم بھی "بیش باد" کہنے کیلئے دل و جان سے حاضر ہیں۔

Marfat.com

مگر یہ سمجھ لینا چاہیے کہ جب تک ان لوگوں کی روایات کتب احادیث اہل سنت میں موجود ہیں۔ اور ان پر اس مذہب کے عقائد و اعمال کی بنیاد قائم ہے۔ اس وقت تک ان لوگوں کو "رافضی" ثابت نہیں کیا جا سکتا۔

اس صحابی نے عبید اللہ بن زیاد کی جو خدمات انجام دیں اور جس طرح وفاداری کا حق ادا کیا وہ مورخ طبری کے مندرجہ ذیل بیانات سے معلوم کیجئے۔

(۱) خرج كثير بن شهاب يخذل الناس عن مسلم بن عقيل۔

(۱) کثیر بن شہاب باہر آیا اور اہل کوفہ کو مسلم بن عقیل کا ساتھ چھوڑ دینے پر بہکانے لگا۔

(۲) قال اشرف علينا الاشراف فتكلم كثير بن شهاب اول الناس حتى كادت الشمس ان تجب فقال يا ايها الناس الحقوا باهاليكم ولا تعجلوا الشر ولا تعرضوا انفسكم للقتل فان هذه جنود امير المؤمنين يزيد قد اقبلت

(۲) یعنی بالائے قصر سے اشراف و معززین ہماری جانب ہوئے۔ سب سے پہلے کثیر بن شہاب نے تقریر کی یہاں تک کہ آفتاب قریب غروب پہونچا۔ اس نے یہ کہا کہ لوگو! تم اپنے اہل و عیال کی طرف واپس چلے جاؤ اور شر انگیزی میں جلدی نہ کرو۔ اور اپنی جانوں کو معرض قتل و ہلاکت میں نہ ڈالو (دیکھو) امیر المومنین یزید کی فوجیں یہ آ پہونچیں۔ الخ

(۳) فلما اجتمع عند عبيد الله كثير بن شهاب ومحمد والقعقاع بن شور فيمن اطاعهم من قومهم فقال له كثير وكانوا مناصحين لابن زياد اصلح الله الامير معك في القصر ناس كثير من اشراف الناس ومن شرطك واهل بيتك ومواليك فاخرج بنا اليهم [illegible]

(۳) جب عبید اللہ بن زیاد کے پاس کثیر بن شہاب اور قعقاع بن شور جو اس کے مخلصین میں سے تھے مع ان افراد قوم کے جو ان لوگوں کی اطاعت کی جمع ہوئے تو کثیر نے ابن زیاد سے کہا کہ تمہارے ساتھ اس قصر میں سرداران قبائل، پولیس کے سپاہیوں اور تمہارے گھر کے غلاموں والوں اور کی ایک بڑی جمعیت موجود ہے۔ تم ہم سب کو ساتھ لیکر

فابی عبید اللہ الخ — اصحاب مسلم کے مقابلہ کیلئے باہر چلو مگر ابن زیاد نے اس رائے کو نہ مانا۔

مسروق بن وائل الحضرمی:- یہ شخص وفد حضرموت کیساتھ خدمت نبی میں حاضر ہوا اور اسلام قبول کیا۔ قدم علی النبی صلعم فی وفد حضرموت فاسلموا "استیعاب جلد ۲ صفحہ ۲"

اس کا بھائی عبد الجبار بن وائل (جس کا شمار تابعین میں کیا گیا ہے) ہو تیس کے متعلق ابن سعد کی رائے ہے "کان ثقة انشاء اللہ" یعنی انشاء اللہ یہ تابعی قابل وثوق و اعتبار تھا۔ خود اس کی زبانی نقل ہے:-

قال کنت فی اوائل الخیل ممن سار الی الحسینؑ فقلت اکون فی اوائلها لعلی اصیب راس الحسینؑ فاصیب به منزلة عند عبید اللہ بن زیاد الخ (طبری جلد ۶ صفحہ ۲۲۶)

"میں ان سواروں کی اگلی صف میں تھا جو حسینؑ کیطرف گئے تھے۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ میں اگلی ہی صف کے سواروں میں رہوں تاکہ شاید مجھے حسینؑ کا سر ملجائے۔ اور اس ذریعہ سے عبید اللہ کے دربار میں قدر و منزلت پاؤں۔"

سبحان اللہ آسمان صحابیت کا یہ جگمگاتا ستارہ کس قدر روشن تمنائیں دل میں رکھتا ہے کہ "اگر مجھے حسینؑ کا سر ہاتھ آجائے تو قسمت چمک اٹھے اور ابن زیاد کے دربار میں قدر و منزلت حاصل ہو جائے۔ اور غنیمت ہے اس تمنا میں یہ کوشش کرتا ہے کہ جہاں تک ہو سکے تا امام حسینؑ کی صف اول میں رہے تاکہ موقع ہاتھ سے جانے نہ پائے۔ کیا علمائے اہلسنت اس صحابی کو مصداق حدیث قدسی "ان اصحابی عندی بمنزلة النجوم فی السماء ولکل نور" قرار دیکر اس کی پیروی نہ کریں گے۔ تو غالباً میرا یہ سوال بے محل ہے کیونکہ اگر در بار ابن زیاد و یزید کی خوشنودی کی وہی تمنائیں دلوں میں موجزن نہ ہوتیں جو مسروق بن وائل صحابی کے دل میں

تو ہر سال محرم آتے ہی عزاداران حسینؑ کے خلاف عالم جذبات میں طوفان عظیم کیوں برپا ہو جاتا ہے۔ اگر حسینؑ بھائیں نہ سہی ان کی یادگاریں تو موجود ہیں۔ انھیں کو مٹانے کی ان تھک کوشش کر کے ثواب دارین کا سامان بہت کچھ جمع کر لیتے ہیں۔

قاضی شریح:۔ ان بزرگ کا نام نامی اسلامی دنیا میں زبان زد خاص و عام ہے۔ سب سے پہلے حضرت عمرؓ نے ان کو قاضی مقرر کیا۔ اس وقت سے تقریباً یہ منصب ان کی جاگیر قرار پا گیا تھا۔ ۵۳ برس کوفہ میں اور سات برس بصرہ میں اس عہدہ جلیلہ پر فائز رہے۔ اصابہ ابن حجر میں مذکور ہے۔

قال ابن المدینی قضی لزیاد بالبصرۃ سبع سنین وقضی بالکوفۃ ثلاثا و خمسین سنۃ وقد روی شریح عن النبیؐ و عن عمر و عن علیؑ و ابن مسعود و غیرھم و روی عنہ ابو وائل وقیس بن ابی حازم والشعبی و مجاھد و ابن سیرین و آخرون۔

"ابن المدینی کہتا ہے کہ شریح زیاد کی جانب سے سات برس بصرہ کا قاضی رہا۔ اور کوفہ میں ۵۳ سال اس عہدہ پر فائز رہا۔ شریح نبی کریمؐ اور عمرؓ و حضرت علیؑ و ابن مسعود وغیرہم سے روایت کرتا تھا۔ اور اس سے ابو وائل و قیس بن ابی حازم و شعبی و مجاہد و ابن سیرین وغیرہم نے روایت کی ہے۔"

مگر افسوس ہے کہ آپ باایں ہمہ مناقب و مفاخر زیاد و ابن زیاد کے آلہ کار بنے رہے۔ پھر زیاد کے حکم سے حجر بن عدی کندی اور ان کے رفقاء کے خلاف شہادت دیکر ان لوگوں کے خون ناحق میں شریک ہوئے اور ثواب دارین حاصل کیا۔ پھر ابن زیاد کے عہد میں اس کے مقاصد کی تکمیل میں نمایاں حصہ لے کر صحابیت میں چار چاند لگاتے رہے مورخ طبری لکھتے ہیں۔

Marfat.com

وبلغ عمرو بن الحجاج ان هانئا قد قتل
فاقبل فی مذحج حتی احاط بالقصر
ومعه جمع عظیم ثم نادی انا عمرو بن الحجاج
هذه فرسان مذحج ووجوهها لم تخلع طاعة
ولم تفارق جماعة وقد بلغهم ان
صاحبهم یقتل فاعظموا ذلك فقیل
لعبید الله هذه مذحج بالباب فقال
لشریح القاضی ادخل علی صاحبهم
فانظر الیه ثم اخرج فاعلمهم انه حی لم یقتل
وانك قد رأیته فدخل علیه شریح فنظر
الیه قال ابو مخنف فحدثنی الصقعب
بن زهیر عن عبد الرحمن بن
شریح قال سمعته یحدث اسمعیل بن
طلحة قال دخلت علی هانی فلما
رآنی قال یا الله یا للمسلمین
اهلکت عشیرتی فاین اهل
الدین واین اهل المصر
تفاقدوا یخذلونی وعدوهم
وابن عدوهم والدماء تسیل

جب عمرو بن حجاج کو معلوم ہوا کہ ہانی قتل کر دیے
گئے تو اس نے قبیلہ مذحج کی ایک بڑی جمعیت کے ساتھ
آ کر قصر ابن زیاد کا محاصرہ کر لیا اور آواز دی کہ میں عمرو
بن حجاج ہوں اور یہ قبیلہ مذحج کے شہسوار اور معززین
ہیں۔ ہم نے نہ طاعت سے اپنی گردنوں کو پھیرا
اور نہ جماعت سے علیحدہ ہوئے۔ ہم کو یہ خبر ملی ہے کہ ہمارا
ساتھی (ہانی) قتل کیا جا رہا ہے۔ اس خبر کو ہم نے
بہت عظیم سمجھا ہے۔ ابن زیاد سے کہا گیا کہ قبیلہ مذحج
قصر کے دروازہ پر جمع ہو گیا ہے تو اس نے شریح قاضی
سے کہا کہ تم ہانی کے پاس جاؤ اور انکو دیکھ کر بتا دو کہ
وہ زندہ ہیں قتل نہیں کیے گئے۔ تم نے ان کو
بچشم خود صحیح سالم دیکھا ہے۔ قاضی شریح
نے آ کر ہانی کا معائنہ کیا۔ ابو مخنف نے روایت
کی ہے کہ عبدالرحمن بن شریح نے اپنے باپ کو
اسماعیل بن طلحہ سے یہ بیان کرتے
ہوئے سنا کہ میں ہانی کے پاس گیا اور انہوں
نے مجھے دیکھا تو کہنے لگے کہ یا اللہ کیا میرے
قبیلہ والے سب کے سب ہلاک ہو گئے
کہاں ہیں اہل دین اور کہاں ہیں شہر والے

Marfat.com

حتی لحیته اذ سمع الرجة علی باب القصر وخرجت واتبعنی فقال یا شریح انی لا ظنها اصوات مذحج وشیعتی من المسلمین ان دخل علی عشرة نفر انقذونی قال فخرجت الیهم ومعی حمید بن بکر الاحمری ارسله معی ابن زیاد وکان من شرطه ممن یقوم علی راسه وایم الله لولا مکانه لکنت ابلغت اصحابه ما امرنی به فلما خرجت الیهم قلت ان الامیر لما بلغه مکانکم ومقالتکم فی صاحبکم امرنی بالدخول الیه فاتیته فنظرت الیه فامرنی ان القاکم وان اعلمکم انه حی وان الذی بلغکم من قتله کان باطلا۔ (طبری جلد ۶ ص ۲۰۷)

انھوں نے مجھے دشمن کے حوالے کیوں کر دیا ہے ہانی یہ کہہ رہے تھے اور خون ان کی داڑھی پر جاری تھا۔ اسی اثنا میں قصر کے دروازے پر شور و غل سنا۔ میں باہر آنے لگا تو انھوں نے مجھ سے کہا کہ اے شریح میں گمان کرتا ہوں کہ یہ آواز قبیلۂ مذحج والوں کی ہے۔ اگر دس نفر بھی اون میں سے مجھ تک پہونچ جائینگے تو مجھے بچا لیں گے۔ میں باہر آیا تو حمید بن بکر جو اس کے محافظ سپاہیوں میں سے تھا اور ابن زیاد نے اس کو میرے ساتھ بھیجا تھا میرے ساتھ تھا۔ اگر وہ نہ ہوتا تو میں اصحاب ہانی تک اون کا پیام پہونچا دیتا لیکن اون سے فقط اتنا ہی کہدیا کہ جب امیر کو تمھارے آنے کی خبر معلوم ہوئی اور ہانی کے متعلق تمھاری گفتگو کا علم ہوا تو اس نے مجھے حکم دیا کہ میں ہانی کو اپنی آنکھوں سے دیکھلوں اور تم کو بتاؤں کہ وہ زندہ، صحیح و سالم ہیں اور اون کے قتل کی خبر جو تم نے سنی ہی غلط تھی۔"

یقین ہے کہ ناظرین کے لئے عمرو بن حجاج بھولا [illegible] کے یہ کلمات کہ [illegible]
میں عمرو بن حجاج اور یہ قبیلۂ مذحج کے بڑے بڑے سردار حاضر ہیں۔ ہم لوگوں نے اطاعت

۔۔۔ وقت سے نہیں آتا رہیگا اور نہ جماعت میں فرقہ پردازی کی ۔۔۔" سرمۂ چشم بصیرت بن جائیں گے کیونکہ ان سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ عمرو بن حجاج اور اس کے قبیلہ کے دوسرے سرداروں نے امام حسینؑ اور جناب مسلم بن عقیل کی جانب مائل ہو کر جادۂ طاعت وجماعت سے کبھی منہ نہیں موڑا تھا۔ لہذا اس کے راسخ الاعتقاد اور خالص سنی ہونے ...... میں چون وچرا کی گنجائش کیونکر آسکتی ہے۔ اور جب کہ عمرو بن حجاج اور اس کے دوسرے سرداران قبیلہ جن کو امام حسینؑ کی طرف کبھی رجحان جمیع سے کوئی واسطہ نہیں رہا۔ سرزمین کربلا پر پہونچ کر نہر کے کنارے پہرہ بٹھانے اور طرح طرح کے مظالم کرنے میں سرگرم رہے۔ تو یہ کہنا کیونکر مبنی بر عقل وفہم تصور کیا جا سکتا ہے کہ "قاتلان حسین شیعہ تھے" کس قدر حیرت انگیز ماجرا ہے کہ خود عمرو بن حجاج صحابی جیسے کوئی سردار تو پکار پکار کر یہ اقرار کرتے ہیں کہ ہم ابتدا سے مسلک سنن پر ثابت قدم ہیں۔ ہم نے اصول طاعت وجماعت سے منہ پھیر کر حسینؑ ابن علیؑ اور مسلمؑ بن عقیلؑ کی بیعت و اطاعت سے کبھی سروکار نہیں رکھا۔ مگر اس زمانہ کے روشن دماغ علماء دنیا کو یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ وہ مذہب شیعہ کے پیرو تھے بھلا اس ہٹ دھرمی اور کج فہمی کا کیا علاج ہے۔ نعوذ باللہ من سوء الفہم وفقدان البصر

حصین بن نمیر سکونی

اس دشمن خدا کا صحابی ہونا پہلے معلوم ہو چکا ہے

اس کی بد اعمالیوں کا جائزہ لینے میں بہت وقت ضائع کرنا ہوگا۔ لہذا اسی قدر لکھ دینے پر اکتفا کی جاتی ہے کہ یہ شخص ابن زیاد کی فوج میں بہت بڑا افسر تھا اور تمام اطراف وجوانب سے کوفہ تک پہونچنے والے راستوں کی ناکہ بندی پر مقرر کیا گیا تھا اس نے

امام حسینؑ کے قاصد قیس بن مسہر صیداوی کو مقام قادسیہ میں گرفتار کرکے ابن زیاد کے پاس بھیجا اور وہ اس کے حکم سے بہ کمال ظلم و ستم شہید کر دیے گئے۔

(دیکھو طبری جلد ۶ صفحہ ۲۲۳)

(۲) یہ روایت کردہ حدیثیں کتب احادیث اہل سنت میں موجود ہیں۔ میزان الاعتدال میں ہے:

یزید بن حصین بن نمیر عن ابیہ قال البخاری لم یصح حدیثہ سمع منہ محمد بن الزبیر (میزان الاعتدال جلد ۲ صفحہ ۵۹۹)

یزید بن حصین بن نمیر نے اپنے باپ سے روایت کی ہے۔ بخاری نے کہا کہ اس کی حدیث صحیح نہیں ہے۔ اس سے محمد بن الزبیر نے سنا۔

شبث بن ربعی

(۱) لہ ادراک و روایۃ عن حذیفۃ و علیؑ و روی عنہ محمد بن کعب القرظی و سلیمان التیمی قال الدارقطنی یقال انہ کان مؤذن سجاح التی ادعت النبوۃ ثم راجع الاسلام و قال ابن الکلبی کان من اصحاب علیؑ ثم صار مع الخوارج ثم تاب ثم کان ممن قاتل الحسینؑ ...... کان اول من

(۱) شبث بن ربعی رسولؐ کا صحبت یافتہ تھا۔ حذیفہ اور علیؑ سے روایت کرتا تھا اور اس سے امام محمد بن کعب قرظی اور سلیمان تیمی نے روایت کی ہے۔ دارقطنی نے کہا کہ سجاح بنت منذر جو بعد آنحضرتؐ مدعی نبوت ہوئی تھی شبث بن ربعی اس کا مؤذن بنا پھر دوبارہ اسلام میں داخل ہوا۔ ابن کلبی کہتے ہیں۔ وہ حضرت علیؑ کے اصحاب میں داخل ہوا۔ پھر خوارج کا ساتھی ہوگیا پھر اس سے توبہ کرلی۔ اس کے بعد قاتلان حسینؑ میں شامل ہوگیا ...... یہ پہلا شخص ہے

اعان علی قتل عثمان وبئس الرجل هو الخ۔ جس نے قتل عثمانؓ میں قاتلوں کی امداد کی وہ بہت برا آدمی تھا۔

میں کہتا ہوں کہ اس نے خارجیوں سے جدا ہو کر توبہ و انابت کر لی تھی۔

ان عبارتوں سے معلوم ہوا کہ صحابیت میں جتنے کمالات و اوصاف مضمر ہو سکتے ہیں شبث بن ربعی ان سب کا مظہر اتم تھا۔ کاش نظر والے اب بھی عبرت حاصل کر لیں۔ اور سمجھ لیں کہ کسی کے صحابی ہونے سے یہ لازم نہیں ہے کہ خواہ وہ شخص پاکباز و دیندار بھی ہو۔ بلکہ صحابیت کی دنیا میں ایسی ایسی نیتریں موجود ہیں کہ جنکے سایہ سے دور رہنا ہی ہر دیندار کا سب سے بڑا فریضہ ہوگا۔ علامہ ذہبی نے اس کا شریک قاتلان حسینؑ ہونا بالکل نظر انداز کر دیا۔ غالباً اس تذکرہ کی ضرورت اس لئے نہیں سمجھی کہ یہ کوئی بڑا جرم و عیب نہ تھا۔ جو خاص طور سے نظر میں کھٹکنے کے قابل رہا ہو۔ رہا خوارج کے مذہب میں داخل ہو جانا تو وہ اس جرم سے توبہ و انابت کر کے پاک و صاف ہو گیا تھا۔ غالباً اسی سبب سے آئمہ اہلسنت نے اس کی روایت قبول کر لینے میں تردد نہیں فرمایا۔

اس صحابی کے اعمالنامہ میں یہ عجیب و غریب خصوصیت ہے کہ جس طرح قاتلان حسینؑ کی جماعت کا افسر اور رفیق کار رہا۔ اسی طرح حضرت عثمان کے خون ناحق میں سب سے پہلے اسی نے امداد دی تھی۔ اب دیکھئے مولانا عبدالشکور صاحب اور ان کے دوسرے ہمخیال اوس کے مذہب کے بارے میں کونسا ناطق فیصلہ فرماتے ہیں۔؟ کہنے والے تو یہی کہیں گے اگر بفرض محال اوس نے شیعہ ہونے کی حیثیت سے امام حسینؑ کے خون ناحق میں شرکت کی تو کونسا تعجب ہے جب کہ وہ اس سے پہلے سنّی ہونے کے باوجود قتل عثمان کا سب سے پہلا بانی ہو چکا تھا۔ لہذا اوس نے میزان انصاف کو برابر رکھکر

یہ ثابت کر دیا ہے کہ اگر بالفرض شیعوں نے اپنے امام سے غداری کی تو مذہب اہلسنت کے علمبردار بھی اون سے پہلے اپنے امام و خلیفہ برحق کے خون ناحق سے دین و ایمان کی کھیتی کو سیراب کر چکے تھے۔ پھر فرقہ شیعہ کو بالخصوص مجرم و ملزم قرار دینے کی ہوس کرنا انتہائی ناعاقبت اندیشی ہے یا نہیں؟

ابوبکر صدیق کے بھانجے

محمد بن الاشعث

اس مشہور و معروف قاتل حسینؑ کی جلالت قدر اہلسنت کے نزدیک اسی سے ظاہر ہے کہ بھیثیت ابوبکر صدیق کا حقیقی بھانجا تھا۔ اور اس قرابت کی وجہ سے ام المومنین عائشہ کی خدمت میں آمد و رفت کا شرف عظیم رکھتا تھا۔ طبقات ابن سعد مطبوعہ ... جلد ۶ ص ۲۶

امہ ام فروۃ بنت ابی قحافۃ .... ان محمد بن الاشعث .... وکان یکنی اباالقاسم .... وکان یدخل علی عائشۃ فیکونہ باالقاسم وقد روی محمد بن الاشعث عن عمر و عثمان۔

اس کی ماں ام فروہ بنت ابی قحافہ تھی۔ ...... کنیت اس کی ابوالقاسم تھی ...... ام المومنین عائشہ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ عمر و عثمان سے روایت کرتا تھا (غرض حضرت علی علیہ السلام سے اس کو کوئی سروکار نہ تھا)

کیا اندھیر ہے کہ رافضیوں کی عداوت میں سرشار ہو کر بعض علمائے اہلسنت ایسے شخص کو بھی "شیعہ" کا لقب دے رہے ہیں جو حضرت ابوبکر کا بھانجا۔ ام المومنین عائشہ کا پھوپھی زاد بھائی تھا۔ اور حضرت عمر و عثمان سے روایت کرتا تھا۔ اس کی روایات سے کتب اہلسنت مالا مال ہیں۔ میزان الاعتدال ذہبی میں اس کی تصریح موجود ہے کہ ابن عدی

جیسے امام ملت و رکن مذہب کے شیوخ اساتذہ میں سے تھا
(دیکھو میزان الاعتدال جلد دوم صہ ۲۵۱)

چونکہ ابن زیاد کے دربار میں اس شخص کا تقرب اور کوفہ و کربلا کے واقعات مظالم میں اوس کی پرجوش سرگرمی عام شہرت کی حد کو پہونچی ہوئی ہے۔ لہذا اُس کے اعمال کی فہرست پیش کرنا غیر ضروری معلوم ہوتا ہے۔ اوراق تاریخ پر اس کا طویل و عریض اعمالنامہ موجود ہے۔ ناظرین بوقت ضرورت ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

قیس بن الاشعث:۔ محمد بن الاشعث کا بھائی ہے۔ اس کی انتہائی شقاوت کے ثبوت کے لئے طبری کا یہ بیان کافی ہے۔

واخذ قیس بن الاشعث قطیفته وکانت من خز وکان یسمی بعد قیس قطیفة۔ (طبری صہ ۳۶۰)	قیس بن اشعث نے بعد شہادت امام حسین علیہ السلام جسم مبارک سے خز کی ردا اُتار لے گیا۔ اور اس دن سے لوگ اوس کو "قیس قطیفہ" کہنے لگے۔

حمید بن مسلم الازدی:۔ مشہور تابعی ہے۔ بہت سی روایات جن میں مظالم کربلا کا تذکرہ ہے اون کا ناقل یہی شخص ہے۔ علامہ ذہبی میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں۔ صہ ۲۵۶

حمید بن مسلم الازدی رأی واثلة بن الاسقع تفرد بالروایة عنه سعید بن ابی ایوب	حمید بن مسلم نے واثلہ بن الاسقع صحابی کو دیکھا تھا۔ سعید بن ایوب اس سے روایت کرنے میں منفرد ہے۔

Marfat.com

واقعات کربلا کے تذکرہ میں اس شخص کا ذکر جا بجا کیا گیا ہے منجملہ ان کے ایک موقع پر بھی ہے۔

فسرح براسه من يومه ذالك مع خولي بن يزيد وحميد بن مسلم الازدي الى عبيد الله بن زياد

عمر بن سعد نے سر مطہر امام خولی بن یزید اور حمید بن مسلم کے ساتھ عبید اللہ ابن زیاد کے پاس بھیجا۔

(طبری جلد ۶ صفحہ ۲۶۰ وکامل جلد ۴ صفحہ ۳۳)

عزرہ بن قیس احمسی

طبقات ابن سعد میں ہے: جلد ۶ صفحہ ۱۴۵

روى عن خالد بن الوليد وكان معه في مغازيه بالشام وروى ابو وائل عن عزرة بن قيس

"عزرہ بن قیس خالد بن الولید صحابی سے روایت کرتا تھا۔ اون کے ساتھ شام کی لڑائیوں میں رہ چکا تھا۔ ابو وائل تابعی اس سے روایت کرتا ہے۔"

مورخ طبری کا بیان ہے۔ جلد پنجم صفحہ ۲۵۰

وقاتلهم اصحاب الحسين قتالا شديدا واخذت خيلهم تحمل وانما هم اثنان وثلاثون فارسا واخذت لا تحمل على جانب من خيل اهل الكوفة الا كشفته فلما رأى ذالك عزرة بن قيس وهو على

"سپاہ کوفہ سے اصحاب حسینؑ نے سخت جنگ کی۔ فقط ۳۲ سوار تھے۔ مگر حالت تھی کہ جس جانب کوفیوں پر حملہ کرتے تھے انکی صفوں کو درہم وبرہم کردیتے تھے۔ عزرہ بن قیس جو کوفیوں کی سوار فوج کا افسر تھا اس نے یہ حالت دیکھ کر انکی فوج میں ہر جانب بھگدڑ پڑی ہوئی ہے عمر بن سعد

Marfat.com

خیل اهل الکوفة ان خیله تنکشف من کل جانب بعث الی عمر بن سعد عبد الرحمن بن حصین فقال الا تری ما تلقی خیلی منذ الیوم من هذه العدة الیسیرة ابعث الیهم الرجال والرماة

ابن حسین کے پاس عبد الرحمٰن کے ذریعہ سے پیغام بھیجا کہ تو دیکھتا ہے کہ ان گنتی کے چند سواروں کے ہاتھوں سے آج میری فوج کس آفت میں مبتلا ہے۔ لہذا تو ان پر حملہ کرنے کیلئے تیر اندازوں کی فوج روانہ کر۔

اس شخص کے مذہبی عقائد کا جائزہ لینے کے لئے طبری کی مندرجہ ذیل تحریر پر نظر کر لی جائیے۔ (طبری جلد ۶ صفحہ ۲۳۷)

فقال لهم حبیب ابن مظاهر اما والله لبئس القوم عند الله غدًا قوم یقدمون علیه قد قتلوا ذریة نبیه علیه السلام وعترته واهل بیته صلعم وعباد اهل هذه المصر المجتهدین بالاسحار والذاکرین الله کثیرا فقال له عزرة بن قیس انک لتزکی نفسک ما استطعت فقال له زهیر یا عزرة ان الله قد زکاها وهداها فاتق الله یا عزرة فانی لک من الناصحین انشدک الله

حبیب ابن مظاہر نے اشقیاء کوفہ سے مخاطب ہو کر کہا کہ مطلع ہو جاؤ! وہ قوم خدا کے نزدیک کل بہت بری ثابت ہو گی جو نبی کی ذریت وعترت واہل بیت اور اس شہر کے ان عابدوں کی جو صبح کے اوقات میں طاعت وعبادت خدا کرنے والے اور خدا کو بہت یاد کرنے والے ہیں قاتل ہو گی۔ عزرہ بن قیس نے حبیب سے کہا کہ جہاں تک تم سے ہو سکا اپنے نفس کی پاکیزگی بیان کر رہے ہو۔ زہیر بن قین نے جواب دیا کہ اے عزرہ! اس نفس کو خدا ہی نے پاک کیا ہے اور اس کی ہدایت فرمائی ہے پس خدا سے ڈر۔ میں تیرے نصیحت کرنیوالوں

يا عزرة ان تكون ممن يعين اهل الضلال على قتل النفوس الزكية قال يا زهير ما كنت عندنا من شيعة اهل هذا البيت انما كنت عثمانيا قال افلست تستدل بموقفي هذا انى منهم

ہیں سے ہوں۔ یعنی تجھے خدا کی قسم دے کے کہتا ہوں کہ تو ان لوگوں میں شامل ہو جو نفوس زکیہ کے قتل کرنے پر گمراہوں کی مدد کرتے ہیں۔ عزرہ نے کہا اے زہیر! ہمارے خیال میں تم تو اس خاندان کے پیروؤں میں کبھی بھی نہ تھے۔ تم تو عثمانی تھے۔ زہیر نے فرمایا کہ تو میرے اس مقام پر ہونے سے اس بات پر استدلال نہیں کر سکتا کہ میں اسی گھرانے کا ساتھ دینے والا ہوں۔

علی بن قرظہ انصاری

فقتل عمرو بن قرظة بن كعب وكان مع الحسين وكان على اخوه مع عمر بن سعد فنادى على بن قرظة يا حسين يا كذاب ابن الكذاب اضللت اخي وغررته حتى قتلته الخ

یہ شخص قرظہ بن کعب انصاری کا بیٹا تھا (مورخ طبری لکھتے ہیں) عمرو بن قرظہ بن کعب امام حسین کے ساتھ تھے وہ جب شہید ہوئے تو علی بن قرظہ جو ان کا بھائی تھا اور عمر بن سعد کے ساتھ تھا پکار کر کہنے لگا اے حسین! اے کذاب ابن کذاب تم نے آخر میرے بھائی کو گمراہ کر کے قتل ہی کرا دیا۔

قعقاع بن شور تابعی

قعقاع بن شور قال ابو حاتم ضعيف الحديث

علامہ ذہبی فرماتے ہیں: (میزان الاعتدال جلد ۲ ص ۳۱۳)
ابو حاتم کا قول ہے کہ یہ شخص ضعیف الحدیث تھا۔

Marfat.com

کثیر بن شہاب کے ساتھ اس شخص کا تذکرہ بھی ہو چکا ہے۔ زیادہ تطویل بے ضرورت ہوگی۔

حبیب بن حماز تابعی:[1]

طبقات ابن سعد میں ہے جلد ۶ ص ۱۶۲

قد روی حبیب عن علی" "حبیب نے حضرت علی علیہ السلام سے روایت کی ہے"

عمر بن سعد بن ابی وقاص:

ملا علی قاری کا وہ ارشاد نقل کیا جا چکا ہے جس میں آپ نے صاف لفظوں میں افواج کوفہ کے اس امیر الامراء و قائد اعظم کو مجتہد اور خوش انجام ظاہر فرمایا ہے۔

اب علامہ ذہبی کا وہ کلام پیش کیا جاتا ہے جس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ علمائے اہلسنت اس دشمن اہلبیت کی جلالت قدر کے کس حد تک قائل ہیں اور وہ اس کو کہاں تک نظر اعتماد و اعتبار سے دیکھتے ہیں۔

(۱) عمر بن سعد بن ابی وقاص الزہری ہو فی نفسہ غیر متہم بکنہ باشر قتال الحسین علیہ السلام وفعل الافاعیل روی شعبۃ بن ابی اسحاق عن العیزار بن حریث عن عمر بن سعد فقام الیہ رجل فقال اما تخاف اللہ تروی عن عمر بن سعد فبکی وقال

(۱) عمر بن سعد بن ابی وقاص زہری اگرچہ فی نفسہ متہم نہیں ہے (یعنی روایت احادیث کے معاملہ میں اس پر کسی قسم کی تہمت وارد نہیں کی گئی ہے) لیکن اس نے حسینؑ کی جنگ کی اور بہت سے افعال اس سے سرزد ہوئے۔ ایک موقعہ پر شعبہ نے بسلسلۂ ابو اسحاق عمر بن سعد سے روایت نقل کی تو ایک شخص نے اٹھکر یہ کہا کیا تمہیں

---

[1] اس تابعی کا تذکرہ خالد بن عرفطہ صحابی کے تذکرہ کے ذیل میں گذر چکا ہے۔

Marfat.com

لا یعود وقال العجلی روی عنه الناس تابعی ثقة۔ (میزان جلد ۱ صہ ۲۲۲)

خوف خدا نہیں ہے جو عمر بن سعد سے روایت کرتا ہے۔ اس کلام سے شعبہ رونے لگے اور کہا کہ آئندہ ایسا نہ کروں گا۔ عجلی نے کہا کہ لوگوں نے عمر بن سعد سے روایت کی ہے کہ اور وہ تابعی ثقہ تھا۔

(۲) نیز تہذیب التہذیب میں ہے:

عمر بن سعد بن ابی وقاص الزہری ابو حفص المدنی سکن الکوفة روی عن ابیه وابی سعید الخدری وعنه ابنه ابراهیم وابن ابنه ابوبکر بن حفص بن عمر وابو اسحاق السبیعی والعیزار بن حریث ویزید بن ابی مریم وقتادة والزہری ویزید بن حبیب وغیرہم وهو تابعی ثقة وهو الذی قتل الحسین (جلد ۷ صہ ۴۵۱)

(۲) عمر بن سعد بن ابی وقاص زہری اس کی کنیت ابو حفص تھی۔ اپنے باپ سعد بن ابی وقاص اور ابو سعید خدری سے روایت کرتا تھا اور اس کے ابراہیم اور اس کے پوتے ابوبکر بن حفص اور ابو اسحاق السبیعی اور عیزار بن حریث و یزید بن ابی مریم و قتادہ و زہری و یزید بن حبیب وغیرہم نے روایت کی ہے۔ وہ تابعی ثقہ تھا اور اسی نے حسینؑ کو قتل کیا۔"

معلوم ہوا کہ یہ اس قدر مقبول اور معتبر تابعی و صحابی زادہ ہے کہ بڑے بڑے تابعین و محدثین کی کثیر تعداد نے اس سے روایتیں لینے میں مطلق تردد نہیں کیا ہے اور اس کی جلالت قدر کے مقابلہ میں جرم قتل حسینؑ کو نہایت کم وزن ذاتا بل اعتنا سمجھ کر اس کو ثقہ اور قابل اعتبار کہنے میں شرم و حیا کی کچھ بھی ضرورت محسوس نہیں کی ہے۔ اس سے پہلے عرض کیا گیا ہے۔ یہ مجتہد تابعی تخت و تاج بنی امیہ کا اعتقاد خیر المرسلین نو وفادار تھا کہ حضرت مسلمؑ کے معاملہ میں گورنر کوفہ نعمان بن بشیر کو
[illegible]

کی طرف سے آتندہ سخت گیری کی پالیسی ظاہر نہ ہونے کی وجہ سے اس نے یزید کے پاس ایک شکایت نامہ لکھکر یہ مشورہ دیا کہ اگر تجھے کوفہ پر حکومت کرنا مطلوب ہے تو گورنر کسی ایسے شخص کو بنانا چاہیئے جو تیری ہی طرح سخت گیر و تشدد پسند ہو۔ نیز یزید نے اپنے اس فرمان میں جو اس خط کے پہونچنے کے بعد ابن زیاد کو لکھا تھا۔ عمر بن سعد کو بھی "شیعتی" کا ممتاز خطاب عطا کیا۔ لہذا ایسی صحیح الدماغ کو یہ خیال کیونکر ہو سکتا ہے کہ فوج کوفہ کا یہ قائد اعظم (جو تمام بداعمالیوں کا واحد ذمہ دار تھا۔ اور جو خیام حسینی کی جانب سب سے پہلے تیر اندازی کر کے فوج سے خطاب کرتا ہے کہ تم اس کے گواہ رہنا کہ سب سے پہلا تیر انداز میں ہوں۔ دیکھو طبری صہ ۲۴۳) کسی زمانہ میں بھی شیعوں کی جماعت میں داخل رہا ہوگا۔ کیا یہ حیرت انگیز ستم ظریفی نہیں ہے کہ جس شخص کو خود یزید اپنا بندہ مخاص ظاہر کرتا ہے۔ اور "شیعہ با اخلاص" کا خطاب دیتا ہے اُسی کے ذمہ چند خوش فہم علمائے اہلسنت شیعہ علیؑ ہونے کا الزام عائد کر رہے ہیں۔ اور ان لوگوں نے تاریخ کی اس شہادت کی طرف سے اپنے ہوش و گوش کو بالکل معطل کر رکھا ہے کہ عمر بن سعد تو کیا اس کے باپ سعد بن ابی وقاص کو بھی شیعہ علیؑ بننے کی توفیق کبھی نہیں ہوئی تھی

شمر بن ذی الجوشن :- حافظ ابن حجر کتاب اصابہ میں لکھتے ہیں۔ جلد ۲ صہ ۴۲۵

له حدیث عند ابی داؤد	یعنی ذوالجوشن ضبابی سے امام ابوداؤد
من طریق ابی اسحاق عنه	نے بذریعہ ابواسحاق روایت حدیث کی ہے اور کہا جاتا ہے
ویقال انه لم یسمع منه	کہ ابواسحاق نے اُن سے نہیں سنا بلکہ ان ذی الجوشن
وانما سمعه من ولده شمر	اُن کی حدیث اُن کے بیٹے شمر سے سنی ہے۔

علامہ ذہبی میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں۔ جلد ۲ صہ ۲۰۴

شمر بن ذی الجوشن ابو السابغۃ الضبابی یعنی شمر ذی الجوشن اپنے باپ سے روایت کرتا

عن ابیہ وعنہ ابو اسحاق السبیعی۔ تھا۔ اور اس سے ابو اسحاق سبیعی نے روایت کی ہے۔

شمر کی عزت افزائی اس سے زیادہ اور کیا ہوگی کہ ابو اسحاق السبیعی جو صحیح بخاری کے راوی ہیں اور امام بخاری سے صدق وامانت کی سند حاصل کر چکے ہیں۔ اس سے روایت کرتے ہیں۔ اور امام ابو داؤد بھی اوس سے روایت کو بسر وچشم قبول کر کے سرمایۂ دین وایمان میں داخل کر لیتے ہیں

انس بن مالک رضی اللہ عنہ

ان بزرگ کا شمار صحابہ کبار میں ہے انکے فضائل ومناقب کے بیان کیلئے کافی وقت درکار ہوگا۔ اور پھر تحصیل حاصل کے سوا کوئی ثمرہ ہاتھ نہ آئیگا۔ کیونکہ دنیائے اسلام میں اس نجم فلک صحابیت وعدالت کی روشنی اس قدر پھیلی ہوئی ہے کہ وہ اپنے کمالات کی آپ دلیل بنگیا ہے۔ کسی کے تعارف کرانے کا بالکل محتاج نہیں۔ دنیا جانتی ہے کہ آپ اعلیٰ درجہ کے صحابی تھے۔ اگر آپکے مناقب اور کمالات کا اعتراف نہ کر کے جرح وقدح میں کچھ بھی لب کشائی کیجائے تو دین ومذہب سے اعتبار واعتماد کے اٹھ جانے میں کچھ دیر نہ لگے گی۔ لہذا میں پاس ادب صحبت رسولؐ کرنے میں مولوی عبد الشکور صاحب کی پوری تقلید کرتے ہوئے فقط اتنا ہی کہنے پر اکتفا کروں گا کہ ناظرین قاتلان حسینؑ کی فہرست میں آپ کا نام نامی دیکھکر حیرت زدہ نہ ہوں۔ کیونکہ جناب امیرؑ کی طرف سے آپ کا انحراف زبان زد خاص وعام ہے۔ جبتک حدیث طیر کے ادبھرے ہوئے حروف کی سیاہی کتب احادیث کے صفحات پر موجود رہے گی یہ حقیقت بھی دنیا پر روشن رہے گی کہ امیر المومنینؑ پر آپ ایک خاص قسم کی نظر عنایت

رکھتے تھے۔ اور ایک وہ وقت بھی آگیا تھا جس میں دعائے رسولؐ اور ان بزرگوار کے جذبات قوم پروری میں سخت کشمکش رونما ہو گئی تھی۔ اور امیر المومنینؑ کی حالت اس وقت اس سیارہ کی ہو رہی تھی جو دو متضاد قوتوں کے اثرات سے متاثر ہو کر ایک خاص محور پر گردش کرتا ہے۔ دعائے رسولؐ آپ کو خدا کا سب سے زیادہ محبوب بندہ قرار دے کر خدمت رسولؐ کی جانب کھینچ رہی تھی۔ اور انس بن مالک کے جذبات اوس کی پر زور مدافعت کر رہے تھے۔ غرض جناب امیرؑ نہ اپنے مقام پر ساکن رہ سکتے تھے۔ نہ خدمت رسولؐ میں باریابی کا موقع پاتے تھے۔ اسی طرح آسمان صحابیت وعدالت کے اس چمکتے ستارے کی پیشانی کے شہرۂ آفاق داغہائے سفید جن کی چمک دمک "نور علی نور" کا دلکش و نظر فریب منظر دکھا رہی تھی۔ مہر صداقت و عدالت یا بغض و عداوت امیر المومنینؑ کے اعزازی تمغہ کی حیثیت رکھتے تھے۔ جو امیر المومنینؑ کی بددعا کے بموجب بارگاہ سبحانی سے حدیث غدیر کا صاف انکار کر دینے کے صلہ میں عطا ہوا تھا جس کے بعد آپکی جبین پر نور میں ناصبیوں کے لئے ہزاروں بشارتیں تڑپنے لگی تھیں کہ اہلبیت رسولؐ کے معاملہ میں حق پوشی و ناحق کوشی شوق سے کرو روسیاہی کے عوض منہ اجالا ہی ہوتا رہے گا۔ اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے یہ امید موہوم کسی عقلمند کے دل و دماغ میں کب جگہ پا سکتی ہے کہ یہ حضرت کسی وقت میں بھی خاندان رسالتؐ کے ہمدرد ثابت ہوئے ہوں گے۔ اگرچہ آپ نے دست و بازو سے وفاداری بنی امیہ کا کوئی حق بظاہر قتل فرزند رسولؐ میں ادا نہیں کیا۔ مگر آپ ایسے با اثر اور بلند مرتبہ بزرگان دین سے ارباب حکومت کو اخلاقی امداد و تائید کی جو امید ہو سکتی ہے اس کو حق بجانب ثابت کر دینے میں آپ نے مطلق کوتاہی نہیں کی۔ آپ نے دربار ابن زیاد میں یہ منظر

Marfat.com

نہایت سکون و وقار سے مشاہدہ کیا کہ فرزند رسولؐ کا سر مطہر طشت میں ابن زیاد کے سامنے رکھا ہے اور وہ روسیاہ چھڑی سے بے ادبی کر رہا ہے۔ مگر شان وفاداری حکومت پرستی یہ تھی کہ اوس کے خلاف ایک حرف شکایت اور ایک کلمہ احتجاج بھی منہ سے نہیں نکالا۔ سبحان اللہ کس قدر باحمیت اور حق شناس صحابی ہیں کہ خاندان رسالت کی بربادی اور توہین و تذلیل کے تمام ہولناک مناظر آنکھوں سے دیکھنا نہایت دل سے گوارا کرتے ہیں۔ مگر حکومت وقت سے ترک موالات تو درکنار اوس کے اعمال و حرکات پر معمولی نکتہ چینی بھی مقتضائے مروت و دیانت نہیں سمجھتے جن کو سیرتی اس گذارش کی حقیقت میں کچھ شبہہ ہو وہ صحیح بخاری کی اس روایت کو دیکھ کر اطمینان کرلیں اور حضرت بن مالک رضی اللہ عنہ کے حق میں دعائے خیر اور پاس آداب صحبت سرور انبیاؐ کا جو مناسب طریقہ سمجھ میں آئے اس کو آخر دم تک فراموش نہ فرمائیں

عن محمد بن انس بن مالک	"محمد بن انس بن مالک روایت کرتے ہیں کہ جب
اتی عبید بن زیاد براس الحسینؑ	امام حسینؑ کا سر مبارک ابن زیاد کے پاس
فجعل فی طست فجعل ینکث	لایا گیا تو ایک طشت میں رکھا گیا۔ اور وہ
فقال فی حسنه شیئاً فقال انس	چھڑی سے چھیڑنے لگا اور کوئی بات آپ کے
کان اشبھم برسول اللہؐ	حسن کے بارے میں کہی۔ انس بن مالک نے

اوس سے کہا کہ امام حسینؑ رسول خداؐ سے سب سے زیادہ مشابہ تھے۔"

حضرت انس بن مالک نے دربار ابن زیاد میں اس نازک موقع پر صدائے احتجاج بلند نہ کرکے صحابیت کے قالب میں دینی حمیت کی روح کے موجود ہونے کا ثبوت دیا اس نے خود آپ کے مریدوں کو بھی عرق حیرت کر دیا ہے۔ چنانچہ علامہ عینی شرح

Marfat.com

صحیح بخاری میں رقمطراز ہیں۔ (جلد ۲ صفحہ ۴۵۶) منقول از رسالہ آل و اصحاب۔

قال سبط ابن الجوزی اما کان لرسول اللہ	سبط ابن جوزی نے کہا کیا رسول خدا کا انس پر
علی انس من الحقوق ان ینکر علی ابن زیاد	اتنا حق بھی نہ تھا کہ وہ ابن زیاد کے اس فعل پر
ویقبح لہ مافعلہ من قرع ثنایا الحسین بالقضیب	اظہار ناپسندیدگی اور مذمت کرتے ؟

لہٰذا میرے قلم کی جنبش درحقیقت سبط ابن الجوزی کے اسی سوال کی ترجمانی کر رہی ہے جو خدا جانے کس حیرت کے عالم میں قلم سے نکل کر سرمۂ چشم بصیرت بنگیا ہے۔ اگر پاس ادب صحبت سرور انبیاءؐ مانع نہ ہوتا تو اس سوال کا جواب اس کے سوا اور کچھ نہ تھا کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ رسالتمابؐ کے حقوق ماضیہ پر ابن زیاد جیسے ولی نعمت کے حقوق حاضرہ کو ازروئے عدالت و دیانت مقدم سمجھتے تھے۔ پھر اس کے کسی اسلام کش دغرلواز فعل پر اظہار ناراضی کیونکر فرماتے اور حق تو یہ ہے کہ جب کوئی شکایت اور ناراضی تھی ہی نہیں تو اظہار کیا کرتے۔

انس بن مالک کی اس معنی خیز خاموشی کے مقابلہ میں جس کے اسرار کی تحقیق کیلئے ان کے خاص عقیدتمندوں کے سوا روافض کے افکار و خیالات موزوں نہیں ہو سکتے۔ زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ اخلاقی جرأت بہت غنیمت سمجھی جاسکتی ہے کہ آپ ابن زیاد کے ہاتھوں فرزند رسولؐ کی توہین و تذلیل کا منظر زیادہ دیر تک صبر و سکون سے نہ دیکھ سکے اور بطور احتجاج چند ایسے کلمات کہہ گذرے جو اگر خدا توفیق دے تو طرفداران بنی امیہ کیلئے بہت کچھ سامان عبرت بہم پہونچا سکتے ہیں

مورخ ابن اثیر تاریخ کامل میں لکھتے ہیں۔ جلد ۴ صفحہ ۳۴

فجلس ابن زیاد واذن للناس	ابن زیاد دربار میں بیٹھا اور لوگوں کو حاضر
فاحضرت الرؤس بین یدیہ	ہونے کی اجازت دی پس شہدا کے سرہائے
وھو ینکت بقضیب بین ثنیتہ	مبارک اس کے سامنے لائے گئے۔ اور وہ

ساعة فلما رآه زيد بن الارقم لا يرفع قضيبه قال اعل هذا القضيب عن هاتين الثنيتين فوالذي لا اله غيره لقد رأيت شفتي رسول الله على هاتين الشفتين يقبلهما ثم بكى فقال له ابن زياد ابكى الله عينيك والله لولا انك شيخ قد خرفت وذهب عقلك لضربت عنقك فخرج وهو يقول انتم يا معشر العرب العبيد بعد اليوم قتلتم ابن فاطمة وامرتم ابن مرجانة فهو يقتل خياركم ويستعبد شرارکم فرضيتم بالذل فلعنة لمن رضی بالذل۔

کچھ دیر تک امام حسین علیہ السلام کے دندان مبارک کو چھڑی سے چھیڑتا رہا۔ جب زید بن ارقم نے دیکھا کہ وہ چھڑی کو نہیں اٹھاتا تو اس سے مخاطب ہو کر کہنے لگے کہ ان دانتوں پر سے یہ چھڑی اٹھا لے۔ قسم خدا کی میں نے دیکھا تھا حضرت رسولؐ کے لبہائے مبارک کو انھیں لبوں کو بوسہ دیتے تھے۔ یہ کہکر زید بن ارقم رو پڑے۔ ابن زیاد نے ان سے خطاب کیا خدا تمھاری آنکھوں کو رلائے۔ بخدا اگر تم بڈھے خرف نہ ہوتے اور تمھاری عقل زائل نہ ہو گئی ہوتی تو میں تمھیں قتل کرا دیتا۔ زید بن ارقم دربار سے باہر نکل آئے۔ اور یہ کہتے چلے گئے کہ اے قوم عرب! آج سے تم سب غلام ہو گئے تم نے ابن فاطمہؑ کو قتل کیا اور ابن مرجانہ کو حکومت وامارت دی۔ وہ تمھارے اچھے لوگوں کو قتل کرتا اور شریروں کو غلام بناتا ہے۔ تم اس ذلت پر راضی ہو گئے ہو۔ پس لعنت ہے ان لوگوں پر جو ذلت پر راضی ہو گئے ہیں۔

اگرچہ انس بن مالک کی شان وفاداری کو دیکھتے ہوئے زید بن ارقم کی یہ اخلاقی جرأت اور صاف گوئی قابل قدر ضرور ہے۔ پھر بھی یہ بات کہنے میں آسکتی ہے کہ

Marfat.com

جناب والا! اہل کوفہ نے بنی امیہ کے ہاتھوں متاع دین و ایمان کا سودا کر کے دائمی ذلت و خواری کا سامان مہیا کر لیا وہ دراصل آپ ہی جیسے صحابۂ کبار کی رفتار و کردار کا نتیجہ تھا۔ اگر آج سے پہلے آپ حضرات نے اپنی اخلاقی جرأت سے کام لیا ہوتا اور اپنے اوس غیر معمولی روحانی اثر و اقتدار کو جس کا سکہ عوام کالانعام کے دلوں پر بیٹھا ہوا تھا۔ خاندان رسالت کو کمزور کرنے اور اوس کے دشمنوں کو امارت و حکومت کے منصب پر پہونچانے میں صرف نہ فرمایا ہوتا تو آج وہ منظر آنکھوں کے سامنے نہ ہوتا جس پر آپ خون کے آنسو بہا رہے ہیں۔ آپ نے اجماع و شوریٰ کے بل بوتے پر خاندان رسالت کی قدر و عظمت کو عامۃ الناس کی نگاہوں سے گرایا اور اوس کے دشمنوں سے سلسلۂ موالاۃ قائم کیا۔ آج سے پہلے ابن زیاد اور اس کے آقاؤں کے دربار میں حاضر باش رہکر نیاز مندی اور وفاداری کا مظاہرہ فرمانے میں کبھی کوتاہی نہیں کی۔ اور اون کے جملہ افعال کو رضامندی کی آنکھوں سے دیکھتے رہے۔ اور عقیدتمندی کے کانوں سے سنتے رہے۔ پھر اس کے تلخ ثمرات آپکی برہمی مزاج کا سبب ہو رہے ہیں۔ جب ابن زیاد نے فرزند رسولؐ کے خلاف نعرہ جنگ بلند کیا تھا۔ اسی وقت اگر آپنے ذرا جرأت و ہمت سے کام لیکر اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی ہوتی، دربار کی روزمرہ حاضر باشی چھوڑ بیٹھے ہوتے تو یقین ہے کہ بے اثر نہ رہتی۔ کیونکہ عوام کے جذبات و عقائد آپ کے دامن صحابیت سے تمام تر وابستہ تھے۔ اور اگر اہل کوفہ آپ کی بات نہ مانتے تو اتنا تو کر سکتے تھے کہ امام حسینؑ کے دوسرے جاں نثاروں کی طرح کوفہ سے نکلکر میدان کربلا میں آتے۔ حضرت کے سینہ سپر ہو جاتے۔ آخر اوس وقت بھی آپ کے سینوں میں دل تھے۔ اور دلوں میں ایمان و عرفان کی روشنی موجود تھی۔ پھر یہ کیوں ہوا کہ کوفہ سے انصار حسینؑ کی ایک معتد بہ تعداد

سخت ناکہ بندی اور محاصرہ کے باوجود خدمت باسعادت میں جاں نثاری کیلئے آپہ
آپ قدیم عادت کے بموجب امیر کوفہ ابن زیاد کے ایوان حکومت کا طواف کر کے غلاما
کا مظاہرہ فرماتے ہی رہے۔ دیکھئے عام حلقت پر جو آپ کا روحانی اثر قائم تھا اسی کے
امام حسینؓ اہل کوفہ سے فرما رہے تھے کہ میری شان میں جو احادیث نبوی وارد ہوئی ہیں
میرے بیان سے تمھیں ان کا یقین نہیں ہوتا تو زید بن ارقم اور انس بن مالک سے پوچھ
پھر اگر آپ حضرات اس موقع پر ہوتے اور حضرت کے کلام کی تصدیق فرماتے تو بھلا یہ
ممکن ہوتا کہ فرزند رسولؐ شہید ظلم و جفا اور خاندان رسالت مور د آفت و بلا ہو جائے

صحابہ کی دین فروشی

خطا معاف! اک آپ کی ذات بابرکات نہ
اس میں تو شبہہ کا محل ہی باقی نہیں کہ آپ کی جما
کے دیگر معزز افراد اور ممتاز ارکان نے متاع دنیا اور چند روزہ جاہ و منصب کے بدلے دین
کا سودا کرنے کی رسم قائم کی۔ آخر حتات بن یزید بن علقمہ بھی آپ ہی جماعت کے ایک ممتاز
جو معاویہ سے صاف ستھرے الفاظ میں درخواست کر رہے تھے کہ "اشتر منی دینی" یعنی
دین مجھ سے مول لے لو۔ (استیعاب ابن عبد البر جلد اول ص ۱۵۲)

اسی طرح حضرت ابو موسیٰ اشعری آپ ہی کے گروہ کے ایک معزز ترین شخص
تھے جو دربار معاویہ میں حاضر ہوتے اور "یا امین اللہ" کہکر سلام فدویانہ بجا
محض اس طمع میں کہ شاید حکومت کا کوئی عہدہ مل جائے۔

(کامل ابن اثیر جلد ۴ ص ۵ ۔ طبری جلد ۶ ص ۱۸۵)

پھر اگر آپ کی جماعت کے انھیں ہم خدا و ہم دنیا پرست حضرات کے
سے اون کے سچے تابعین اور عوام الناس کے دل متاثر ہوئے اور انھوں نے انھیں حج

Marfat.com

سیرت وسنت پر چلکر متاع جان ودل کے ساتھ ساتھ سرمایہ دین وایمان کو بھی پامال غارت قرار دے لیا تو کون سا نیا تصور کیا جو آپ کی زبان سے مستحق ملامت ٹھہرے دیکھیے جماعت صحابہ کی دنیا طلبی و زر پرستی آخر کار اس درجہ عیاں ہو کر رہی کہ امام فخر الدین رازی فدوی فاضل بھی تاویلوں اور سخن سازیوں سے تنگ آکر رافضیوں کے ہم خیال و ہم آواز ہوگئے اور تفسیر کبیر کے ایک ورق پر حسب ذیل بیان تاقوت لکھ کر سرچشمہ عبرت بنا گئے۔

صحابہ کی دنیا طلبی کا اعتراف امام رازی کے قلم سے

اذا عرفت هذا فنقول العرب كانوا قبل مقدم رسول الله طالبين للمال والجاه والمفاخرة وكانت محبتهم معللة بهذه العلة فلا جرم كانت تلك المحبة سريع الزوال وكانوا بادنى سبب يقعون في الحرب والفتن فلما جاء الرسول عليه السلام دعاهم الى عبادة الله تعالى والاعراض عن الدنيا والاقبال على الآخرة زالت الخصومة والخشونة عنهم و صاروا اخوانا متوافقين ثم بعد وفاته عليه السلام لما انفتحت عليهم الدنيا وتوجهوا الى طلبها عادوا

خلاصہ عبارت یہ ہے کہ عرب حضرت رسالتمآب کی تشریف آوری سے پہلے مال و جاہ و مفاخرت کے طالب تھے۔ اور ان کی محبت و دوستی اسی کا نتیجہ ہوا کرتی تھی۔ اور اسی سبب سے وہ محبت و دوستی بہت جلد زوال پذیر ہو جایا کرتی تھی۔ اور ذرا ذرا سی باتوں پر لڑائیوں اور فتنوں میں پڑ جایا کرتے تھے۔ مگر جب آنحضرت آئے اور انکو خدا کی پرستش اور دنیا سے روگردانی اور آخرت کی جانب توجہ کی دعوت دی تو ان سے خصومت اور درشتی مزاج جاتی رہی۔ سب کے سب آپس میں سگے بھائی بن گئے۔ پھر حضرت کی وفات کے بعد جب دنیا کے دروازے ان پر کھل گئے

الی المحاربۃ بعضھم بعضا و | اور وہ دنیا طلبی کی جانب متوجہ ہوئے تو آپس
مقاتلہ بعضھم مع بعض۔ | جنگ و جدال کی طرف لوٹ گئے۔ آپس
(تفسیر کبیر) | میں لڑائیاں ٹھن گئیں۔

علی ہذا القیاس محدث دہلوی شاہ عبدالحق بھی شرح مشکوٰۃ میں اُن احادیث حوض کی شرح میں لکھتے ہوئے جنہیں ارتداد صحابہ کی پیشین گوئی کیگئی ہے اور اس ارتداد کا انجام ہندگی ہے کھلم کھلا وہ ناگفتہ بہ باتیں لکھ گئے جن کو رافضی بھی کہتے تو ہیں مگر اس طرح علانیہ نہیں کہتے۔ محدث صاحب کا بصیرت افروز ارشاد یہ ہے۔

محدث دہلوی کی گہرفشانی، صحابہ مرتد ہو گئے۔ آخر کیوں ؟ اس لیے کہ مبتلا ہوئے دنیا طلبی ہو کر نہ اہلبیت کے حقوق ادا کئے اور نہ ان کا ادب کیا

مراد بردت رجوع از دین بسلمانی نیست بلکہ خروج از حد استقامت در بعض حقوق و صلاح شریعت در بعض امور و رجوع از مرتبہ حسن اخلاق و صدق نیت۔ و تقصیر در بعض حقوق در رعایت اہلبیتؑ مراد ب بانیان لا بجہت ابتلا بدنیا و فتنہ چہ آنحضرت فرمودہ بود کہ من نمی ترسم بر شما کفر را و بت پرستی را ولیکن می ترسم

"ارتداد" سے دین اسلام سے نکل جانا مراد نہیں ہے۔ بلکہ دنیا اور اس کے فتنوں میں پڑ کر باہر ہو جانا حد استقامت سے بعض حقوق میں اور صلاح باطن سے بعض امور میں۔ اور لوٹ جانا مرتبہ حسن و اخلاق و صدق نیت سے اور بعض حقوق اہلبیت اور ان کے پاس ادب میں کوتاہی کرنا مراد ہے۔ کیونکہ آنحضرتؐ نے فرمایا تھا کہ میں تمہاری طرف کفر و بت پرستی میں پڑ جانے کا

خوف تو نہیں رکھتا مگر اس سے ڈرتا ہوں کہ دنیا اور آفات دنیا کی مداخلت ہو جائیگی۔

از مداخلت دنیا و آفات آن کذا قالوا انتہیٰ۔ (شرح مشکوٰۃ جلد ۴)
منقول از فلک النجاۃ حصہ اول ص۲۱۳

امام رازی اور محدث دہلوی کے ان بیانات کو چشم بصیرت سے دیکھو اور پھر فیصلہ کرلو کہ ان حضرات نے جو کھری کھری باتیں سنائی ہیں وہ سراسر شیعی عقائد و خیالات کے مطابق ہیں یا نہیں؟ جب ایسے ایسے آئمہ دین و ارکان ملت اس خیال کے اظہار سے ثواب دارین حاصل کرتے ہیں کہ مرور ایام سے صحابہ کی روحانی کیفیات میں انقلاب ہوگیا تھا۔ دنیا سے نفرت آخرت کی طلب جیسی عہد رسالت میں تھی بعد میں نہیں رہ گئی تھی۔ مبتلائے دنیا طلبی ہو جانے کی وجہ سے صلاح باطن، حسن اخلاق، صدق نیت غرض تمام اگلے اوصاف جو مدار تدین تھے ایک ایک کرکے رخصت ہوچکے تھے۔ اور یہ کہ انھوں نے حقوق اہلبیتؑ کی رعایت اور ان کا ادب کرنے میں تقصیر کی لہذا "مرتد" ٹھہرے۔ پھر بتاؤ کہ اگر یہی باتیں غریب رافضی سال میں ایک بار نویں ربیع الاول۔ کی مخصوص صحبتوں میں کہہ دیا کرتے ہیں تو ان سے ناراض و دل گرفتہ ہونے کا کیا سبب اور نفرت و بیزاری کس لئے؟ الحمدللہ کہ آئمہ اہلسنت کے محققانہ خیالات و افکار کی گردش اوسی نقطہ تک جاکر ختم ہوئی جو عقائد روافض کا مرکز ہے۔ ان بزرگان دین کو جو کچھ کہنا تھا کہہ گئے اور ارتداد صحابہ کی حقیقت اون کے بیانات سے بے نقاب ہوچکی۔ اب مولوی عبدالشکور صاحب پاس ادب محبت سرور انبیاؐ فرمایا کریں۔

Marfat.com

شیعوں کو مولوی عبدالشکور صاحب وغیرہ کا ممنون ہونا چاہیے کہ ان کی غیر ضروری چھیڑ چھاڑ کی بدولت قاتلان حسینؑ کی مذہبی حیثیت اور دینی حالت نکھر کے دنیا کے سامنے آگئی۔ اور واضح ہوگیا کہ جس نام نہاد تشیع کی نسبت اون کی طرف کتب تواریخ وسیر میں دی گئی ہے وہ دراصل تسنن ہی کا دوسرا نام ہے۔ محض اشتراک لفظ کی وجہ سے جہلائے امت کو گرفتار دام فریب بنا دینے کی کوشش کی جارہی ہے۔ اس رسالہ میں جو حقائق دنیا کے سامنے پیش کئے گئے وہ اس طلسم فریب کو توڑ دینے کیلئے کافی ثابت ہوں گے۔ انشاء اللہ المستعان والسلام علی من اتبع الہدیٰ۔

تمام شد

Marfat.com

159

قاتلانِ حسینؑ کی گرفتاری

مؤلفہ

علامہ سید محمد رضی صاحب قبلہ زنگی پوری

Marfat.com